بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحفۂ مؤمن

قسط اول

یعنی عمل کرنے والوں اور وعظ و بیان کرنے والوں کیلئے ارشاداتِ نبویہ مبارکہ کا عمدہ مجموعہ

تالیف:۔

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ

استاذ حدیث وافتاء، وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ابن:

عارف باللہ عاشق رسول اللہ حضرت مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحب نور اللہ مرقدہ۔

مؤسس، بانی وسابق ناظم جامعہ ہذا۔

ناشر:۔

مکتبۂ شریفیہ گنگوہ، سہارنپور یوپی، انڈیا۔

تفصیلات :

نام کتاب : تحفۂ مؤمن

نام مؤلف: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم۔

استاذ حدیث وافتاء وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ۔

صحبت یافتہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ۔

اجازت یافتہ شیخِ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم۔

پیرِ طریقت واقفِ اسرارِ حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مدظلہ العالی، برطانیہ۔

جامع الاوصاف حضرت مولانا سید محمود حسن صاحب مدظلہ العالی،

خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

صفحات : ۴۱۶

طبع اول ۱۴۲۹ھ

کمپوزنگ : مولانا محمد دلشاد رشیدی

تصحیح وتزئین: ابوسعد/عبدالواجد عفا اللہ عنہ مدرس جامعہ ہذا

قیمت: ۱۵۰

تعداد: ۱۱۰۰

ناشر:

مکتبۂ شریفیہ گنگوہ سہارنپور یوپی انڈیا۔

فہرست:

تقریظ: ٢١

تقریظ: ٢٣

مأخذ ومراجع: ٢٥

انتساب: ٢٦

پیش لفظ: ٢٨

اشعار: ٣٠

ایک مضمون والی روایات: ٣١

فقط ایک کپڑے میں نماز: ٣٢

نماز میں ستر پوشی کی اہمیت: ٣٥

نماز کے لئے اچھا لباس: ٣٦

نماز میں لباس کے متعلق چند مسائل: ٣٧

ایک دن کا اللہ کے راستہ میں روزہ رکھنا: ٣٩

صرف ایک انگلی سے اشارہ کرنا: ٤٠

اشعار: ٤٢

دو مضمون والی روایات ٤٣

دنیا کی محبت اور لمبی لمبی اُمیدیں: ٤٤

دو ناگوار چیزیں، موت اور مال کی کمی: ٤٥

لمبی خاموشی اور حسنِ اخلاق: ٤٦

مال کی حرص اور عمر کا شوق: ٤٨

والدین جنت کے دروازے ہیں: ٥٩

وہ دو عمدہ باتیں جنکی وجہ سے اللہ پاک بندے کو صابر وشاکر لکھتے ہیں: ٥٤

علماء اور لیڈر اگر صحیح ہوجائیں تو؟: ٥٦

وہ دو باتیں جو جنت اور جہنم کا سبب ہیں: ٦١

دو قابلِ قدر نعمتیں: ٦٤

اللہ کے یہاں دو پیارے کلمے: ٦٦

اشعار: ٧٥

تین مضمون والی روایات: ٧٦

وہ تین جن کی مدد اللہ کے ذمہ ہے: ٧٧

پڑوسی کی تین اقسام: ٨٤

امانت، برِ والدین، عہد کی پاس داری: ٨٦

مقامِ عبرت: ٩٠

تین کاموں میں دیر نہ کرو نماز، جنازہ، نکاح: ٩٥

تین اشخاص کا جذبہ:	۹۷
تین افراد ہوں تو ایک امام بنے:	۱۰۱
وہ تین جن کی نماز قبول نہیں ہوتی:	۱۰۳
دوہرا اجر پانے والے تین افراد:	۱۰۵
مسجد حرام، مسجد اقصی اور مسجد نبویؐ کی فضیلت:	۱۰۹
وہ تین باتیں جو ایمان کی جڑ ہیں:	۱۱۳
علمِ دین کے بنیادی ستون:	۱۱۶
دجال سے قبل تین عجیب وغریب سال:	۱۱۸
سوال تین آدمیوں کیلئے حلال ہے:	۱۲۳
مال کو تین رات کیلئے بھی نہ رہنے دونگا:	۱۲۵
کوڑھی، گنجے اور اندھے کا امتحان:	۱۲۷
سوال کرنا کن تین کیلئے درست ہے:	۱۳۳
قرآن، امانت، اور رشتہ داریوں کا جھگڑا:	۱۳۶
وہ تین اشخاص جو مشک کے ٹیلے پر ہوں گے:	۱۳۸
وہ تین لوگ فرشتے جن کے قریب نہیں آتے:	۱۳۹
تین مبغوض آدمی:	۱۴۰
منافق کی تین علامات:	۱۴۲
نفاق کی قسمیں:	۱۴۴

عفو، بخشش، اور سوال کرنے کا انجام:	۱۴۵
تین غار والے اشخاص:	۱۴۹
وہ تین اشخاص جن سے اللہ پاک کلام نہ کریں گے:	۱۵۷
تین عطایائے الٰہیہ:	۱٦۱
نماز کا مقام:	۱٦۲
تین خطرناک چیزوں سے حفاظت الٰہی:	۱٦۸
حضرت عمارؓ کی تین قیمتی باتیں:	۱۷۰
جہاں تین آدمی ہوں جماعت ضروری ہے:	۱۷۱
جمعہ میں آنے والے تین افراد:	۱۷۳
حضور پاک ﷺ کی تین خاص دعائیں:	۱۷۵
میت کے ساتھ جانے والی تین اشیاء:	۱۷۸
اجازت لینا تین بار تک ہے:	۱۷۹
جنت سے محروم رہنے والے تین افراد:	۱۸۰
تین اہم باتیں:	۱۸۱
جھوٹ جن جگہوں پر درست ہے:	۱۸۳
وہ تین جن کی نصرت اللہ کے ذمہ ہے:	۱۸۵
تین محبوب اور تین مبغوض آدمی:	۱۸۷
جن تین باتوں پر اللہ پاک خاص شفقت فرماتے ہیں:	۱۸۹

نجات کی تین باتیں: ۱۹۰
صدقہ صبر اور سوال کا انجام: ۱۹۲
حضورﷺ کے پاس آنے والے تین اشخاص کا حال: ۱۹۴
مسلمان بھائی سے تین دن سے زائد ترک کلام: ۱۹۹
لعنت کے تین اسباب: ۲۰۲
وہ تین جن کی نمازیں قبول نہیں ہوتی ہیں: ۲۰۳
تہجد کی نوافل میں شروع میں تین بار کلمۂ طیبہ پڑھنا: ۲۰۵
وہ تین چیزیں جن سے ایمان میں حلاوت حاصل ہوتی ہے: ۲۰۶
اشعار: ۲۱۰
شہداء ابتداء ہی میں جنت میں داخل ہوں گے: ۲۱۱
فقر پر صبر کرنے کی فضیلت: ۲۱۲
اشعار: ۲۱۷
مال و دولت میں انسان کا اصل حصہ: ۲۱۸
حکمرانوں کے ظلم سے حضورﷺ کا اپنی امت پر خوف: ۲۲۰
جنتی اور دوزخی قاضی: ۲۲۲
منافق اگر جہاد میں شہید بھی ہو جائے تو جنت کا حقدار نہ ہوگا: ۲۲۴
تین دن سوگ کی اجازت: ۲۲۶

حلاوت تین چیزوں میں تلاش کرو: ۲۲۸
وہ تین جن سے اللہ پاک خوش ہوتے ہیں: ۲۲۹
خواجہ معصوم سرہندیؒ کا ایک مکتوب: ۲۳۰
تین جمعہ چھوڑنے والے کا انجام: ۲۳۱
جن تین سے اللہ تعالیٰ کلام نہیں کریں گے: ۲۳۲
ہر ماہ کے تین روزے: ۲۳۴
حضورﷺ کی نمازِ تہجد کی کیفیت اور تین بار اللہ اکبر کہنا: ۲۳۵
وہ تین بچے جنہوں نے اللہ کے حکم سے اپنی ماں کی گود میں کلام کیا: ۲۳۷
نقضِ عہد، آزاد کی بیع، اجرت نہ دینے والا: ۲۴۲
تین دیوان: ۲۴۴
تین چیزوں کے نکلنے کے بعد ایمان کارآمد نہیں: ۲۴۷
اشعار: ۲۴۹

چار مضمون والی روایات: ۲۵۰

حیاء کا حق اور کمال: ۲۵۱
مسواک کے فضائل اور فوائد: ۲۵۴
چار اہم چیزیں: ۲۶۰
امانت داری: ۲۶۱

حفظ امانۃ:	۲۶۱
امانتوں کو صحیح طریقہ پر مالکان تک پہونچانیکی تعریف:	۲۶۴
اورنہ پہونچانے والوں پر تعریض:	//
امانت داری کی ادائیگی کی تاکید:	۲۶۷
حقیقتِ امانت:	۲۷۰
صدق حدیث:	۲۷۲
رسول پاک ﷺ نے سچائی پر زور دیتے ہوئے فرمایا:	۲۷۲
عفة فی طعمة:	۲۷۳
اکلِ حلال کا ایک واقعہ:	۲۷۴
حسن خلیقۃٍ:	۲۷۵
عورت سے نکاح کی وجوہات اربعہ:۔	۲۷۷
وہ چار جن کا ثواب دوہرا ہے:	۲۸۱
چار ملعون افراد:	۲۸۲
چار خیر وبرکت کی اشیاء:	۲۸۴
چار گراں بار اعمال:	۲۸۶
اشعار:	۲۸۸

پانچ مضمون والی روایات:	۲۸۹
اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:	۲۹۰
وہ پانچ چیزیں جو فطرت میں سے ہیں:	۳۹۹
پانچ بہترین باتوں کی نصیحت:	۳۰۳
وہ پانچ نعمتیں جنکے بارے میں قیامت کے دن جواب دہی کرنی پڑیگی:	۳۰۸
آپؐ کا بازار میں تشریف لے جانا:	۳۱۳
پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت سمجھو:	۳۱۴
امام بخاریؒ کا ایک شعر:	۳۱۶
مسلمان کے پانچ حقوق:	۳۱۶
شہید کی پانچ اقسام:	۳۱۹
پانچ خصوصیات نبویہ:	۳۲۵
جمعہ کے پانچ فضائل:	۳۲۸
دین کے پانچوں ارکان پر عمل ضروری ہے:	۳۳۰
پانچ خصلتوں سے اللہ کی پناہ:	۳۳۳
اشعار:	۳۳۴
چھ مضمون والی روایات:	۳۳۵
شہداء پر حق تعالیٰ کے چھ انعامات:	۳۳۶

حضرت مقدام ابن معد یکربؓ کا مختصر ترجمہ: ۳۳۷

ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے چھ حقوق: ۳۴۱

اسلامی معاشرہ کے چھ باہمی حقوق: ۳۴۳

چھ باتوں پر جنت کی ضمانت: ۳۴۴

قیامت کی چھ علامتوں کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی اعمال صالحہ اختیار کرلو: ۳۴۵

جن چھ پر لعنت ہوتی ہے: ۳۴۸

چھ قیمتی اصول: ۳۵۱

زنا کاری کے چھ نقصانات: ۳۵۵

قصہ: ۳۵۷

درس عبرت: ۳۵۹

اشعار: ۳۶۰

سات ستر ستر ہزار مضمون والی روایات: ۳۶۱

قرآن کریم کا نزول سات حروف پر ہوا ہے: ۳۶۲

عیادت کی فضیلت واجر: ۳۶۷

عیادت کے وقت بیمار کے لئے دعا کرنا: ۳۶۸

وہ سات آدمی جن کو قیامت کے دن عرش کے سایہ میں جگہ دی جائے گی: ۳۷۰

سات ہلاک کرنے والی باتوں سے بچو: ۳۷۳

شرک کی تعریف اور اقسام: ۳۷۵

راہِ خدا میں شہادت کے علاوہ شہادت کی اور قسمیں: ۳۷۸

ایمان کی شاخیں: ۳۸۰

سات چیزوں کا حکم اور سات کی ممانعت: ۳۸۶

اشعار: ۴۹۰

آٹھ مضمون والی روایات: ۴۹۱

وضوء کے بعد دعاء کی فضیلت: ۴۹۲

اسلام کے آٹھ حصے: ۴۹۳

ایمان کی برکت سے جنت کے آٹھ ابواب سے داخلہ: ۴۹۴

اشعار: ۴۹۵

نو مضمون والی روایات: ۴۹۶

مجھے میرے رب نے نو چیزوں سے ڈرنے کا حکم دیا ہے: ۴۹۷

نو اہم چیزوں کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے سوالات؟ ۴۰۰

اشعار: ۴۰۳

دس مضمون والی روایت: ۴۰۴

حضرت معاذؓ کو دس باتوں کی وصیت: ۴۰۵

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ایک نظر میں: ۴۱۰

المحتویات

لا یُصلِّی أحدُکم فی الثَّوبِ الواحدِ. ۳۲
مَنْ صَامَ یوماً فی سبیلِ اللّٰهِ. ۳۹
قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ. اَحّدْ أحّدْ. ۴۰
لایَزَالُ قَلبُ الْکَبِیْرِ شَابّاًفِيْ اِثْنَیْنِ. ۴۴
اِثْنَتَانِ یَکْرَهُهُمَا اِبْنُ اٰدَمَ ۴۵
یاأباذرٍألا أدُلُّکَ علیٰ خَصْلَتینِ ۴۶
یَهْرَمُ اِبْنُ اٰدَمَ وَیَشِبُّ مِنْهُ اِثْنَانِ. ۴۸
مَنْ أصْبَحَ مُطِیْعاً لِلّٰهِ فِی وَالِدَیْهِ أصْبَحَ لَهُ بَابَانِ مَفتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ ۴۹
خَصْلَتَانِ مَنْ کَانَتَا فِیْهِ کَتَبَهُ اللّٰهُ شَاکِراً صَابِراً ۵۴
اِثْنَانِ مِنَ النَّاسِ اِذَا صَلُحَاصَلُحَ النَّاسُ. ۵۶
ثِنْتَانِ مُوْجِبَتَانِ. ۶۱
نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْهِمَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ. ۶۴
کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ. ۶۶
أفْضَلُ الْکَلاَمِ أرْبَعٌ. ۶۷
لَأنْ أقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ. ۶۸
مَنْ قَا لَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ . ۶۹
مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ وَحِیْنَ یُمْسِیْ مِأةَ مَرَّةٍ. ۷۰

أیَعْجِزُأحَدُ کُمْ أنْ یَکْسِبَ کُلَّ یَوْمٍ ألْفَ حَسَنَةٍ . ۷۰
أَيُّ الْکَلاَمِ أفْضَلُ. ۷۱
ثَلٰثَةٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰهِ عَوْ نُهُمْ. ۷۷
مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلمِ فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَرْ جِعَ. ۷۹
لَوْ کَانَ هٰذا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ. ۸۱
مَنْ سَعیٰ عَلیٰ وَالِدَیْهِ وَعِیَالِهٖ فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ. ۸۱
ثَلاَ ثَةُ جَارٍ لَهٗ حَقٌّ وَاحِدٌ. ۸۴
ثَلاَثٌ اَلْمُؤْ مِنُ وَالْکَافِرُ فِیْهِنَّ. ۸۶
اُعْبُدُوْااللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلاَ تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئاً. ۸۹
ثَلٰثَةٌ لاَتُؤَخِّرْ هَا. ۹۵
ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلیٰ اَزواجِ النَّبِیِّ ﷺ. ۹۷
اِذَا کانُوْاثَلاَ ثَةً فَلْیَؤُمُّهُمْ أحَدُ هُمْ. ۱۰۱
ثَلاَ ثَةٌ لاَ تَجَاوَزُصَلاَ تُهُمْ اٰذَانَهُمْ. ۱۰۳
ثَلاَ ثَةٌ لَهُمْ أجْرَانِ. ۱۰۵
لاَ تُشَدُّالرِّحَالُ اِلَّا اِلیٰ ثَلا ثَةِ مَسَاجِدَ. ۱۰۹
ثَلٰثٌ مِنْ أصْلِ الاِیْمَانِ. ۱۱۳
اَلْعِلْمُ ثَلاَ ثَةٌ. ۱۱۶
اِنَّ بَیْنَ یَدَ یْهِ "دجال"ثَلاَثُ سِنِیْنَ. ۱۱۸
اِنّ الْمَسْأَلَةَ لاتَحِلُّ اِلَّا لأحَدِ ثَلاَثَةٍ. ۱۲۳

لَوْ كَانَ لِىْ مِثْلَ أحدٍ.	۱۲۵
اِنَّ ثَلاثَةً مِنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ أَبْرَصُ، وَأَقْرَعُ، وَأَعْمىٰ.	۱۲۷
اِذْهَبْ فَاْحْتَطِبْ وَبِعْ.	۱۳۳
ثَلاثَةٌ تحتَ العرْشِ يومَ القيٰمةِ.	۱۳۶
ثلثةٌ على كُثُبَانِ المِسكِ يومَ القِيٰمَةِ .	۱۳۸
ثَلاثَةٌ لاتَقْرُبُهُمُ الْمَلائِكةُ .	۱۳۹
أبْغَضُ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ ثَلاثَةٌ .	۱۴۰
ايَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ.	۱۴۲
أنَّ رَجُلاً شَتَمَ أبَابَكْرٍ.	۱۴۵
ثَلٰثَةُ نفرٍبَيْنَمَا شُوْنَ اَخذَهُمُ الْمَطَرُ.	۱۴۹
ثَلٰثَةٌ لا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.	۱۵۷
ثَلٰثاًاُعْطِيَ .	۱۶۱
أَوَّلُ مَايُحاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.	۱۶۳
بُنِيَ الِاسْلامُ عَلٰى خَمْسٍ.	۱۶۳
أَرَأَيْتُمْ لَوْأَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ.	۱۶۴
اَلصَّلواتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّا رَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ.	۱۶۵
يَابَنِيْ آدَمَ قُوْمُوْا فَأَطْفِئُوْامَاأَوْقَدْتُمْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ.	۱۶۶
جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ.ﷺ.	۱۶۶
اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَجارَكُمْ مِنْ ثَلاثِ خِلالٍ.	۱۶۸

ثَلٰثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْاِيْمَانَ.	۱۷۰
مَامِنْ ثَلاثَةٍ فِىْ قَرْيَةٍ وَلابَدْوٍلا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلاةُ.	۱۷۲
يَحْضُرُا لْجُمُعَةَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ.	۱۷۳
صَلَّيْتُ صَلٰوةً لَمْ تَكُنْ تُصَلِّيْهَا .	۱۷۵
يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلٰثَةٌ.	۱۷۸
اِذَااِسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلٰثاً.	۱۷۹
لايَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنَّانٌ وَلاعَاقٌ وَلامُدْمِنُ خَمْرٍ.	۱۸۰
مَنْ خزَنَ لِسَانَهُ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ.	۱۸۱
لايَحِلُّ الْكِذْبُ اِلَّافِىْ ثَلاثٍ.	۱۸۳
ثَلاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَاِحْتِسَاباً .	۱۸۵
ثَلٰثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ وَثَلاثَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ.	۱۸۷
ثَلاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ نَشَرَاللّٰهُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ.	۱۸۹
مَاالنَّجاةُ فَقَالَ أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ.	۱۹۰
ثَلاثٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ.	۱۹۲
ثَلٰثَةٌ أَتَوْا النَّبِيَّ.ﷺ.	۱۹۴
لايَكُوْنُ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ مُسْلِماً فَوْقَ ثَلٰثَةٍ.	۱۹۷
لا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَهْجُرَ مُؤْمِناً فَوْقَ ثَلٰثٍ.	۱۹۸
لا يَحِلُّ لِمسلمٍ أَنْ يَهْجُرأَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثٍ.	۱۹۹
اِتَّقُوْاالْمَلاعِنَ الثَّلاثَةَ .	۲۰۲

لا تَرْفَعُ لَهُمْ صَلٰوتُهُمْ فَوْقَ رُؤُسِهِمْ شِبْراً. ۲۰۳

لا تُقْبَلُ مِنْهُمْ صلوتُهم مَنْ تَقَدَّمَ قَوْماً وَهُمْ لَهٗ كَا رِهُوْنَ. ۲۰۴

اِذَاقَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ. ۲۰۵

ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلاوَةَ الاِيْمَانِ . ۲۰۶

أَوَّلُ ثَلٰثَةٍ يَدْ خُلُوْنَ الْجَنَّةَ . ۲۱۱

أَلسّابِقُوْنَ فُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ. ۲۱۲

ثَلٰثٌ مُنْجِيَاتٌ وَثَلٰثٌ مُهْلِكَاتٌ . ۲۱۴

يَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِيْ مَالِيْ. ۲۱۸

ثَلٰثَةٌ أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِيْ. ۲۲۰

اَلْقُضَاةُ ثَلٰثَةٌ وَاحِدٌ فِيْ الْجَنَّةِ وَاِثْنَانِ فِيْ النَّارِ. ۲۲۲

اَلْقَتْلٰى ثَلٰثَةٌ . ۲۲۴

ان النبی .صلى الله عليه وسلم. أَمْهَلَ اٰلَ جعفر ثلثاً . ۲۲۶

لايَحِلُّ لِا مْرَأَةٍأَنْ تَحِدَ عَلٰى مَيِّتٍ. ۲۲۷

تَفَقَّدُوْاالْحَلاوَةَ فِيْ ثَلاثٍ . ۲۲۸

ثَلٰثَةٌ يَضْحَكُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ. ۲۲۹

مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غيرِ ضرورةٍ كُتِبَ مُنَافِقاً. ۲۳۱

ثَلٰثَةٌ لايُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . ۲۳۲

كَانَ رَسُو لُ اللّٰهِ.صلى الله عليه وسلم.يَصُومُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ. ۲۳۴

كَانَ يقُولُ النبیُ.صلى الله عليه وسلم.اللّٰهُ أكبرُ ثلثاً. ۲۳۵

لَمْ يتكلمْ فی المهدِ الاثلاثة. ۲۳۷

ثلاثة أنا أُخَاصِمُهُمْ يومَ القِيٰمَةِ. ۲۴۲

اَلدَّوَاوِيْنُ ثَلٰثَةٌ. ۲۴۴

ثَلاثٌ اِذَاخَرَجْنَ لا يَنْفَعُ نَفْساً اِيْمَانُها. ۲۴۷

أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ. ۲۵۱

أربعٌ اِذَا كُنَّ فِيْكَ فلا عليكَ مَا فَا تَكَ الدنياء. ۲۶۰

عَلَيْكُمْ بالصدقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ يهدیٰ اِلَى البِرِّ. ۲۷۲

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لأربعٍ . ۲۷۷

مَنْ تَزَوَّجَ اِمرأةً لِعِزِّهَالَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ اِلَّاذُ لًّا . ۲۷۹

أربعٌ يُؤْتَوْنُ أجرَهُمْ مَرَّتَيْنِ. ۲۸۱

أربَعَةٌ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَوْقَ عَرْشِهٖ . ۲۸۲

أربعٌ مَنْ أُعْطِيَهُنَّ فَقَدْأُعْطِيَ خيری الدُّنیاوالآخرةِ. ۲۸۴

أربعةٌ عَمَلانِ يُجْهِدَانِ نَفْسَهٗ وَعَمَلاَنِ يُجْهِدَانِ مَالَهٗ. ۲۸۶

بُنِیَ الِا سلا مُ عَلٰى خَمْسٍ . ۲۹۰

اَلْفِطْرَةُخَمْسٌ. ۲۹۹

مَنْ يَأْخُذُ عَنِّيْ هٰؤ لآءِ الكلماتِ . ۳۰۳

لا تَزُوْلُ قَدَمَاابنِ اٰدمَ يومَ القِيٰمَةِ حَتّٰى يُسئلَ عنْ خمسٍ . ۳۰۸

يا معا شرَ التُّجَّارِ تُبعَثُوْن يو م القيا مة فُجَّار. ۳۱۳

اِغْتَنِمْ خَمْساً قَبْلَ خمسٍ. ۳۱۴

حَقُّ الْمُسْلمِ عَلی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ. ۳۱۶

لَنْ تَدْخُلُوْاالْجَنَّةَ حَتَّی تُوْمِنُوْا. ۳۱۷

اَلشُّهَدآءُ خَمْسَةٌ. ۳۱۹

اُعْطِيْتُ خَمْسالَّمْ يُعْطِيَهُنَّ أحَدٌ قَبْلِي. ۳۲۰

اِنَّ يومَ الْجُمُعَةِ سَيِّدُ الأَيَّامِ. ۳۲۸

اَلدِّيْنُ خَمْسٌ لاَيَقْبَلُ اللّٰهُ مِنهُنَّ شَيْئاً دُوْنَ شَيْئٍ. ۳۳۰

لِلشَّهِيْدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَا لٍ. ۳۳۶

للمؤمن على المؤمن ستُّ خِصَالٍ. ۳۴۱

لِلْمُسْلمِ عَلی الْمُسْلِمِ سِتٌّ بالمعروفِ . ۳۴۳

اِضْمَنُوْا لی سِتاً من أنفسكم أضْمَنُ لَكُمُ الْجَنَّةَ . ۳۴۴

بَا دِرُوْا باالأَعْمَالِ سِتاً. ۳۴۵

سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ. ۳۴۸

اُصُوْلُنَاسِتَّةُ أشْيَاءَ. ۳۵۱

اِيَّاكُمْ وَالزِّنَا. ۳۵۵

اُنْزِلَ الْقُرْآن عَلیٰ سَبْعَةِ أحْرُفٍ. ۳۶۶

مَامِنْ مسلمٍ يعودُمسلماًغَدْوَةً اِلاَّ صَلی عليهِ سبعونَ ألف مَلَكٍ. ۳۶۷

ان النبی ﷺ كان اذادَخَلَ علیٰ مَرِيْضٍ يعودُه. ۳۶۸

مامِنْ مسلمٍ يعودُ مُسلماً فيقول سَبْعَ مَرَّاتٍ. ۳۶۸

سبعةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فی ظِلّهِ يومَ لا ظِلَّ الاظله. ۳۷۰

اِجتَنِبُوْاالسَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ. ۳۷۳

اَلشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَ ی الْقَتْلِ فی سبيلِ اللّٰهِ. ۳۷۸

اَلايمانُ بِضْعٌ وسبعونَ شعبةً. ۳۸۰

أَمَرَنَا النَّبِيُ .ﷺ .بِسَبْعٍ وَنَهَانَاعَنْ سَبْعٍ. ۳۸۶

مَنْ توضاأحسنَ الوُضُوءَ فُتِحَتْ له ثمانيةُ أبوابٍ. ۳۹۲

الاسلام ثمانيةُ أسْهُمٍ. ۳۹۳

من ما تَ يؤ منُ با للّٰهِ واليو مِ الآ خرِ. ۳۹۴

أَمَرَنِيْ رَبِّيْ بِتِسْعٍ. ۳۹۷

اِذْهَبْ بِنَا اِلیٰ هٰذ النَّبِيّ نَسْأَ لُهُ قَالَ لاتَقُلْ لَهُ نَبِيٌّ. ۴۰۰

أَوْصَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ. ۴۰۵

تقریظ:۔

استاذ العلماء والمحدثین حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب دامت برکاتہم،

شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم: اما بعد:

کتاب ''تحفۂ مؤمن'' حضرت مولانا الحاج المفتی خالد سیف اللہ مدظلہ کی تالیف ہے، مولانا موصوف جہاں ایک عمدہ مدرس، مفتی ومحدث ہیں، وہیں ایک بہترین مؤلف ومصنف بھی ہیں، اکابر مشائخ کے صحبت یافتہ اور اجازت یافتہ ہیں، لوگوں کی اصلاح میں بھی بھرپور کوشش اور جدوجہد سے کام لیتے ہیں۔

مولانا موصوف کی مختلف تالیفات زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر قبولیتِ عامہ حاصل کرچکی ہیں، بخاری شریف وترمذی شریف وغیرہ جیسی اہم کتابوں کی تدریس اور نظامتِ جامعہ کے ساتھ ساتھ تالیف وتصنیف کا اچھا ذوق رکھتے ہیں، نیز شـــــاب نشاء فی عبادۃ اللہ کے مصداق ہیں۔

الـغرض بہت سی خوبیوں کے حامل ہیں پیش نظر کتاب ''تحفۂ مؤمن'' کو

اپنی بینائی کی خرابی کی وجہ سے دیکھنے کی سعادت سے محروم رہا لیکن بعض مقامات سے پڑھوا کر سنا بحمدہ تعالیٰ بہتر اور مفید پایا اگرچہ اس جیسا ایک مختصر رسالہ بہت پہلے نظر سے گذر چکا ہے جس میں صرف احادیث کے تراجم پر اکتفاء کیا گیا ہے اس کتاب میں تراجم کے ساتھ ساتھ پوری تشریح اور احکامِ شرعیہ اور مسائل ضروریہ کو اچھے اسلوب میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کی وجہ سے کتاب کی افادیت میں ہر خواص وعام کے لئے اضافہ ہوگیا ہے اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ اس تالیف کو مؤلف مدظلہ کی دیگر تالیفات کی طرح قبولیتِ عامہ نصیب فرمائیں اور آئندہ دیگر دینی کاموں کے کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں! آمین!

عبدالحق غفرلہ

خادم دارالعلوم دیوبند

۱۴۲۹/۶/۱۵ھ۔

تقریظ:۔

شیخ طریقت ماہرِ اسرارِ حقیقت عارف باللہ حضرت مولانا حکیم سید مکرم حسین صاحب

دامت برکاتہم العالیہ۔

خلیفۂ اجل حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ

الحمد للّٰہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہٗ۔

عزیزم گرامی قدر مولانا خالد سیف اللہ خلف الرشید حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ اشرف العلوم کے حقیقی جانشین ہیں ماشاء اللہ بخاری شریف اور دوسری کتبِ حدیث پڑھا رہے ہیں اور احادیثِ مبارکہ کی مختلف جہات سے تصنیفی، تالیفی، تدریسی طریقہ سے خدمات انجام دے رہے ہیں بڑا مبارک کام ہے، حق تعالیٰ شانہ ان کی محنت کو بار آور فرمائے۔

فرمانِ اقدس ہے جس نے میری بات کو سنا اس کو یاد رکھا اور دوسروں کو پہونچایا اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو سرسبز و شاداب و تر و تازہ رکھے ماشاء اللہ وہ اس بشارت کے مستحق ہیں اور فیضیاب ہو رہے ہیں چند روز قبل وہ یہاں آئے اور احادیثِ مبارکہ تحریر کردہ مسودہ ساتھ لائے جس کو پڑھنے اور سننے کی سعادت حاصل ہوئی یقیناً وہ اس

مبارک عمل پر مبارکبادی کے مستحق ہیں اور ہم نے چند تائیدی کلمات تحریر کئے ہیں حق تعالیٰ شانہ سے امید ہے کہ وہ ان کلمات کی بدولت ہمکو بھی مذکورہ بشارت کے مستحقین میں شامل فرماوے اور اس مبارک مجموعہ کو قبول فرما کر دارین کی صلاح و فلاح کا ذریعہ فرمائے اور ناظرین و قارئین کو مکمل استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

والسلام

مکرم حسین

۱۵/ ۵/ ۱۴۲۹ھ

مأخذ ومراجع

۱ قرآن کریم
۲ معارف القرآن
۳ تفسیر بغوی
٤ بخاری شریف
۵ ترمذی شریف
٦ مسلم شریف
۷ مشکوۃ شریف
۸ کنز العمال
۹ مظاہر حق جدید
۱۰ بیہقی
۱۱ حلیۃ الأولیاء
۱۲ مجمع الزوائد
۱۳ الترغیب والترھیب
۱٤ عرفانِ محبت
۱۵ ترجمان السنۃ
۱٦ مراقی الفلاح
۱۷ جمع الفوائد
۱۸ تیسر الباری
۱۹ بستان المحدثین
۲۰ نیل الاوطار
۲۱ الاشاعۃ
۲۲ روح المعانی
۲۳ لامع الدراری شرح بخاری
۲٤ طیبی شرحِ مشکوۃ شریف

انتساب

ناکارۂ خلائق اپنی اس تالیف کو اولاً شیخ المشائخ قطب الاقطاب محدثِ دوراں عارفِ زماں حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کی دعائیں بچپن ہی سے بندہ کو حاصل رہی ہیں۔

ثانیاً میرے والد ماجد فانی فی اللہ عاشق رسول اللہ ﷺ **حضرت اقدس مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحبؒ** کی طرف منسوب کرنا اپنے لئے باعثِ سعادت تصور کرتا ہے جن کی مقبول دعاؤں اور توجہات کا یہ فیض ہے، اللہ پاک نے آپ کو اس قدر قبول فرمایا کہ ساری حیات مستعار امت کی صلاح وفلاح ان کی فکر میں گزار دی اور اخیر وقت میں بحالتِ منام رسولِ کریم ﷺ کا دیدار کرتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ثالثاً ان مقدس حضرات کے نام جن کی اس ناکارہ پر خصوصی توجہات رہی ہیں جن میں جامعِ شریعت وطریقت مفتی اعظم حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ۔

نمونۂ اسلاف عاشقِ الٰہی امام الاولیاء حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب مجددی

نقشبندی قدس سرہٗ العزیز۔

جامع علوم وحکم منبع الفیوض والبرکات شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم۔

نیز ماہر رموز معرفت آگاہ اسرار حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی دامت برکاتہم (مقیم حال انگلینڈ)۔

سید السادات حضرت مولانا محمود حسن صاحب خلیفہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ اور دوسرے اکابر ہیں اللہ پاک سب کو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائیں نیز مؤلف اوراس کی اولاد ومتعلقین کو اپنی رضا، نیز برکاتِ ظاہریہ وباطنیہ نصیب فرمائے! آمین یا رب العالمین

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ

خادم الحدیث والافتاء

۱۶/ ۴/ ۱۴۲۹ھ۔

پیشِ لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ربِ العَالمینَ الرَّحمٰنِ الرَّحیمِ مالكِ یومِ الدینِ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ علی سیدِ المرسلینَ، وعلیٰ آلِہٖ وأصحابِہٖ وأزواجِہٖ وأھلِ بیتِہٖ أجمَعِینَ، ومن تبعَھُم بِاِحسَانٍ اِلیٰ یومِ الدِّین۔ أما بعد۔

باری تعالیٰ عزاسمہ کے انعاماتِ جلیلہ ومقدسہ میں سے جو بندہ پر مسلسل بارش کی طرح برس رہے ہیں ان میں سے اشتغال بالحدیث بھی ہے اللہ پاک نے **والد ماجد فانی فی اللہ عاشق رسول اللہؐ حضرت مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحب رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً "بانی ومؤسس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ"** کی توجہات سے شروع ہی سے یہ سعادت میسر فرمائی دورانِ مطالعہ کچھ عدد والی احادیثِ شریفہ منتخب کرتا رہا جب ان کی ایک اچھی خاصی مقدار جمع ہوگئی تو تمنا ہوئی کہ کچھ تشریح وتوضیح کے ساتھ ان کو شائع کیا جائے ان احادیث مبارکہ کا انتخاب عدد کے اعتبار سے کیا گیا اس طرز کا انتخاب پہلے محدثین حضرات بھی کرتے آئے ہیں مگر اُردو میں اس طرز کا کوئی رسالہ میری ناقص نظر سے نہیں گزرا ہے اس کے انتخاب میں عوام اور واعظین کے لئے بیحد فائدہ ہے۔

عوام الناس کو پیارے رسول ﷺ کی پیاری باتیں سننے کا خوب موقع ہوگا اور واعظین اور مقررین کے لئے بھی ایک سہولت ہوگی اور ان کو امت تک احادیث شریفہ کے مضامین پہونچانے کا موقع ملے گا، ظاہر ہے کہ پیارے رسول ﷺ کے

ارشادات میں جو قیمتی اور مفید اور رضاءِ الٰہی کے اسباب و ہدایات و توجیہاتِ ربانیہ کا بیان ہوسکتا ہے وہ دوسری جگہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ارشادات نبویہ، مبارکہ کو سمجھنے سے منشاءِ الٰہی مرادِ ربانی تک وصول بہت آسان ہوجاتا ہے اور امت کا رشتہ اپنے رسول ﷺ سے ،زیادہ سے زیادہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے اور یہ ہی سب سے بڑی سعادت و برکت ہے اور یہی فلاحِ دارین کا اصلی ذریعہ ہے، رسولِ کریم ﷺ کے ارشادات پر عمل ہی اصل محبتِ رسول (ﷺ) ہے جیسا کہ خود حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنی مبارک زبان سے اس کو بیان فرمایا ہے کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ لازمی طور پر میری سنتوں سے محبت کریگا اور جو میری سنتوں سے محبت کریگا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا دیکھئے کتنی بڑی سعادت میسر آئے گی جس کے لئے ہر مؤمن تڑپتا ہے، اللہ پاک ان ارشادات کو ہماری کامل اصلاح کا ذریعہ بنائے اور زیادہ سے زیادہ عمل کرنے اور اشاعت کی توفیق بخشے۔

اس کتاب کی تالیف میں عزیزم مولوی مفتی عبدالحمید راجستھانی متعلم دارالافتاء اور دیگر طلبۂ دارالافتاء وعزیزم مخلصم مولانا عبد الواجد مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی نے بہت کوششیں کی ہیں اللہ پاک ان کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے اور دینی خدمات کے لئے قبول فرمائے۔ **آمین یارب العالمین۔**

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنه

۱۶/۳/۱۴۲۹ھ

محبوبنا و مرشدنا فانی فی اللہ عاشق رسول اللہؐ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ یاد الٰہی کے متعلق فرماتے ہیں:

اللہ نام تیرا میرے دل کی ہے دوا اللہ

حمد تیری اے خدائے لم یزل — ہے یہ اپنی زندگی کا ماحصل
توہی خالق ہے تو ہی خلاق ہے — تو ہی رب انفس وآفاق ہے
تیری قدرت کی نہیں کچھ انتہا — شکر تیرا کیا کسی سے ہو ادا
یا علیمُ یا سمیعُ یا بصیر — توہی قادر اور توہی ہے خبیر
نام تیرا میرے دل کی ہے دوا — ذکر تیرا روح کی میری شفا
یہ زمین وآسماں ، شمس وقمر — دیتے ہیں سب ذات کی تیری خبر
تو ہی مالک تو ہی رب العالمیں — تیرے در پر جھکتی ہے سب کی جبیں
شان تیری کون سمجھے گا بھلا — ابتداء تو ہی ہے تو ہی انتہا
تو ہی ہے مقصود تو ہی مدعا — جان ودل کرتا ہوں میں تجھ پر فدا
کید سے شیطان کے یارب چھڑا — اور شر ورِ نفس سے مجھ کو بچا

☆ یا الٰہی مجھ کو اب اپنا بنا☆

☆ کرلے تو مقبول احمد کی دعا☆

(۱)

ایک مضمون والی روایات:۔

فقط ایک کپڑے میں نماز پڑھنا:

(۱) عن أبي هُريرة أنَّ النَّبىّ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ قال لايُصَلِّىَ أحَدُكُمْ فى الثوبِ الواحِدِ ليس على عاتِقِهٖ شَيُئٌ۔

(رواہ البخاری، ص؍۵۲) باب اذا صلی فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقیہ۔

ترجمہ:

فرمایا حضرت نبی کریم ﷺ نے تم میں سے کوئی ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ کپڑے کا کچھ حصہ اسکے شانوں پر نہ ہو۔

تشریح:

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ اگر ایک ہی کپڑا میسر ہو نماز کیلئے تو اسکو اس طرح استعمال کرے کہ شانوں پر بھی کچھ حصہ ضرور ہو، شانے کھلے ہوئے نہ ہوں۔

خود حضرت نبی کریم ﷺ اگر ایک کپڑے میں نماز پڑھتے تو اسکا کچھ نہ کچھ حصہ اپنے شانوں پر ضرور کر لیتے تھے شانے خالی نہ رہتے تھے۔

نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ فقط ایک کپڑے میں نماز جائز ہے، مگر جبکہ اسکے پاس دوسرے کپڑے نہوں اور وہ اچھی مجلس میں لوگوں کے سامنے عمدہ لباس پہن کر جاتا ہو تو ایسی صورت میں فقط ایک کپڑے میں نماز مکروہ ہو جائیگی، کیونکہ اس نے دربارِ خداوندی میں حاضر ہونے کا اہتمام نہیں کیا ہے لاپرواہی اور سستی کی وجہ سے ایسا کیا ہے نہ کہ مجبوری کی وجہ سے۔

بہر حال دربارِ الٰہی میں حاضر ہونے کا اہتمام ضروری ہے اسی وجہ سے فقہاء کرامؒ نے فرمایا کہ تین کپڑے مستحب ہیں، کرتا، لنگی پائجامہ اور ٹوپی یارومال وغیرہ، جس قدر دربارِ الٰہی میں حاضری کیلئے ادب اختیار کریگا اسی قدر اللہ پاک کی طرف سے انعامات کی بارش ہوگی جب دنیا کے بڑے لوگوں کے پاس جانے کیلئے اچھا لباس اچھی حالت کا خیال رکھا جاتا ہے تو دربارِ ربانی میں حاضری کیلئے تو سب سے زیادہ باادب ہونا ضروری ہے۔

اللہ پاک نے قرآن کریم میں فرمایا:

يَا بَنِیۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلاَ تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۰ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیۤ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِیَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۰

پارہ نمبر ۸/سورۂ اعراف/رکوع/10/11.

ترجمہ:

اے اولادِ آدم لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور بیجا خرچ نہ کرو اسکو پسند نہیں آتے بیجا خرچ کرنے والے۔

اے نبی ﷺ آپ فرما دیجئے کہ کس نے حرام کیا اللہ پاک کی زینت کو جو اس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانیکی یہ نعمتیں تو اصل میں ایمان والوں کے واسطے ہیں دنیا کی زندگی میں اور خالص انہیں کے واسطے ہوں گی قیامت کے دن

اسی طرح مفصل بیان کرتے ہیں ہم آیتیں انکے لئے جو سمجھتے ہیں۔

تشریح:

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ معارف القرآن (ص۵۴۲ ج ۳/) میں فرماتے ہیں اے اولادِ آدم تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ نکلو، بیشک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے، زمانۂ جاہلیت کے عرب جیسا کہ بیت اللہ کا طواف ننگے ہوکر کرنے کو صحیح عبادت اور بیت اللہ کا احترام سمجھتے تھے اسی طرح ان میں یہ رسم بھی تھی کہ ایامِ حج میں کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے صرف اتنا کھاتے تھے جس سے سانس چلتا رہے خصوصاً گھی، دودھ اور پاکیزہ غذاؤں سے بالکل اجتناب کرتے تھے۔ (ابن جریر)

ان کے اس بیہودہ طریقۂ کار کے خلاف یہ آیت نازل ہوئی جس نے بتلایا کہ ننگے ہوکر طواف کرنا بے حیائی اور سخت بے ادبی ہے اس سے اجتناب کریں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی پاکیزہ غذاؤں سے بلا وجہ اجتناب کرنا بھی کوئی دین کی بات نہیں بلکہ اس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو اپنے اوپر حرام ٹھہرانا گستاخی اور عبادت میں حد سے تجاوز کرنا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے، اس لئے ایامِ حج میں خوب کھاؤ پیؤ، ہاں اسراف نہ کرو حلال غذاؤں سے بالکل اجتناب کرنا بھی اسراف میں داخل ہے، اور حج کے اصل مقاصد اور ذکر اللہ سے غافل ہوکر کھانے پینے ہی میں مشغول رہنا بھی اسراف میں داخل ہے۔

یہ آیت اگرچہ جاہلیتِ عرب کی ایک خاص رسم عریانی کو مٹانے کے لئے نازل ہوئی

ہے جس کو وہ طواف کے وقت بیت اللہ کی تعظیم کے نام پر کیا کرتے تھے لیکن ائمۂ تفسیر اور فقہاءِ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی حکم کے کسی خاص واقعہ میں نازل ہونے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ حکم اسی واقعہ کے ساتھ خاص ہے بلکہ اعتبار عمومِ الفاظ کا ہوتا ہے جو جو چیزیں ان الفاظ کے عموم میں شامل ہوتی ہیں سب پر یہی حکم عائد ہوتا ہے۔

نماز میں ستر پوشی کی اہمیت:

اسی لئے اس آیت سے جمہور صحابہ، تابعین اور ائمۂ مجتہدین نے کئی احکام نکالے ہیں اول یہ کہ اس میں جس طرح ننگے طواف کو منع کیا گیا ہے اسی طرح ننگے نماز پڑھنا بھی حرام اور باطل ہے کیونکہ حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ”الطواف بالبیتِ صلوٰۃٌ“ اس کے علاوہ خود اسی آیت میں جبکہ لفظِ مسجد سے جمہور مفسرین کے نزدیک مراد سجدہ ہے تو بحالت سجدہ عریانی کی ممانعت خود آیت میں صراحت سے آجاتی ہے اور جب سجدہ میں ممنوع ہوئی تو رکوع اور قیام وقعود اور نماز کے تمام افعال میں اس کا لازم ہونا ظاہر ہے۔

پھر رسول کریم ﷺ کے ارشادات نے اس کو اور بھی واضح کر دیا ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ کسی بالغ عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے جائز نہیں اور نماز کے علاوہ دوسرے حالات میں بھی ستر پوشی کا فرض ہونا دوسری آیات و روایات سے ثابت ہے جن میں سے ایک آیت اسی سورت میں گذر چکی ہے ”یٰا بَنِی آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ

لِبَاساً یُوَارِیْ سَوْآتِکُمْ وَرِیْشاً“

خلاصہ یہ ہے کہ ستر پوشی انسان کے لئے پہلا انسانی اور اسلامی فرض ہے جو ہر حالت میں اس پر لازم ہے نماز اور طواف میں بدرجۂ اولیٰ فرض ہے۔

نماز کے لئے اچھا لباس:

دوسرا مسئلہ اس آیت میں یہ ہے کہ لباس کو لفظ زینت سے تعبیر کر کے اس طرف بھی اشارہ فرما دیا گیا ہے کہ نماز میں افضل و اولیٰ یہ ہے کہ صرف ستر پوشی پر کفایت نہ کی جائے بلکہ اپنی وسعت کے مطابق لباسِ زینت اختیار کیا جائے۔

حضرت حسنؓ کی عادت تھی کہ نماز کے وقت اپنا سب سے بہتر لباس پہنتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جمال کو پسند فرماتے ہیں، اس لئے میں اپنے رب کے لئے زینت و جمال اختیار کرتا ہوں۔

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ” خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ“

اس آیت سے معلوم ہوا جیسا کہ نماز میں ستر پوشی کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے اسی طرح بقدرِ استطاعت صاف ستھرا، اچھا لباس اختیار کرنے کی فضیلت اور استحباب بھی ثابت ہوتا ہے۔ (معارف القرآن ص/۵۴۳، ج/۳)

نماز میں لباس کے متعلق چند مسائل:

تیسرا مسئلہ اس جگہ یہ ہے کہ ستر جس کا چھپانا انسان پر ہر حال میں اور خصوصاً نماز و طواف میں فرض ہے اس کی حد کیا ہے؟ قرآن کریم نے اجمالاً ستر پوشی کا حکم دے کر اس کی تفصیلات کو رسول اللہ ﷺ کے حوالہ کیا آپ ﷺ نے تفصیل کے ساتھ ارشاد فرمایا: کہ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک اور عورت کا ستر سارا بدن ہے صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور قدم مستثنیٰ ہیں۔

روایاتِ حدیث میں یہ سب تفصیل مذکور ہے مرد کے لئے ناف سے نیچے کا بدن یا گھٹنے کُھلے ہوں تو ایسا لباس خود بھی گناہ ہے اور نماز بھی اس میں ادا نہیں ہوتی اسی طرح عورت کا سر، گردن، یا بازو، یا پنڈلی کھلی ہوئی ہو تو ایسے لباس میں رہنا خود بھی ناجائز ہے اور نماز بھی ادا نہیں ہوتی۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس مکان میں عورت ننگے سر ہو وہاں نیکی کے فرشتے نہیں آتے، عورت کا چہرہ اور ہتیلیاں اور قدم جو ستر سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے، اس کے یہ معنی ہیں کہ نماز میں اس کے یہ اعضاء کھلے ہوں تو نماز میں کوئی خلل نہیں آئیگا، اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ محرموں کے سامنے بھی وہ چہرہ بغیر شرعی عذر کے کھول کر پھرا کریں، یہ حکم تو فریضۂ ستر کے متعلق ہے جس کے بغیر نماز ہی ادا نہیں ہوتی، اور چونکہ نماز میں صرف ستر پوشی ہی مطلوب نہیں بلکہ لباس زینت اختیار کرنے کا ارشاد ہے اس لئے مرد کا ننگے سر نماز پڑھنا یا مونڈھے یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، خواہ قمیص ہی نیم

آستین ہو یا آستین چڑھائی گئی ہو بہر حال نماز مکروہ ہے اسی طرح ایسے لباس میں بھی نماز مکروہ ہے جس کو پہن کر آدمی اپنے دوستوں اور عوام کے سامنے جانا قابلِ شرم و عار سمجھے، جیسے صرف بنیان بغیر کُرتے کے اگر چہ پوری آستین بھی ہو یا سر پر بجائے ٹوپی کے کوئی کپڑا یا چھوٹی دستی، رومال باندہ لینا کہ کوئی سمجھدار آدمی اپنے دوستوں یا دوسروں کے سامنے اس ہیئت میں جانا پسند نہیں کرتا تو اللہ رب العالمین کے دربار میں جانا کیسے پسندیدہ ہوسکتا ہے؟؟؟ سر، مونڈھے، کہنیاں کھول کر نماز کا مکروہ ہونا آیت قرآنی کے لفظِ زینت سے بھی مستفاد ہے اور رسولِ کریم ﷺ کی تصریحات سے بھی، جس طرح آیت کا پہلا جملہ جاہلیتِ عرب کی رسمِ عریانی کو مٹانے کے لئے نازل ہوا مگر عمومِ الفاظ سے اور بہت سے احکام و مسائل اس سے معلوم ہوئے۔

اسی طرح دوسرا جملہ '**وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا**' بھی اگر چہ جاہلیتِ عرب کی اس رسم کو مٹانے کے لئے نازل ہوا کہ ایامِ حج میں اچھی غذا کھانے پینے کو گناہ سمجھتے تھے، لیکن عمومِ الفاظ سے یہاں بھی بہت سے احکام و مسائل ثابت ہوتے ہیں۔

(معارف القرآن ص/۵۴۴، ج/۳)

ایک دن کا اللہ کے راستہ میں روزہ رکھنا:

(۲) عن أبی سعیدٍؓ قال سَمِعۡتُ النَّبِیَّ۔صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ۔ مَنۡ صَامَ یوماً فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجۡهَهٗ عَنِ النَّارِسَبۡعِیۡنَ خَرِیۡفاً۔

(رواہ البخاری رص ۳۹۸رج ۱ر)

ترجمه:

حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص راہِ خدا میں ایک دن کا روزہ رکھے گا اللہ پاک اسکو 70 رستر سال کی مسافت کے بقدر جہنم سے دور کر دینگے۔

تشریح:

اس حدیث پاک میں راہِ خدا میں ایک دن کے روزہ کی فضیلت مذکور ہوئی ہے کہ اللہ پاک ایک دن کے روزہ کی برکت سے اسکو جہنم سے ۷۰رستر سال کی مسافت کے بقدر دور کر دینگے پھر جتنے زیادہ روزے رکھے گا اسی قدر جہنم سے دور ہوتا چلا جائیگا۔

کیونکہ یہاں راہِ خدا سے مراد جہاد ہے عموماً فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس روایت کو کتاب الجہاد میں ذکر کیا ہے ایک تو جہاد کی مشقت، دوسرے روزے کی تکلیف، اس لئے ثواب بھی زیادہ ہوجائیگا نیز جتنے زیادہ روزے رکھے گا اسی قدر ثواب میں زیادتی ہوتی چلی جائیگی لیکن عین جہاد وقتال اور مقابلہ کے ایام میں اگر روزہ رکھنے سے مجاہد کو ضعف محسوس ہو تو اس وقت روزہ

نہ رکھنا بہتر ہوگا کیونکہ اس وقت کفار سے مقابلہ اہم بات ہے حتی کہ فرض روزہ بھی اسوقت نہ رکھے تو شرعاً رخصت ہے چاہے یہ مقابلہ اسکے شہر میں حالت حضر میں ہی کیوں نہ ہو رہا ہو۔ دیکھئے: (ترمذی باب ماجاء فی الرخصۃ للمحارب فی الافطار۔ (رص ۱۵۲رج ۱ر)

صرف ایک انگلی سے اشارہ کرنا:

(۳) عَنۡ أبي هُريرةؓ قال اِنَّ رَجُلًا کَانَ یَدۡعُوبِاِصۡبَعَیۡهِ فَقَالَ رُسُوۡلُ اللّٰهِ۔صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ۔ اَحِّدۡ أَحِّدۡ۔ (مشکوۃ ص ر۸۵ج ۱ر)

ترجمه:

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے تشہد میں اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ کیا کرتا تھا حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا صرف ایک انگلی سے اشارہ کرو۔

تشریح:

حضرت ابو ہریرہؓ مشہور ومعروف صحابی ہیں جن کو راویٔ اسلام کہا جاتا ہے اسلئے کہ تمام صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ آپ ہی کی روایات ہیں جنکی تعداد (۵۳۷۴) بتائی جاتی ہے قبیلۂ دوس سے تعلق کی وجہ سے دوسی کہلائے جاتے تھے۔ روایت کا مضمون واضح ہے کہ توحید کا اشارہ فقط ایک انگلی سے ہونا چاہئے جو شہادت کی انگلی کہلاتی ہے دو انگلیوں سے توحید کا اشارہ نہ ہوگا۔

کنز العمال کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت سعد تھے کیونکہ وہ خود

فرماتے ہیں کہ میں نے دوانگلیوں سے اشارہ کرلیا تھا تو حضرت رسولِ کریم ﷺ نے مجھے دیکھا اور یہ فرمایا کہ فقط ایک انگلی سے اشارہ کروتوحید کا اشارہ ہے اس کے لئے ایک ہی انگلی سے اشارہ مناسب اور موزوں ہے۔

نیز یہ بھی ثابت ہے کہ اشارہ در تشہد کرنا چاہئے چنانچہ فقہاء نے اس کو مسنون مستحب قرار دیا ہے اور اس کے سلسلہ میں ترمذی وغیرہ میں صاف روایات ہیں، کہ رسول کریم ﷺ اشارہ فرمایا کرتے تھے لہذا لا الہ کہنے کے وقت انگلی اٹھائے اور الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے، اس اشارہ سے مقصود قلب میں توحید کے مضمون کا استحضار کرنا ہے۔

☆ہاتھ میں لے کے محبت کا میں جام آیا ہوں☆

اہل ایماں کے لئے لے کے پیام آیا ہوں — ہاتھ میں لے کے محبت کا میں جام آیا ہوں
یہ پیام اپنا نہیں بلکہ خدا کا ہے پیام — سب سے پیارا جو ہے کرنے میں وہ کام آیا ہوں
یوں تو میں بندۂ مسکین ہوں عاجز ہوں مگر — بن کے میں سرور عالم کا غلام آیا ہوں
سوچکے آپ بہت ابتو ہوں بیدار جناب — آپ سے آپ کا بتلانے مقام آیا ہوں
دینے آیا ہوں میں توحید کی دعوت سب کو — اور مٹانے کیلئے شرک کا نام آیا ہوں
مال ودولت کی تمنا نہ صلہ کی پروا — لب پہ لیتا ہوا اللہ کا نام آیا ہوں
بات اپنی نہ کہوں گا نہ کسی غیر کی میں — میں سنانے کیلئے حق کا پیام آیا ہوں
مقتدی آپ ہوئے غیر کے اِنَّا للہ — یہ نہ سوچا کبھی بن کر میں امام آیا ہوں

دوستو شوق سے توحید کا اب جام پیو
یہی دیتا ہوا احمد میں پیام آیا ہوں

(۲)

دومضمون والی روایات:۔

دنیا کی محبت اور لمبی لمبی اُمیدیں:

(1)عن أبي هُريرةَ أنَّ النَّبِيَّ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ لَايَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيْرِ شَابّاًفِي اِثْنَيْنِ فِي حُبِّ الدُّنْيَا وَطُوْلِ الْأَمَلِ۔

(متفق علیہ مشکوۃ المصابیح ص ۴۹/۴۵۰، ج ۲/)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا بوڑھے کا دل ہمیشہ دو باتوں میں جوان (قوی) رہتا ہے ایک تو دنیا کی محبت میں اور دوسرے آرزو کی درازی میں (اور یہ دونوں باتیں ہی مضر ہیں کیونکہ دنیا کی محبت موت کو عزیز نہیں رکھنے دیتی اور آرزوئے درازیٔ عمر تاخیر عمل اور کوتاہی عمل کی مقتضی ہوتی ہے۔

تشریح:

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جس قدر انسان بوڑھا ہوتا رہتا ہے اسی قدر اس کا دل دنیا کی محبت اور شوق میں اور لمبی لمبی امیدوں میں مصروف ہوجاتا ہے اکثر انسانوں کا حال یہی ہوتا ہے اور کافر لوگ تو دنیا کی حرص اور طول امل میں بہت آگے ہوتے ہیں، ایمان والے جو اہل اللہ سے تعلق نہیں رکھتے انکے اندر بھی حُبِّ دنیا اور زیادہ سے زیادہ زندہ رہنے کا شوق ہوتا ہے۔

بخلاف اللہ والوں کے وہ اپنے اندر سے حُبِّ دنیا نکالنے کی پوری کوشش کرتے ہیں اور اللہ پاک کے وصال کے شوقین ہوتے ہیں، کہ انعاماتِ موعودہ کو حاصل کریں اور آخرت کا لطف لوٹیں۔

دونا گوار چیزیں، موت اور مال کی کمی:

(2)عَنْ مَحْمُوْدِبْنِ لَبِیْدٍ أَنَّ النَّبِیَّ۔ صَلیَّ اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ اِثْنَتَانِ یَکْرَھُھُمَا اِبْنُ اٰدَمَ یَکْرَہُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَیْرٌ لِلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَیَکْرَہُ قِلَّةَ الْمَالِ وَقِلَّةُ الْمَالِ أَقَلُّ لِلْحِسَابِ۔ (مشکوۃ المصابیح ص/۴۴۸ ج/۲)

ترجمہ:

حضرت محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا دو چیزیں ایسی ہیں جنکو ابن آدم (انسان) ناپسند کرتا ہے، حقیقت کے اعتبار سے وہ دونوں چیزیں بہت اچھی ہیں، چنانچہ انسان ایک تو موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت مؤمن کیلئے فتنہ سے بہتر ہے، دوسرے مال و دولت کی کمی کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مال کی کمی حساب کی کمی کا موجب ہے۔

تشریح:

محمود بن لبیدؓ نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے حبیب حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ انسان طبعی طور پر موت کو بُرا سمجھتا ہے اور زندگی کو بہت اچھا سمجھتا ہے حالانکہ بعض مرتبہ موت حیات سے بہتر ثابت ہوتی ہے خاص طور سے فتنوں کے زمانہ میں جبکہ کوئی آدمی اعمال صالحہ پر گامزن ہو اور اچھی ایمانی زندگی گزار رہا ہو تو مستقبل میں خوف رہتا ہے کہ معلوم نہیں آئندہ کیا ہوگا اور وہ ایمان اور اعمالِ صالحہ پر قائم رہ سکے گا یا نہیں تو اب موت **عَلَی الْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ** اس کیلئے بہتر ہے، فتنوں میں ابتلاء سے بچانے کی

وجہ سے، اور مال کی کمی کو انسان طبعی طور پر بُرا سمجھتا ہے حالانکہ مال کی کمی حساب کی کمی کا باعث ہوگی اور جتنا مال زیادہ ہوگا اسی قدر حساب بھی زیادہ ہوگا، اسی لئے فرمایا گیا ہے فقراء، اغنیاء سے پانچ سوسال پہلے جنت میں جائیں گے۔

لمبی خاموشی اور حسنِ اخلاق:

(3)عن أنسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ یَاأَبَاذَرٍ أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰی خَصْلَتَیْنِ هُمَا أَخَفُّ عَلَی الظَّهْرِ وَأَثْقَلُ فِي الْمِیْزَانِ قَالَ قُلْتُ: بَلٰی قَالَ طُوْلُ الصَّمْتِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ والّذي نَفْسِي بِیَدِہٖ مَاعَمِلَ الْخَلَا ئِقُ بِمِثْلِهِمَا۔ (مشکوۃ المصابیح ص/۴۱۵، ج/۲)

ترجمہ:

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذرؓ کیا میں تمہیں دو خصلتیں نہ بتادوں جو (مکلّف انسان کی پیٹھ پر یعنی اس کی زبان پر بہت ہلکی ہیں) لیکن اعمال کے ترازو میں بہت بھاری ہیں۔

حضرت ابوذرؓ نے بیان کیا میں نے (یہ سنکر) عرض کیا ہاں ضرور بتائیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی معرفت اور نظام قدرت میں غور وفکر کیلئے طویل خاموشی اور خوش خلقی، قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مخلوق کیلئے دونوں خصلتوں سے بہتر کوئی کام نہیں ہے۔

تشریح:

حضرت انسؓ خادمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں دس سال خدمت بابرکت میں رہے اور خوب فیض یاب ہوئے کہتے ہیں کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ ابوذر کیا تمکو دو باتیں نہ بتلاؤں جو آسان ہیں عمل کے اعتبار سے اور ثواب بہت زیادہ ملے گا جبکہ میزان اعمال میں انکا وزن ہوگا۔

(1) طویل خاموشی اور دوسری شئے ہے اچھے اخلاق و عادات خاموشی کے عالم میں تفکر فی مصنوعات اللہ تعالیٰ کا موقع بہت ملتا ہے، تفکر فی ایام اللہ کرو کس طرح امتوں پر عذاب آیا اور کن کو نجات اور نعمت سے نوازا گیا تا کہ عبرت حاصل ہو بصیرت کی آنکھ کھلے۔

(2) آپ ﷺ خود بھی دراز خاموشی اختیار کرنے والے تھے اس درمیان آپ ﷺ اللہ پاک کی نشانیوں میں غور و فکر کرتے تھے یہ تفکر بڑی عبادت ہے اس تفکر سے معرفت کے ابواب کھلتے ہیں یہی تفکر عارفین کا طریقہ ہے اور دوسری شئی حسن خُلق ہے اچھے اخلاق سے لوگوں سے پیش آنا، جس سے دین اور دنیا کے کام آسان ہو جاتے ہیں اور دنیوی اور اخروی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

مال کی حرص اور عمر کا شوق:

(4) **عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيَّ۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ يَهْرَمُ اِبْنُ اٰدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اِثْنَانِ اَلْحِرْصُ عَلَىٰ الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَىٰ الْعُمُرِ۔**

(متفق علیه مشکوۃ المصابیح ص/۴۴۹ ج/۲)

ترجمہ:

حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا انسان خود تو بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس میں دو چیزیں جوان اور قوی ہو جاتی ہیں ایک تو مال (جمع کرنے) کی حرص اور دوسرے درازئ عمر کی آرزو۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:

حضرت نبی کریم ﷺ نے انسان کی فطرت کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے اس کے مزاج میں مال کا شوق اور زندگی کی حرص بہت زیادہ پائی جاتی ہے، پہلی چیز مال کی حرص اگر بے جا طور پر ہو کہ آدمی ہر وقت مال کی فکر میں لگا رہے اور حرام و حلال کی تمیز بھی نہ کرے (انجام سے) غافل ہو جائے تو نہایت غلط شئی ہے۔

چنانچہ قربِ قیامت میں لوگوں پر مال کمانیکا ایسا ہی بھوت سوار ہو جائیگا کہ حلال وحرام کی تمیز نہ کریں گے اور یہ مضمون بخاری شریف کی ایک روایت میں صاف واقع ہوا ہے، ضروریاتِ زندگی کی وجہ سے مال کمانا اور انکی تکمیل کرنا شرعاً مذموم نہیں ہے مذموم وہ غلط طریقہ سے کمانا ہے اور بہت زیادہ انہماک ہے کہ اعمالِ صالحہ سے غفلت

پیدا ہو جائے اور عمر لمبی ہونے کا شوق اگر اس لئے ہے تا کہ دنیا کے مزے دیر تک حاصل کرے تو غلط ہے اور اگر دین کی خدمت کے جذبہ سے ہو تو مذموم نہیں ہے۔

والدین جنت کے دروازے ہیں:

(5)عَنْ اِبْنِ عَبَاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔مَنْ أَصْبَحَ مُطِیْعاً لِلّٰہِ فِیْ وَالِدَیْہِ أَصْبَحَ لَہٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّۃِ وَاِنْ کَانَ وَاحِداً فَوَاحِداً وَمَنْ أَصْبَحَ عَاصِیاً لِلّٰہِ فِیْ وَالِدَیْہِ أَصْبَحَ لَہٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ النَّارِ اِنْ کَانَ وَاحِداً فَواحِداً قَالَ رَجُلٌ وَاِنْ ظَلَمَاہُ قَالَ وَاِنْ ظَلَمَاہُ وَاِنْ ظَلَمَاہُ وَاِنْ ظَلَمَاہُ ۔ (مشکوۃ ص ۴۲۱ ج ۲)

ترجمہ:

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ ماں باپ کے حق میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والا ہے (یعنی ماں باپ کے حقوق ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی ہے) تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور اگر اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک زندہ ہو کہ جس کی اس نے اطاعت وفرمانبرداری کی ہے تو اس کے لئے جنت میں دو دروازے کھولے جاتے ہیں اور جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ ماں باپ کے حق میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی

کرنے والا ہے یعنی اس نے ماں باپ کے حقوق میں کوتاہی و تقصیر کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی ہے تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک زندہ ہو کہ جس کی اس نے نافرمانی کی ہے تو ایک دروازہ کھولا جاتا ہے یہ ارشاد سنکر ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم کریں، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اگر چہ وہ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں، اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں۔

تشریح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا اور ان کی نافرمانی کرنے سے اجتناب کرنا چونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اسلئے ان کی اطاعت وفرمانبرداری یا ان کی نافرمانی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری یا اسکی نافرمانی کرنا ہے اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں، حضور اکرم ﷺ کا اس جملہ کو تین بار فرمانا ماں باپ کی اطاعت وفرمانبرداری کی اہمیت کو ظاہر کرنے اور ان کے حقوق کو ادا کرنے کی تاکید کو زیادہ سے زیادہ شدت کے ساتھ بیان کرنے کی بناء پر تھا۔

تاہم واضح رہے کہ "ظلم" سے مراد وہ ظلم ہے جس کا تعلق دنیوی معاملات سے ہو نہ کہ دینی امور سے کیونکہ ماں باپ کی ایسی اطاعت وفرمانبرداری جائز نہیں ہے

جس سے دین کی مخالفت اور شرعی احکام ومسائل کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔

لہٰــــذا اگر ماں باپ کفر، شرک، بدعت اور حرام کاموں کا حکم کریں تو ان کی اطاعت حرام ہے، مسلمان ماں باپ تو ایسے کاموں کا حکم ہرگز ہرگز نہ کریں گے بلکہ اچھے کاموں کے لئے ہی کہیں گے جن کے کرنے سے دارین کی صلاح وفلاح حاصل ہو ان کاموں کو کرنا تو اس کیلئے عقلاً وشرعاً بھی ضروری ہوگا، والدین کے حقوق کی تفاصیل اللہ پاک نے ان آیات میں بیان فرمائی ہیں۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا •

وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا •

ترجمہ:

اور حکم کر چکا آپ کا رب کہ نہ پوجو اس کے سوائے اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اگر پہونچ جائے تیرے سامنے ایک ان میں سے بڑھاپے کو یا دونوں تو نہ کہہ انکو اُف (ہوں) اور نہ جھڑک انکو اور کہہ ان سے بات ادب کی۔

اور جھکا دے انکے آگے کندھے عاجزی کے ساتھ، نیازمندی سے اور کہہ اے

رب ان پر رحم کر جیسا کہ پالا انھوں نے مجھکو چھوٹا سا۔

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ وَھْنًا عَلٰی وَھْنٍ وَّفِصَالُہٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ •

ترجمہ:

اور ہم نے تاکید کر دی انسان کو اس کے ماں باپ کے واسطے، پیٹ میں رکھا اسکی ماں نے تھک تھک کر، اور دودھ چھڑانا ہے اسکا دو برس میں، کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی تک آنا ہے۔

والدین کی اطاعت کے بارے میں ارشاد باری ہے:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حُسْنًا وَاِنْ جَاھَدَاکَ لِتُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ •

ترجمہ:

اور ہم نے تاکید کر دی انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی سے رہنے کی اور اگر وہ تجھ سے زور کریں کہ تو شریک کرے میرا جس کی تجھ کو خبر نہیں تو انکا کہنا مت مان مجھی تک آنا ہے تمکو سو میں بتلا دوں گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَّوَضَعَتْہُ

كُرْهاً وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلاَثُونَ شَهْراً ۰ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي اِنِّي تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۰

ترجمہ:

اور ہم نے حکم کر دیا انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنیکا، پیٹ میں رکھا اسکو اسکی ماں نے تکلیف کے ساتھ اور جنا اسکو تکلیف سے اور حمل میں رہنا اسکا اور دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے یہاں تک کہ جب پہونچا اپنی قوت کو اور پہونچ گیا چالیس برس کو کہنے لگا اے رب میرے میری قسمت میں کر کہ شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر کیا اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ کروں نیک کام جس سے تو راضی ہو اور مجھکو دے نیک اولاد میری میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں ہوں حکم بردار۔

وہ دو عمدہ باتیں جنکی وجہ سے اللہ پاک بندے کو صابر وشاکر لکھتے ہیں:

(6) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ـ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.قَالَ خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِراً صَابِراً مَنْ نَظَرَفِى دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَفَوْقَهٗ فَاقْتَدٰى بِهٖ وَنَظَرَفِى دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَدُوْنَهٗ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِراً صَابِراً وَمَنْ نَظَرَفِىْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَدُوْنَهٗ وَنَظَرَفِىْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَأَسِفَ عَلٰى مَافَاتَهٗ مِنْهُ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ شَاكِراً وَلَا صَابِراً.

(ترمذی شریف رمشکوۃ ص ر۴۴۸ ج ر۲)

ترجمہ:

حضرت عمرو ابن شعیب اپنے والد وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا دو خصلتیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں پائی جاتی ہیں اسکو اللہ تعالیٰ صابر وشاکر قرار دیتے ہیں، ایک یہ کہ جب وہ شخص دینی معاملہ یعنی اچھے اعمال وعبادات قناعت واستقامت اور ریاضت ومجاہدہ کے اعتبار سے اس سے برتر ہو تو اس کو دیکھے اور اس کی اقتداء کرے یعنی اس کی دینی برتری وفضیلت سے اس طرح فیضان حاصل کرے کہ خود بھی علم وعمل کی راہ پر چلے طاعات وعبادات کی محنت ومشقت اور برائیوں سے اجتناب پر صبر واستقامت اختیار کرے اور جو دینی وباطنی کمالات پہلے فوت ہو چکے

ہیں ان پر تأسُّف کرے اور دوسرے یہ کہ جب اپنی دنیا کے معاملہ میں اس آدمی کو دیکھے جو مال و دولت، جاہ و منصب کے اعتبار سے اس سے کم تر ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے اور اسکا شکر یہ ادا کرے کہ اس نے اس آدمی پر فضیلت و برتری بخشی ہے، پس اللہ تعالیٰ اس شخص کو صابر و شاکر قرار دیتے ہیں، یعنی شاکر تو اس لئے کہ اس نے دنیاوی اعتبار سے اپنے سے کمتر شخص کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا اور صابر اس لئے کہ اس نے دینی اعتبار سے اپنے سے برتر شخص کو دیکھ کر اس سے رہنمائی اور فیضان حاصل کیا اور جو شخص ایسا ہو کہ جب وہ کسی ایسے شخص کو دیکھے جو اس کے دینی (یعنی اعمال صالحہ وغیرہ) کے اعتبار سے اس سے کمتر درجہ کا ہو تو اسکے تئیں عُجب و غرور و تکبر میں مبتلا ہو جائے اور جب کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو اسکی دنیا (یعنی جاہ و مال) کے اعتبار سے برتر ہو تو اس کے تئیں رشک وحسد اور حرص و خواہش میں مبتلا ہو جائے اور اس چیز (یعنی جاہ و مال) پر رنج و غم کرے جس سے وہ محروم ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ شانہ، نہ شاکر قرار دیتے ہیں اور نہ صابر۔

ترجمہ:

ایسے شخص کو نہ شاکر اور نہ صابر قرار دینے کا سبب یہ ہے کہ جن دو خصلتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے کسی ایک صفت کو بھی اس نے اختیار نہیں کیا بلکہ اس کے برخلاف اس نے خدا کی ناشکری کی اور زبان اور دل دونوں سے جزع و فزع اور شکوہ و شکایت کا مرتکب ہوا، حدیث پاک میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو صابر اور شاکر قرار دیتا ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو کامل مؤمن بنا دیتا ہے چنانچہ اس آیت "انَّ فی ذالک لآیا تٍ لِکُلِ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ" سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ

صابر و شاکر کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے جو کامل مؤمن ہو، نیز ایک حدیث میں یہ بھی فرمایا گیا ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایمان کے دو نصف ہیں اس کا ایک نصف صبر ہے اور ایک نصف شکر ہے گویا اپنے آپکو بُرائیوں سے روکنا صبر سے عبارت ہے اور ظاہری اعضاء کے ذریعہ طاعات کی بجا آوری شکر کے مفہوم میں ہے اور ظاہر ہے کہ جس بندے کی زندگی ان دونوں اجزاء کی تکمیل سے معمور ہو وہ کامل مؤمن ہوتا ہے۔

علماء اور لیڈر اگر صحیح ہو جائیں تو؟:

(7) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔اِثْنَانِ مِنَ النَّاسِ اِذَا صَلُحَاصَلُحَ النَّاسُ وَاِذَافَسَدَا فَسَدَ النَّاسُ اَلْعُلَمَاءُ وَالْاُمَرَآءُ۔ (مشکوۃ شریف)

ترجمہ:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول کریم ﷺ نے دو قسم کے آدمی ایسے ہیں جب وہ درست ہو جاتے ہیں تو سب درست ہو جاتے ہیں اور جب وہ بگڑ جاتے ہیں تو سب بگڑ جاتے ہیں (علماء اور امراء)۔

تشریح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سارے لوگوں کی اصلاح اور فساد کا مدار ان دونوں طبقات پر ہے۔

پہلا طبقہ :

علماء کا ہے، اگر علماء اپنے اقوال وافعال ومعاملات وکردار میں قوم کیلئے بہترین نمونہ پیش کریں تو سب لوگ ان کو دیکھ کر اتباع کریں گے اور اپنی اصلاح کی فکر کریں گے اور ان سے رہنمائی کریں گے اور نظامِ شریعت پر چلیں گے اور اگر ان کے اندر دینی بگاڑ پیدا ہو جائے ان کے اقوال وکردار میں خرابی ہو جائے تو اس سے عوام پر بہت برا اثر پڑتا ہے، وہ اور بھی زیادہ بے خوف ہو کر زندگی گزارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب مولوی لوگ ایسا کر رہیں ہیں اگر ہم کرلیں تو کیا حرج ہے؟ اس دور میں علماء کے ایک طبقہ میں بہت بگاڑ آرہا ہے! اور بہت تو دین ہی سے دور ہوتے جا رہے ہیں اور بہت سے لوگوں نے دین کو ذریعہ معاش کے طور پر اپنا لیا ہے حلال طریقہ سے کمانے کو معیوب سمجھتے ہیں اور خود پسندی میں اور علم کے غرور میں مبتلا ہیں اور حقیقی علم کے اثرات سے دور ہیں جس سے تقوی وخشیت، تواضع، اخلاق واخلاص جیسی عظیم صفات پیدا ہوتی ہیں جو اہل علم سے مقصود ہیں۔

دوسرا طبقہ:

امراء کا ہے (یعنی لیڈروں کا) اس دور میں ان میں سے اکثر کا حال بھی بہت خراب ہے وہ قوم کے حق میں مخلص نہیں ہیں صرف اپنے ذاتی مفاد کے لئے سیاست اور محنت کرتے ہیں، موقع پرستی ان کا طریقہ، حبِ دنیا اور مال کا جمع کرنا اور دنیوی طاقت کا حصول ان کا مقصدِ زندگی بن چکا ہے اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہیں۔

حالانکہ اللہ پاک نے ان کو ایک بہت شاندار موقعہ قوم کی خدمت کا دیا ہوتا ہے

اگر یہ لوگ مخلصانہ قوم کی خدمت کریں اور ساتھ ساتھ عبادت وریاضت بھی کریں تو یہ بڑے اولیاء اللہ میں شمار ہو سکتے ہیں کیونکہ خدمتِ خلق سے بڑھ کر کوئی شرافت نہیں ہے اور عبادتِ الٰہی سے بڑھ کر کوئی عزت نہیں ہے اور ان ہی دونوں چیزوں کے مجموعہ کا نام خلافتِ الٰہیہ ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ نے عالَم کی ذمہ داری کے بارے میں پانچ افراد کا ذکر فرمایا ان میں ان دونوں طبقات کے ساتھ ساتھ مجاہدین اور صوفیاء اور تُجّار بھی شامل ہیں، فی زماننا ان طبقات میں بھی جس درجہ کا خلوص درکار ہے وہ نہیں ہے تجارت کرنے والوں نے حلال وحرام کا امتیاز اٹھا کر رکھ دیا ہے آخرت کو سامنے رکھ کر تجارت نہیں کرتے اور نہ شرعی اُصولوں کو مدنظر رکھ کر معاملات انجام دیتے ہیں۔

حالانکہ حلال کے حصول میں تجارت کا بہت بڑا درجہ اور بہت بڑی حیثیت ہے اور تجارت شرعی طریقہ پر کی جائے تو وہ انبیاءؑ کا طریقہ ہے اور دین کا اہم جزء اور حصہ ہے، اور اس کے بڑے فضائل ہیں رسول کریم ﷺ نے سچے تاجر کیلئے جو امانت داری کے ساتھ موصوف ہو، اسکا انبیاءؑ کے ساتھ محشور ہونا ذکر فرمایا ہے۔

اے کاش ہمارے تُجّار فجّار بننے کے بجائے انبیاء کی معیت کا ذریعہ سمجھ کر تجارت کرتے اور اس کو قوم کی خدمت سمجھتے ہوئے کام کرتے تو دنیوی مفاد کے ساتھ ساتھ اُخروی مفاد بھی پاتے اور بلند ترین مقام حاصل کرتے جب کہ ایسے تاجروں کو جو تجارت کے ساتھ ذکر اللہ اور نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں اور دینی تقاضوں سے غافل نہیں ہوتے اللہ پاک ان کو رجال اللہ سے تعبیر فرماتے ہیں:

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بيعٌ عِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وِاِقَامِ الصَّلٰوةِوَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ. (سورۂ نور/۱۸)

ترجمہ:

وہ لوگ کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے اور نماز قائم رکھنے سے اور زکوۃ دینے سے ڈرتے رہتے ہیں اس دن سے جس دن میں اُلٹ دئے جائیں گے دل اور آنکھیں۔

تشریح:

اللہ کے رجال (مخصوص) لوگ وہ ہیں کہ تجارت و بیع اور دنیا کے مشاغل ان کو اللہ پاک کی یاد اور دینی تقاضوں سے غافل نہیں کرتے **الحمد اللہ** ایسے بھی ہیں جو ان آیات کا مصداق ہیں۔

صوفیاء کا طبقہ:

اس طبقہ نے ماضی میں قوم کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے تبلیغِ اسلام میں ان کا بہت بڑا حصہ اور دخل رہا ہے اور ان حضرات سے باطنی کمالات اور حقیقی اسلام کی تصویر لوگوں کے سامنے آئی اور یہ حضرات خلق اور خالق کے درمیان جوڑ کا بہترین وسیلہ اور ذریعہ ثابت ہوئے ان کے ذریعہ امت کو اللہ اور رسول کریم ﷺ کے ساتھ گہرا ربط حاصل ہوا مگر اس دور میں اس طبقہ میں ایک غیر مخلص طبقہ جس نے ریاضت و مجاہدہ نہیں

کیا اور نہ اپنی اصلاح کیلئے کسی صالح اور مصلح کے پاس وقت لگایا ہے، خود ساختہ بزرگ بنکر قوم کو گمراہ کر رہا ہے جن کے عقائد و اقوال اور افعال خود درست نہیں ہیں اور نہ ان کے اندر اصلاح کا جذبہ موجود ہے، محض تجارت کے انداز پر جمعِ مال اور حصولِ اقتدار کے جذبہ سے کام کر رہے ہیں اللہ پاک حفاظت فرمائے، اور صحیح افراد تک رسائی حاصل کر کے اپنی اصلاح کرنے کرانے کی توفیق بخشے۔

آمین یا رب العالمین

طبقۂ مجاھدین: اس طبقہ کے ذریعہ ماضی میں بہت اہم خدمات وقوع پزیر ہوئی ہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ دین کی ترقی اور عروج میں اس طبقہ کا بڑا اہم رُول اور خاص کردار رہا ہے، جب تک یہ حضرات مخلصانہ کام کرتے رہے دین کا دفاع اور مسلمانوں کی غیروں کے شر سے حفاظت اور صیانت ہوتی رہی ہے اور جب اس طبقہ نے اپنا کام چھوڑ دیا تو غیروں نے حملہ کر دیا ہمارے ملکوں کو چھین لیا اور ہماری تہذیب پر اپنی تہذیب کو مسلط کر دیا اور مسلمانوں کے عروج کو تنزل و ذلت کی داستان بنا دیا اللہ کرے کے پھر سے مخلص اور حقیقی روح رکھنے والا طبقہ پیدا ہو جائے اور کچھ کر دکھائے۔

وہ دو باتیں جو جنت اور جہنم کا سبب ہیں:

(8)عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ثِنْتَانِ مُوْجِبَتَانِ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاالْمُوْجِبَتَانِ قَالَ مَنْ مَاتَ یُشْرِكُ بِاللّٰہِ شَیْأً دَخَلَ النَّارَ،وَمَنْ مَاتَ لَایُشْرِكُ بِاللّٰہِ شَیْئاًدَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ (رواہ مسلم،مشکوۃ ص۱۵)

ترجمہ:

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول خداﷺ نے فرمایا دو چیزیں (جنت اور دوزخ کو)واجب کرتی ہیں ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ (جنت و دوزخ کو) واجب کرنے والی وہ دو باتیں کونسی ہیں آپ نے فرمایا پہلی بات تو یہ کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے کسی کو اللہ کا شریک ٹھیرا رکھا تھا تو وہ دوزخ میں جائے گا،اور دوسری بات یہ ہے کہ جس شخص کی وفات اس حال میں ہوئی کہ اس نے کسی کو اللہ کا شریک نہ کیا تو وہ جنت میں جائیگا۔

تشریح:

ان احادیث کا مطلب یہی ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان لایا اور اللہ کی وحدانیت اور اسکے ساتھ ساتھ رسول ﷺ کی رسالت کا عہد و اقرار کیا اور پھر اس عہد و اقرار کے تمام تقاضوں کو پورا کیا یعنی شریعت و دین کی پوری پوری پیروی کی اور پھر اسی اعتقاد واطاعت پر اسکی موت آئی تو وہ یقیناً جنتی ہے،اسکی نجات میں بظاہر کوئی شبہ نہیں ہوگا۔

لیکن اگر ایمان و اسلام کے بعد اس سے عمل کی کوتاہیاں سرزد ہوئیں یا شریعت پر عمل نہیں کیا مگر خاتمہ اس کا بھی ایمان پر ہوا تو اسکی بھی ابدی نجات تو یقیناً ہوگی لیکن اس سے دنیا میں جو کچھ بداعمالیاں ہوئیں یا گناہ سرزد ہوئے ان پر اسکو آخرت کی سزا بھگتنی ہوگی سزا کے بعد پھر ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل کر دیا جائیگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابدی نجات کا دارومدار ایمان پر ہے،اگر ایمان صحیح ہے اور اسی حالت میں موت واقع ہوئی ہے تو ابدی نجات میں کوئی شک نہیں اور اگر کسی نے شریعت پر عمل نہیں کیا،احکام خداوندی اور احکامِ رسول ﷺ کی پیروی نہیں کی تو اس پر سزا کا ہونا بھی یقینی ہے مگر اس سزا کا تعلق بھی ایک محدود مدت سے ہوگا سزا پوری ہونے کے بعد وہ بھی ابدی نجات سے نوازا جائیگا۔

بھر حال توحید،ایمان،اور اعمال صالحہ کے ذریعہ آدمی مستحقِ جنت بن جاتا ہے،کفر و شرک اور بُرے کاموں کے باعث آدمی جہنم کا مستحق بن جاتا ہے یہ مضمون بے شمار آیات سے مؤید ہے۔

اللہ پاک ارشاد فرمارہے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّا لِحَاتِ جَنَّا تٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَاالأَنْھَارُ اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ • (سورۂ حج پ۱۷)

ترجمہ:

یقیناً اللہ پاک اہل ایمان اور اعمالِ صالحہ کرنے والوں کو ایسے باغیچوں کے اندر داخل فرمائیں گے کہ جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، بے شک پروردگارِ عالم جو

چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

نیز ایک جگہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّا لِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْأُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْ مِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا • سورۂ نساء/پارہ ۵/آیت نمبر۱۲۴۔

ترجمہ:

اور جو نیک کام کریگا مرد ہو یا عورت حال یہ ہیکہ وہ مؤمن ہے تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اُن پر تل کے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

کفر اور معصیت پر وعید بیان کرتے ہوئے ارشاد باری ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقاً • إِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خَا لِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً وَكَا نَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْراً • سورۂ نساء آیت ۱۶۹۔

ترجمہ:

بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ پاک انکی مغفرت نہیں فرمائیں گے اور نہ انکو سیدھا راستہ دکھائیں گے، ہاں مگر جہنم کا راستہ جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر اس کام کا کرنا آسان ہے۔

دو قابلِ قدر نعمتیں:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ نعمتان مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثيرٌ من الناس الصحةُ والفراغُ۔

(بخاری وترمذی ص/۳۹)

ترجمہ:

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو نعمتیں ہیں کہ ان کے معاملہ میں بہت سے لوگ فریب اور ٹوٹا کھائے ہوئے ہیں (اور وہ دو نعمتیں یہ ہیں) تندرستی اور فراغت۔ (بخاری شریف)

تشریح:

مذکورہ دونوں چیزیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں ایک تو صحت وتندرستی یعنی جسم وبدن کا امراض سے محفوظ رہنا اور دوسری فراغتِ وقت یعنی اوقات کا غم روزگار کے مشاغل ومصروفیات اور منکرات وتشویشات سے فارغ وخالی ہونا، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں کو یہ دونوں نعمتیں عطا فرماتے ہیں ان میں سے بہت ہی کم ایسے ہوتے ہیں جو ان نعمتوں کی صحیح قدر کرتے ہیں زیادہ لوگ وہ ہیں جو ان کے منافع کو مفت میں گنوا دیتے ہیں اور ایسے لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو خرید وفروخت کے کسی معاملہ میں غفلت ونادانی کا شکار ہوکر دھوکا اٹھالیتا ہے اور اپنے مال وعزت کو مفت میں گنوا بیٹھتا ہے۔

اس حدیث شریف میں ایسے ہی لوگوں کے تئیں حسرت وافسوس کا اظہار ہے، جو ان نعمتوں سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھاتے یعنی نہ تو اپنی صحت وتندرستی کے زمانہ میں دین اور دنیا کی بھلائی کے کاموں کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں اور نہ فرصت کے اوقات کو غنیمت جان کران میں آخرت کے معاملات درست کرلینے کو دھیان دیتے ہیں۔

ھاں جب انکی صحت وتندرستی خراب ہوجاتی ہے دنیا بھرکی ذمہ داریاں گھیرلیتی ہیں مختلف اقسام کے فکرات ان کو لاحق ہوجاتے ہیں اورغم روزگار کی گردش ان کے اوقات کوطرح طرح کی مشغولیتوں اورتشویشوں میں جکڑ لیتی ہیں تب ان کوان نعمتوں کی قدر ہوتی ہے اور ان کو خیال آتا ہے کہ ہم نے کیسے بیش قیمت مواقع گنوادیئے، درحقیقت وہ اس قول کے مصداق بن جاتے ہیں، اورحقیقت میں نعمت کی سچی قدراس وقت ہوتی ہے جب وہ نعمت جاتی رہتی ہے اورملاعلی قاریؒ نے حدیث کی تشریح میں یہ لکھا ہے کہ اس ارشادگرامی کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگ ان نعمتوں کی حقیقی قدر نہیں کرتے یعنی اللہ تعالیٰ ان کو یہ نعمتیں عطافرماتا ہے تو وہ ان کے زمانہ میں ایسے کام نہیں کرتے جن کے وہ آخرت میں محتاج ہونگے اور پھروہاں نادم ہونگے ہم نے دنیا میں اپنی عمرکے ان بیش قیمت اوقات کوکس طرح ضائع کردیا۔

حالانکہ اس وقت ان کی وہ ندامت ان کوکوئی فائدہ نہیں پہنچا ئیگی جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے، ذَالِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ،اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخرت میں اہل جنت اگرکسی بات پرحسرت وافسوس کرینگے توان لمحات پرکرینگے جوانہوں نے دنیا

میں اس طرح گزاردیئے ہونگے ان میں انہوں نے اللہ کو یادنہیں کیا ہوگا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کثیر یاد کے بغیرزندگی ناقص اورادھوری ہے تمام اکابر،اعلامِ امت نے کثرت ذکراللہ اورتقوی نیز اعمال صالحہ کی ترغیب دی اور بہت زیادہ تحریض کی اللہ پاک انکے درجات بلندفرمائے اورہمیں انکے طرز پرچلنے کی توفیق میسرفرمائے!

اللہ کے یہاں دو پیارے کلمے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِيْ الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ. (بخاری شریف)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو خداوندکریم کو بہت پسند ہیں اورزبان پر ہلکے ہیں اوراعمال کے ترازو میں بوجھل اور وزنی ہونگے وہ کیا ہیں **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم**.

فائدہ:

اس حدیث پاک میں ان کلمات کو پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور یہ بتانا ہے کہ ان کا پڑھنے والا اللہ پاک کو بہت محبوب ہوجائے گا کیونکہ یہ کلمات اللہ پاک کومحبوب ہیں۔

نیز دوسری احادیث شریفہ میں تسبیح وتہلیل کے فضائل کثیر تعداد میں وارد ہوئے ہیں چندروایات پیش کی جاتی ہیں۔

عن سمرة بن جندبٍ قالَ قالَ رَسُولُ اللّٰهِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَفْضَلُ الْكَلَامِ أَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ.

وَفِیْ رِوَايَةٍ:

أَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ أَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ. (رواہ مسلم، مشکوۃ ص/۲۰۰، ج/۱)

ترجمه:

حضرت سمرہ ابن جندب کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا انسان کے کلام میں سب سے بہتر کلام چار ہیں اوروہ یہ ہیں سبحان اللّٰہ (اللہ بہت پاک ہے) الحمد للّٰہ (تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں) لا الٰہ الااللّٰہ (اللہ کے سواء کوئی معبودنہیں) اللّٰہ أکبر (اللہ بہت بڑا ہے)۔

ایک روایت میں ہیکہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلمے چار ہیں (۱) سبحان اللّٰہ (۲) الحمد للّٰہ (۳) لا الٰہ الااللّٰہ (۴) اللّٰہ أکبر ان میں سے کسی بھی کلمے سے شروع کرنا تمہارے لئے نقصان دہ نہیں۔

فائدہ:

اس حدیث پاک سے بھی ان مقدس کلمات کے پڑھنے کی ترغیب مقصود ہےاور یہ بتانا ہے کہ یہ کلمات بہت ہی پیارے اورمحبوب کلمات ہیں کیونکہ انہیں سے اللہ پاک کی

ذات کی پاکیزگی، تعریف، بڑائی، اور کبریائی، عظمت کا اظہار ہوتا ہے اور یہی تخلیق انسان وجنات سے مقصود ہے۔

عَنْ أبي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لأنْ أقولَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ وَلَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ أَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ. (رواہ مسلم، مشکوۃ شریف ص/۲۰۰، ج/۱)

ترجمه:

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا سبحان اللّٰہ و الحمد للّٰہ و لا الہ الا اللّٰہ و اللّٰہ أکبر کہنا بلاشبہ میرے نزدیک اس چیز سے جس پر آفتاب طلوع ہوتا ہے (یعنی دنیا اور دنیا کی چیزوں سے) زیادہ پسندیدہ ہے۔

فائدہ:

دیکھئے اس حدیث شریف میں ان کلمات کی کس قدر فضیلت ہے کہ فرمایا جارہا ہے کہ یہ کلمات ساری کائناتِ فانی سے بہتر ہیں کیونکہ یہ باقی رہنے والے ہیں۔

جیسا کہ باری تعالیٰ عزاسمہ ارشادفرماتے ہیں:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًاوَّ خَيْرٌ أَمَلاً. میں یہی مراد ہیں اگرچہ بعض مفسرین کےقول کے مطابق ہرعمل صالح اس میں داخل ہے۔

مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والے نیک کلمے تیرے

رب کے پاس بہتر ہیں ثواب وبدلہ کے اعتبار سے اور امید کے اعتبار سے یعنی ان کا بدلہ بہت زیادہ اور بہتر ہوگا اور یہ ذریعہ بنتے جاتے ہیں۔

جنت میں درختوں اور باغوں اور محلّات کا تیار ہونا جیسا کہ ایک روایت میں ان کو **غراس الجنة** فرمایا گیا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰه وَبِحَمْدِهٖ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ.

(مشکوۃ شریف ص ۲۰۰، ج ۱)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی دن 100 / سومرتبہ **سبحان اللّٰہ و بحمدہ** پڑھا تو اسکے گناہ ختم کردئے جاتے ہیں اگر چہ وہ دریا کے جھاگ کی مانند (یعنی کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔

تشریح:

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ سو ۱۰۰ / مرتبہ چاہے تو کئی مرتبہ کرکے پڑھا جائے چاہے دن کے ابتدائی یا آخری حصہ میں ایک ہی دفعہ میں پڑھ لیا جائے دونوں طرح درست ہے لیکن افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ دن کے ابتدائی حصہ میں ایک ہی دفعہ میں پڑھ لیا جائے۔

فائدہ:

دیکھئے ان کلمات مبارکہ کی کتنی زبردست فضیلت وثواب ہے کہ ایک تسبیح ہر دن

پڑھنے سے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اگر چہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

وَعَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ وَحِيْنَ يُمْسِي سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِأَةَ مَرَّةٍ لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِهٖ اِلَّا أَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَاقَالَ أَوْ زَادَ عَلَيْهِ.

(مشکوۃ شریف ص ۲۰۰، ج ۱)

فائدہ:

حضرت ابوہریرہ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے صبح کے وقت اور شام کے وقت ۱۰۰ / سومرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہا تو قیامت کے دن کوئی شخص اس عمل سے بہتر کوئی عمل نہیں لائے گا علاوہ اس شخص کے جس نے اسکی مانند یا اس سے زیادہ کہا۔

فائدہ:

اس روایت میں کتنی عظیم فضیلت اور بشارت دی گئی ہے ان مقدس کلمات **سبحان اللہ وبحمدہ** پڑھنے کی کہ ایک تسبیح صبح وشام پڑھنے کا عمل اسقدر اونچا ہے کہ اس کے پڑھنے والے سے افضل دوسرا کوئی نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ بھی عمل کرنے والا ہر روز اضافہ کرنے کے ساتھ وہاں دربار الٰہی میں حاضر ہو۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ . صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكْسِبَ كُلَّ يَوْمٍ أَلْفَ مائة حَسَنَةٍ

فَسَأَلَهُ مِنْ جُلَسَآئِهٖ كَيْفَ يَكْسِبُ أَحَدُنَا أَلْفَ حَسَنَةٍ قَالَ يُسَبِّحُ تَسْبِيْحَةً فَيُكْتَبُ لَهُ أَلْفُ حَسَنَةٍ أَوْيُحَطُّ عَنْهُ أَلْفُ خَطِيْئَةٍ۔

(مشکوۃ شریف ص۲۰۰،ج۱)

ترجمہ:

حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ ایک دن جب کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات پر قادر نہیں کہ ہر روز ایک ہزار نیکیاں حاصل کرے، مجلس میں موجود صحابہؓ میں سے ایک صحابیؓ نے پوچھا ہم میں سے کوئی شخص (روزانہ) ایک ہزار نیکیاں کس طرح حاصل کرسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایک سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھ لے اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیگی، یا اس کے ایک ہزار گناہ دُور کئے جائینگے۔

تشریح:

اَوْیُحَطُّ کے پیشِ نظر تو حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ دونوں میں سے کوئی ایک بات ہوتی ہے یا تو ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں یا ایک ہزار گناہ دُور کئے جاتے ہیں جبکہ ویحط کی صورت میں یہ معنی ہونگے کہ ایک ہزار نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں اور ایک ہزار گناہ بھی دُور کئے جاتے ہیں۔

وَعَن أَبي ذرٍّ قَال سُئِلَ رسولَ اللّٰه أيُّ الكلامِ أَفْضَلُ قَالَ مَااصْطفَى اللّٰهُ لِمَلآئِكَتِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔ (مشکوۃ شریف ص۲۰۰،ج۱)

ترجمہ:

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا کلام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کلام جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لئے چُن لیا ہے اور وہ یہ ہے **سبحان اللّٰہ وبحمدہ**۔

فائدہ: دیکھئے یہ مقدس کلمات پڑھنے کیلئے اللہ پاک نے فرشتوں کو بھی حکم دیا ہے لہذا ہمیں کس قدر پڑھنا چاہئے اور جو اوراد و وظائف احادیثِ شریفہ میں وارد ہوئے ہیں ان کے لئے کسی شیخ کی اجازت ضروری نہیں ان کی اجازت سب سے بڑے شیخ اور سب سے بڑے نبی ﷺ کی طرف سے پہلے ہی دی جا چکی ہے۔

ہاں مشائخ کی صحبت اور توجہ سے ان میں برکت اور قربِ الٰہی کی خاص کیفیت منتقل ہوتی ہے اس وجہ سے اپنے آپ کو کسی بزرگ سے منسلک کرلینا چاہئے پھر زیادہ فائدہ ہوگا۔

عَنْ جُوَيْرِيَةَ قالت أَنَّ النبيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. خَرَجَ مِنْ عِنْدِ هَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلىّ الصُّبْحَ وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ قَالَ مَازِلتِ عَلى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ: قَالَ النَّبِيُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَوْوُزِنَتْ بِمَاقُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔

(مشکوۃ شریف ص۲۰۰،ج۱)

ترجمہ:

حضرت جویریہؓ سے منقول ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ صبح کے وقت نماز فجر کے لئے ان کے پاس سے نکلے اور وہ اپنے مصلیٰ پر بیٹھی ہوتی تھیں جب رسول کریم ﷺ چاشت کے وقت واپس تشریف لاتے وہ اپنی جگہ یعنی مصلیٰ پر بدستور بیٹھی ہوتی تھیں آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر ان سے فرمایا کہ جس حالت میں میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا اسی طرح مسلسل بیٹھی ہوئی ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمے تین مرتبہ کہے ہیں، اگر ان کو اس چیز سے تولا جائے جسکو کہنے میں تم ابتدائے دن (شروع دن) سے اب تک مشغول رہی ہو تو یقیناً چار کلمے اس چیز پر بھاری رہینگے، وہ چار کلمے یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔

ترجمہ:

اس حدیث میں بھی ان کلمات کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے بہر حال اللہ پاک کی حمد وثناء تسبیح وتہلیل، اورتحمید وتکبیر، بہت ضروری ہے اس کی وجہ سے انسان پیدا ہوا ہے اللہ پاک ہمیں ان چیزوں کا وظیفہ کرنے کی توفیق بخشے۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہ (صاحبزادی نبی پاک علیہ السلام) نے آپ ﷺ سے خدمت کے لئے غلام طلب کیا۔آپ نے ارشادفرمایا پیاری بیٹی سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ کو ۳۳/۳۳ بار اور اللہ اکبر کو ۳۴ بار سوتے وقت پڑھ لیا کرو دن بھر کی سب تکان دور ہو جائے گی اس وظیفہ پر دونوں یعنی حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ نے زندگی بھر عمل کیا یہاں تک کہ یہ

تسبیحات حضرت علیؓ سے فقط ایک بار جنگِ صفین کے موقع پر ترک ہوئیں اسقدر مواظبت کی **اللہ اکبر** یہ تھا ان اکابر کا عمل اللہ پاک ہمیں بھی ان تسبیحات پر پورے طور سے عمل پیرا ہو نے کی توفیق بخشے۔

آمین یا رب العالمین۔

!!!بجھا دیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے!!!

اگر پابند ہم سب لوگ ہو جائیں شریعت کے
مزے لوٹا کریں دن رات دنیا ہی میں جنت کے

میں خود کہتا نہیں قرآن کہتا ہے مسلمانو
تمہیں وارث ہو دنیا کے تمہیں وارث ہو جنت کے

کتاب اللہ اور سنت پہ عامل اب تو ہو جاؤ
یہی ہیں بس یہی ہیں دوستو سامان قربت کے

الٰہی جلد وہ دن تو دکھا ہم کم نصیبوں کو
نشان باقی نہ رہ جائیں کہیں کفر و ضلالت کے

وہی اللہ والے ہیں محمدؐ کے ہیں شیدائی
فدائی ہیں دل و جاں سے جو آئین محبت کے

مزا کیا آئے گا ان کو بھلا لذات فانی میں
مزے جو لوٹتے رہتے ہیں قرآن کی تلاوت کے

لگا کر دل سنو حالات حضراتِ صحابہ کے
سخاوت کے، شجاعت کے، محبت کے، اطاعت کے

صداقت کے، دیانت کے، امانت کے، عبادت کے
چلو نقشِ قدم پر دوستو اخیارِ امت کے

رضی اللہ عنہم اور رضوا عنہ سے ہے ثابت
بلا شبہ یہ سب سلطاں ہیں اقلیمِ محبت کے

صحابہ کے مدارج سب سے اعلیٰ اور برتر ہیں
یہ سب ادنیٰ کرشمے ہیں محمدؐ کی اطاعت کے

درِ فردوس ان کو دیکھ کر کیوں کر نہ کھل جائے
مبارک ہو فدائی ہیں یہ دربارِ رسالت کے

شریعت کے مخالف جو طریقت ہے وہ باطل ہے
طریقت اور حقیقت دونوں خادم ہیں شریعت کے

یہ گلزارِ محبت ہے، خزاں اس میں نہ آئے گی
نمونہ لاکھ دکھلائے کوئی اپنی شقاوت کے

بحمد اللہ نہاں اشعار میں ہیں مقصد اعلیٰ
مسلمانو بنو پروانے پھر شمع رسالت کے

☆ تسلی ہم گنہگاروں کو حاصل ہو گئی احمد ☆

☆ بجھا دیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے ☆

از عرفانِ محبت

(۳)

تین مضمون والی روایات:۔

وہ تین جن کی مدد اللہ کے ذمہ ہے:

مکاتب، ناکح، مجاہد۔

(۱) عَنْ أبی هُرَيْرَةَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ۔صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ ثَلٰثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهمْ اَلْمُكَاتَبُ اَلَّذِیْ يُرِيْدُالْأَدَاءَ وَالنَّاكِحُ اَلَّذِیْ يُرِيْدُ الْعَفَافَ وَالْمُجَاهِدُ فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (مشکوۃ،ص/۲۶۷ج/۲)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں، جن کی مدد اللہ پر (اس کے وعدہ کے مطابق) ضروری ہے، ایک تو وہ مکاتب جو اپنا بدل کتابت اداء کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، دوسرا وہ نکاح کرنے والا شخص جو حرام کاری سے بچنے کی نیت رکھتا ہو اور تیسرا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا۔

تشریح:

اس روایت کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں جو مشہور صحابی ہیں راوی اسلام کہلاتے ہیں ۷ھ میں اسلام لائے تب سے برابر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے اپنے آپکو وقف کر دیا ہمہ وقت علمِ قرآن وحدیث میں مشغول رہتے تھے، روایات کا بہت بڑا ذخیرہ ان سے منقول ہے علمی اشتغال کے ساتھ عبادت اور ذکر اللہ کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے، ۱۲/ہزار تسبیحات روزانہ کا معمول تھا۔ (أمانی الأحبار)

ایک زمانہ میں حضرت ابو ہریرہؓ بحرین کے گورنر بھی رہے، امیر علاقہ ہونے کے

باوجود اپنا سامان خود اپنے سر پر لاد کر لایا کرتے تھے، بڑے کمالات واوصاف کے مالک تھےؓ، اور پانچ ہزار تین سو چوہتّر (۵۳۷۴) روایات آپ سے مروی ہیں ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین افراد کی نصرت ومدد کرنا اللہ پاک نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

مُکاتب یعنی وہ غلام جس کو اس کے آقاء نے کہا کہ میں تجھ کو آزاد کردوں گا اگر تم مجھ کو اتنے روپئے دیدو، غلام نے منظور کر لیا اس رقم کا نام بدلِ کتابت ہے اب یہ غلام اپنی آزادی حاصل کرنے کیلئے مال کماتا ہے اور اپنے آقاء کو دیتا ہے تو اللہ پاک ایسے شخص کی نصرت فرماتے ہیں جس کا ارادہ بدلِ کتابت ادا کرنے کا ہو اور وہ اس ظاہری آقاء کی غلامی سے نجات حاصل کر کے حقیقی آقاء ومولی کی خدمت کرنا چاہتا ہو، یہ صورت پہلے دور میں بکثرت پیش آتی تھی اب غلام وباندی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے اس وجہ سے یہ باتیں بھی لوگوں کو عجیب وغریب لگتی ہیں۔

نــاکح: دوسرا وہ شخص جو عفت وپاک دامنی کیلئے نکاح کا ارادہ رکھتا ہو مگر ظاہری اسباب اس کے پاس نہ ہوں ان اسباب کے حاصل کرنے کیلئے محنت کرے انشاء اللہ وہ اللہ پاک کی نصرت ومدد کا مظاہرہ پائے گا، اللہ پاک نیک لوگوں کے دلوں کو اس کی مدد کی طرف متوجہ کریں گے۔

مُجاھِد: وہ شخص جو اللہ پاک کے راستہ میں جہاد کرتا ہو، یہاں فی سبیل اللہ سے مراد کفار سے **اعلاء کلمۃ اللّٰہ** کیلئے قتال کرنا ہے، عموماً فی سبیل اللہ کا

مصداق نصوص (آیات و روایات) میں جہاد ہی ہوتا ہے چونکہ اسمیں سب سے بڑی قربانی دینے کا کام رہتا ہے یعنی جان اللہ پاک کے راستہ میں پیش کرنا اور دوسرے مقابل (کافر) کو ہلاک کرنا اب اس کو ہلاک کر بھی سکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دشمن اس کو شہید کردے۔

بھرحال یہ سب سے بڑی قربانی ہے جو خالص اللہ پاک کی رضا کیلئے دی جاتی ہے اس لئے اس کی نصرت و مدد اللہ پاک نے اپنے ذمہ لی ہے، بہت سے حضرات نے فی سبیل اللہ کے مصداق میں دوسری اور باتوں کو بھی شامل کیا ہے علم دین سیکھنے کیلئے جانا بھی فی سبیل اللہ کا مصداق ہے۔

چنانچہ روایت میں ہے: عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ .صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ

(رواہ الترمذی رمشکوۃ ص ر۳۴)

ترجمہ:

حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص علم حاصل کرنے کیلئے گھر سے نکلتا ہے وہ اللہ کے راستہ میں رہتا ہے یہاں تک کہ گھر واپس لوٹ جائے۔

تشریح:

حضرت امام بیہقیؒ نے (باب فی حقوق الاولاد) میں روایت نقل کی ہے کہ

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرات صحابہ کرام کے پاس سے گزرا اس کا حلیہ وصورت لوگوں کو اچھا لگا بعض لوگوں نے کہا کاش اگر یہ جہاد میں وقت لگاتا تو بہت اچھا ہوتا (جیسا کہ آج کل کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تبلیغ میں لگتا تو بہت اچھا ہوتا) واقعی اس کے نفع اور فائدہ سے انکار نہیں ہے مگر بعض لوگ فرض عین قرار دینے لگیں ہیں اور ہر شخص کے لگنے کو ضروری قرار دینے لگے، بلکہ اس کا ایمان ناقص مانتے ہیں، معلوم نہیں یہ ان اکابر اور بزرگوں کے بارے میں کیا عقیدہ رکھیں گے جنہوں نے اس مروج تبلیغ میں حصہ نہیں لیا یا وہ اس کے وجود سے پہلے اللہ پاک کو پیارے ہوگئے اور جو طبقہ اعتدال اور اصول کے ساتھ اخلاص، اخلاق کے ساتھ مشغول ہے وہ قابل تعریف ہے اور ایسے بھی بہت سے ہیں ان سے بہت فائدہ ہورہا ہے۔

بھرحال ان سب باتوں کی رسول کریم ﷺ کو خبر دی گئی تو حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص اپنے ضعیف ماں باپ کی خدمت کرتا ہے ان کیلئے مال کماتا ہے تو یہ اللہ کے راستہ میں ہی تو ہے؟ اور اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کیلئے کماتا ہے تو تب بھی اللہ کے راستہ میں ہے اور اگر یہ خود اپنے اوپر خرچ کرنے کیلئے حلال مال کماتا ہے تب بھی اللہ ہی کے راستہ میں ہے۔

حدیث کی عبارت اسطرح ہے:۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ مَرَّبِهِمْ رَجُلٌ فَعَجِبُوْا مِنْ خُلُقِهٖ فقالوا

لوكانَ هذا فی سبيلِ اللّٰهِ عزوجلَّ فأ تَوُاالنبیَّ۔ ﷺ أخبروه فقال النبيُّ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ان كا ن يَسَعُ علىٰ أبوينِ شيخينِ كبيرينِ فهو فی سبيلِ اللّٰهِ وان كا ن يسعُ علىٰ وَلَدِهٖ صبيةٍ فهو فی سبيلِ اللّٰهِ وان كان يسعُ علىٰ نفسِهٖ لِيَعِفُّها فهو فی سبيلِ اللّٰهِ عزوجلَّ۔ (بیہقی ص/۴۱۳/ج/۶)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ ہم (صحابہ) اپنے محبوب رسول کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے گھاٹی کے اوپر سے ایک صاحب نظر آئے جو نیچے اتر رہے تھے ہم نے اس نوجوان کی تعریف کی کہ اس نوجوان نے اپنی پوری قوت وطاقت کو اللہ کے راستہ میں لگا رکھا ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ کیا تم نے فی سبیل اللہ کا مصداق ایک ہی متعین کررکھا ہے یعنی جہاد، چونکہ اکثر جگہ نصوص میں وہی مراد ہوا ہے اس وجہ سے مجاہدین صحابہؓ کے دلوں میں اس کا تصور رہتا تھا۔

بھر حال رسول کریم ﷺ نے غلو پر نکیر فرمائی اور فرمایا من سعی علی الوالدین فھو فی سبیل اللّٰہ ومن سعی علیٰ عیا له ففی سبیل اللّٰه یعنی جو والدین کیلئے کمائے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے اور جو اپنے عیال بلکہ خود اپنے لئے کمائے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے۔

تشریح:

غور کیجئے کہ رسول کریم ﷺ اپنی امت کو عملی غلو کے ساتھ ساتھ فکری غلو سے بچانے کیلئے بھی کسقدر راہتمام فرماتے تھے حالانکہ آپ ﷺ نے خود کفار سے قتال کیلئے جہاد میں جانے کی ترغیبات کیلئے یہ لفظ بہت جگہ استعمال فرمایا ہے۔

امام ترمذی قدس سرہ نے ابواب فضائل الجہاد کے تحت تقریباً ۱۵ر مقامات پر یہ لفظ جہاد پر بولا ہے، ان تمام ابواب اور مقامات کے تحت جو روایات ذکر کی گئی ہیں ان تمام کا مصداق امام ترمذیؒ نے جو حدیث کے امام ہیں اور فنِ حدیث میں امام بخاری کے خلیفہ اور نائب ہیں، اسی چیز کو قرار دیا ہے، اسی طرح امام بخاریؒ نے اسی طرح دوسرے بزرگوں نے اس کا مصداق اسی کو قرار دیا ہے، اگرچہ امام بخاریؒ جمعہ کے جانے پر بھی فی سبیل اللہ کا اطلاق فرماتے ہیں فتاوی محمودیہ میں بہت سے مصداق بتائے ہیں۔

نیز: قرآن کریم میں جہاں قتال کے لفظ کے ساتھ یہ لفظ بولا گیا ہے وہاں کیا مراد ہے سوائے قتال مع الکفار کے، اس جگہ دوسری کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے خیر اگر آپ اس کو توسعاً کسی دوسری چیز پر بول رہے ہیں تو درست ہوسکتا ہے مگر اتنا خیال رکھئے کہ اصل مصداق باقی رہے اور اس سے ذھول نہو، قرآن پاک میں جہاں بھی قتال کے ساتھ یہ لفظ استعمال ہوا ہے ان تمام آیات میں فی سبیل اللہ کا مصداق سوائے جہاد کے اور کیا لیا جاسکتا ہے مگر اس دور مادّیت اور شر وفساد میں دینی

خدمات بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہوں وہ بھی بہت بڑا مجاہدہ اور محنت ہے اور عظیم ثواب ہے علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ لفظ فی سبیل اللہ شریعت کے عرف کے مطابق جہاد میں استعمال ہوتا ہے، علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ جب فی سبیل اللہ بولا جاتا ہے تو مراد جہاد ہوتا ہے۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا ہے فی سبیل اللہ سے مراد ہر طاعت ہے۔ علامہ ابن دقیق العیدؒ نے فرمایا کہ اکثر اس کا استعمال جہاد کیلئے ہوتا ہے، حج اور عمرہ، طلبِ علم، اور والدین کیلئے کمانا، اولاد اور خود اپنے لئے کمانا، جہاد، دین کی اشاعت کیلئے نکلنا، جمعہ، جماعت کیلئے نکلنا وغیرہ سب پر یہی بولا جاسکتا ہے مگر عموماً اس کا استعمال برائے جہاد ہوتا ہے اور جہاں قتال کے لفظ کے ساتھ ہے وہاں تو جہاد ہی متعین ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

پڑوسی کی تین اقسام:

عن جابر بن عبداللّٰہِ أنَّ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وَسَلَّمَ قال الجیرانُ ثلاثۃٌ جارٌله حقٌ واحدٌ، وھوأدنی الجیرانِ حقاً، وجارٌ له حَقَّانِ، وجارٌله ثلثۃُ حقوقٍ، وھو أفضلُ الجیرانِ حقاً فأماالجارُ الذی لَہٗ حقٌ واحدٌ فالجارُالمشركُ لارَحِمَ له وله حقُ الجوارِ، وأمَّا الذی له حَقَّانِ فالجارُ المسلمُ لارحمَ له وله حقُ الاسلامِ وحق الجوارِ، وأماالذی له ثلثۃُ حقوقٍ فجارٌ مسلمٌ ذورحمٍ له حقُ الاسلامِ وحقُ الجوارِ، وحق الرحمِ وأدنی حقِ الجوارِ أن لاتُؤذِیَ جارَكَ بقتارقدرك اِلاَّ اَنْ تَقْدَحَ لَہٗ مِنْھَا۔

(حلیۃ الاولیاء ص/۲۰۷، ج/۵)

ترجمہ:

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ پڑوسی تین طرح کے ہیں ایک وہ جس کا ایک حق ہے اور وہ سب سے ادنی درجہ کا پڑوسی ہے اور دوسرا وہ پڑوسی جس کے دو حق ہیں اور ایک وہ ہے جس کے تین حق ہیں اور یہ سب سے افضل پڑوسی ہے۔

بہر حال وہ جس کا ایک حق ہے وہ پڑوسی ہے جو مشرک ہو اور اس کے

ساتھ رشتہ داری بھی نہ ہو اس کا صرف ایک حق ہے پڑوسی ہونے کی وجہ سے۔

دوسرا وہ مسلمان پڑوسی ہے جس کے دو حق ہیں ایک مسلمان ہونے کی وجہ سے اور دوسرا پڑوسی ہونے کی وجہ سے۔

تیسرا وہ پڑوسی ہے جس کے تین حق ہیں مسلمان، رشتہ دار، قرابت دار، اسکا ایک حق ہے پڑوس کی وجہ سے دوسرا مسلمان ہونے کی وجہ سے اور تیسرا رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اور پڑوسی کا ادنی حق یہ ہے کہ اس کو تکلیف نہ دو گوشت بھوننے کی بو بھی اس کو نہ پہنچنے دو مگر یہ کہ ہانڈی میں سے اس کے یہاں پہنچاؤ۔

میرے بُزرگو: غور وفکر کرنے کا مقام ہے کہ اسلام نے پڑوسی کا کس قدر حق رکھا ہے یہاں تک کہ روایت میں ہے "مازال جبرائیل یوصي بالجار حتی ظننت أنه سیورثه" جبرئیل (علیہ السلام) برابر تاکید فرماتے رہے کہ یہاں تک کہ میں گمان کرنے لگا کہ اس کو میراث میں بھی حقدار بنا کے چھوڑیں گے۔

اس روایت میں غیر مسلم پڑوسی کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے اسلام کی نشر واشاعت، تبلیغ ودعوت کے نقطۂ نظر سے یہ پہلو بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے اخلاق سے مرعوب ہو کر وہ اسلام کے قریب آسکتا ہے اس

وجہ سے اس کے ساتھ حسنِ سلوک کی اور بھی زیادہ تاکید ہے اور مسلمان حق اسلام کی وجہ سے کہ اللہ پاک نے اس کو نعمت اسلام کے ساتھ ساتھ قرابت داری کے رشتہ میں بھی جوڑا ہے۔

بھر حال یہ حدیث اخلاقِ کریمانہ کے اسلام کی دعوت دیتی ہے حقوق میں اس کے ساتھ ملنا، سلام کلام کرنا، اس کے یہاں کبھی کبھی کچھ ہدیہ کے طور پر بھیجدینا اس کی عیادت کرنا وغیرہ سب شامل ہیں یعنی جو حسنِ سلوک کے اعتبار سے ضروری ہو ان سب کا حکم دیا گیا ہے۔

امانت، بِرِ والدین، عہد کی پاس داری:

عن میمونِ بنِ مهرانَ قال ثلاثٌ المؤمنُ والكافرُ فیهنَّ سواء الامانةُ تؤدیها اِلیٰ مَنْ ائتَمَنَكَ علیها من مسلمٍ أوكافرٍ، وبرُّالوالدین ،قال اللّٰهُ تعالیٰ وان جاهداكَ علیٰ أن تُشركَ بی مالیس لكَ بهٖ علمٌ فلا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفاً،والأمانةُ والعَهْدُ تَفِیْ بهٖ لِمَنْ عَاهَدْتَ من مسلمٍ أوكَافِرٍ۔ (حلیۃ الاولیاء ص/۸۷، ج/۴)

ترجمه:

حضرت میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں کہ تین معاملات میں مؤمن اور کافر برابر ہیں

(۱) امانت ادا کرو جس نے وہ تمہارے پاس رکھی ہو رکھنے والا مسلمان ہو یا کافر ہو۔

(۲) والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر والدین تجھے شرک کرنے پر مجبور کریں (جس پر منجانب اللہ کوئی دلیل نہیں ہے) تو ہرگز ان کی اطاعت مت کرنا مگر پھر بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

(۳) اور عہد وعدہ پورا کرو جس کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر ہو حضرت میمون بن مہرانؒ کبارِ تابعین میں سے ہیں ابوایوب کنیت ہے اہل جزیرۃ کے امام تھے بہت ہی عمدہ خصلتوں والے بزرگ تھے نیک صالح بلکہ صالحین کے امام تھے۔ (حلیۃ الاولیاء ص/۸۲، ج/۵)

حضرت میمون نے اپنے اس ارشاد میں بہت زبردست تین باتوں کا ذکر کیا ہے

(۱) امانت کی ادائیگی: (۲) والدین کے ساتھ حسنِ سلوک: (۳) عہد کو پورا کرنا: اور یہ فرمایا کہ امانت جس کی بھی ہو اس کو مالک تک پہنچادو چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر، مسلمان ہونے کی صورت میں خیانت کی برائی ظاہر ہے اور کافر ہونے کی صورت میں خیانت کا بہت نقصان ہے اس سے اس کافر پر یہ اثر واقع ہوگا کہ مسلمان کتنے بُرے ہوتے ہیں اس سے وہ خود اور جن کے سامنے ذکر کرے گا اسلام وایمان سے دور ہوتے جائیں گے اور یہ چیز اسلام کی اشاعت میں مانع بنے گی اس وجہ سے امانت حقدار شخص کو پہنچانا ضروری ہے۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوْا الاَمَانَاتِ اِلیٰ اَھْلِھَا" (سورہ نساء)

ترجمہ:

اللہ پاک نے تم کو حکم دیا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل ومستحق تک پہنچادو۔

اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد رسول کریم ﷺ نے بیت اللہ کی مفتاح وکلید سابق دربان عثمان بن طلحہؓ ہی کو عطا فرمائی:

اور فرمایا: ***خُذُوْھَا خَالِدَۃً تَالِدَۃً*** ہمیشہ تمہارے اور تمہارے خاندان میں ہی رہے گی۔

اور فرمایا ***خُذُوْھَا بِأمَانَۃِ اللّٰہِ*** یہ ارشادِ ربانی کس قدر اہم ہے کہ ان اللہ کے جملہ سے پہلے آمر کی عظمت کا ادراک وشعور کرایا گیا پھر مامور کی عظمت کا تاکہ اس میں تفریط پر جرأت نہ ہوسکے۔

پھر اسی آیت کریمہ میں آگے فرمایا ہے:

"وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعاً بَصِیْراً ○

یعنی جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو اللہ پاک تم کو اس بہترین بات کی نصیحت کرتے ہیں اور بیشک اللہ پاک بہت سننے اور دیکھنے والے ہیں۔

آیتِ کریمہ کس قدر جامع ہے کہ اِدھر امانت کی تاکید اور اُدھر انصاف کی تاکید کررہی ہے آج ان دونوں چیزوں پر بہت کم عمل ہو رہا ہے، امانت داری کا نقصان بلکہ فقدان ہوتا جارہا ہے اور عدل وانصاف کا، کتنے لوگ ہیں جو عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں۔

ایک طرف کی بات سن کر فیصلہ کرتے ہیں یا بدظن ہوجاتے ہیں اور پھر بدظنی سے بدکلامی پر اتر آتے ہیں اللہ پاک صحیح سمجھ نصیب فرمائیں۔

ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اندر وصف امانت اس قدر تھا کہ دشمنان اسلام بھی گواہی دیتے تھے، ابوسفیان ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے تو اس دوران ابوسفیان روم کے علاقہ میں گئے ہوئے تھے تو شاہِ روم نے انکو نبی پاک ﷺ کے متعلق کچھ باتیں دریافت کرنے کے لئے طلب کیا۔

کما ذکرہ صاحب ریا ض الصالحین، والجا مع الصحیح، قال هرقل فما ذا یأ مرکم یعنی النبی ﷺ قال أبوسفیان قلت: یقول: اُعبدوا اللّٰہ وحدہ لا تُشرکو ابه شیئاً واترکوا ما یقول آ با ئکم، ویأ مرنا با لصلاۃ، والصدق والعفاف، والصلة۔

(ریا ض الصالحین ۳۹ / متفق علیه بخاری /٤)

جب روم کے بادشاہ ہرقل نے ان سے معلوم کیا کہ وہ نبی تمکو کس کس بات کا حکم کرتے ہیں تو کہا کہ صرف اللہ پاک کی عبادت کرواسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھراؤ اور اُن چیزوں کو چھوڑ دو جنکا حکم تمہارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے، اور ہمکو حکم کرتے ہیں نماز کا سچائی کا اور عفت کا اور قرابت داری کا۔

مقامِ عبرت:۔

دیکھئے ابوسفیان اس قدر دشمنی کے باوجود کہ رسول پاک ﷺ کے خلاف تمام مشرکوں کی قیادت و سیادت کرتے رہے اور فتحِ مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے اور مسلمان ہونے کے بعد بہت ہی مخلص اور جانثار ثابت ہوئے اور بڑے کارنامے اسلام کی بلندی کیلئے انجام دیئے، رسول کریم ﷺ کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں وہی حقائق بیان کئے جو موجود تھے دشمنی اور کفر کے باوجود حضور پاک ﷺ کے بارے میں غلط باتیں منسوب نہیں کیں آج اپنے آپ کو علم وفضل کے ساتھ متصف سمجھنے والا طبقہ ہزاروں احسانات اور فائدے حاصل کرنے کے باوجود حسد کی آگ میں جب بغاوت پر اُترتا ہے تو کذب وافترا، تہمت، غیبت کے تمام ریکاڈ توڑ ڈالتا ہے، اور ان سب کو جائز سمجھتا ہے اور سارے احسانات کو بالائے طاق رکھ کر اس عداوت وبغض کا مظاہرہ کرتا ہے کہ **الامانُ والحفیظُ**، اللہ کی پناہ! اللہ کی پناہ!۔

بھــــر حـــــال اپنے بھی گواہی دیدیتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ امانت دار ہیں حضرت خدیجہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ پاک آپ کو ضائع نہیں کریں گے ''فَوَ اللّٰہِ اِنَّکَ لَتُؤَدِّیْ الْأَمَانَةَ وَتَصِلَ الرَحِمَ وَتَصْدُقُ الحدیثَ. (بخاری)

کہ بیشک امانت کو ادا کرنے والے ہیں اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں اور سچ بولنے والے ہیں۔

حضرت جعفر بن ابی طالب نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے سوال پر فرمایا کہ ہم لوگ بالکل بیکار تھے برائیوں میں مبتلا تھے ہر طرح کی گندگیاں تھیں یہاں تک کہ اللہ نے کرم فرمایا اور ہمارے اندر ایک نبی بھیجا جنکے حسب ونسب اور سچائی، امانت داری اور عفت کے اوصاف ہم سب کو معلوم ہیں۔ کذافی اخلاق الرسول ص ۵۴۰، ج ۲)

دوسری بات جو اس مقولہ میں فرمائی وہ ہے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک چاہے وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم چنانچہ آیت میں اس کی وضاحت ہے کہ ان کے کہنے سے کفر وشرک ہرگز ہرگز نہ کرو، مگر ان کے ساتھ اچھا سلوک خیر خواہی کرنا، ہر حال میں ضروری ہے، والدین کے سلسلہ میں سابق احادیث میں تفصیلا لکھا جا چکا ہے۔

تیسری بات وہ عہد اور وعدہ کی پاس داری کرنا ہے، برابر ہے کہ وہ عہد مسلمان سے کیا ہو یا غیر مسلم سے، اللہ پاک نے فرمایا **اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلاً ٥**

بیشک عہد کے سلسلہ میں سوال ہوگا (بشرطیکہ وہ عہد کسی فساد اور تخریب کیلئے نہو اگر وہ عہد ومعاہدہ کسی دینی کام کی تخریب اور کسی دینی ادارہ، کسی دینی تحریک وتنظیم میں فساد برپا کرنے کیلئے کیا گیا ہو تو وہ شرعاً، اخلاقاً، عرفاً سب طرح غلط، مذموم فعل، قبیح اور شنیع حرکت ہوگی اور ایسے لوگ ***معاون علی الاثمِ والعدوانِ*** اور ***تواصی بالحقِ*** اور ***تواصی بالصبرِ*** کے بجائے ***تواصی بالباطلِ، وتواصی بالفسادِ، والشر، والفتنۃِ*** کے کرنے والے ہوں گے، جو لوگ علم کے ہوتے ہوئے ایسا کرتے ہیں وہ سلفِ صالحین کے طریقہ سے ہٹے ہوتے ہیں سلفِ صالحین کا کبھی بھی یہ طرز نہیں رہا ہے، بہر حال سوال ہوگا کہ تم نے اس عہد کو پورا کیا تھا یا نہیں، یہ آیت کریمہ عام ہے۔

الغرض چاہے وہ عہد بندہ اور رب کے درمیان ہو یا اس بندہ اور دوسرے بندوں کے درمیان ہو، نقضِ عہد کرنا شریعت مطہرہ کی نظر میں سخت گناہ بلکہ بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے کیوں کہ اس کے نتیجہ میں ذہنوں کی تخریب کاری دوسروں کی عزت پر حملے، الزام تراشیاں، غیبتیں اور بہت سے امور دین میں اختلال پیدا ہوتا ہے **وغیر ذٰلك من المفسدات والمنكرات القبیحة الشنیعة** جنکا شریعت میں قطعاً جواز نہیں ہے جن پر نصوص قطعیہ مصرح ہیں۔

یہود "علیهم اللعنة" نے نقضِ عہد کیا اور بغاوت وغداری کی اور دشمنوں کا ساتھ دیا اور رسول کریم ﷺ کو نقصان پہنچانے کیلئے ہر طرح کی اسکیم وپلان بنایا، یہاں تک کہ رسول کریم ﷺ نے ان کو مدینہ طیبہ سے نکالدیا۔

دیکھئے! نقضِ عہد اس قدر بڑا جرم ہے جس سے آدمی اخراج کا مستحق ہوجاتا ہے، بنو قریظہ، بنو نضیر وغیرہم کا اخراج من المدینہ نقضِ عہد ہی کی وجہ سے ہوا تھا۔

ایک موقع پر اللہ پاک نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَاأَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ أَنْ يُوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الأَرْضِ أُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْءُ الدَّارْ ٥

ترجمه:

اور وہ لوگ اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں بعد اس کے کہ اس کو مضبوط کر چکے ہیں اور ان چیزوں کو توڑتے ہیں جن کے جوڑنے کا اللہ پاک نے حکم فرمایا تھا اور زمین میں فساد کرتے ہیں ایسوں پر لعنت ہے اور بُرا انجام ہے، اگر چہ اس آیت میں اس دور کے جب کہ قرآن کریم نازل ہو رہا تھا اور رسول کریم ﷺ کے ساتھ عداوت و دشمنی میں سب کچھ کہا جا رہا تھا بعض کفار کے اوصاف بیان ہوئے ہیں مگر جو بھی ان کے طرز پر چلے گا اس کا مصداق بن جائے گا کیونکہ مذمت ان اوصاف مذمومہ کی وجہ سے کی جا رہی ہے نہ کہ اُن کی ذات کی وجہ سے اگر ان کی ذات میں اوصاف محمودہ ہوتے تو پھر وہ قابل تعریف ہو جاتے۔

بہر حال نقض عہد اللہ پاک سے ہو کہ ایمان نہ لائے یا ایمان لا کر پھر کفر و شرک کرے اور **فساد فی الارض** یعنی کفر و معاصی کرے یہ سب مذموم ہے، جب **فساد فی الارض** اور قطعِ صلہ رحمی، و تعلقات کی ممانعت ہے تو مدارس اور خانقاہوں اور مساجد میں فساد اور تخریب کاری اسٹرائیک جیسی ملعون اشیاء کا جواز اہل علم کے پاس کہاں سے آجاتا ہے؟؟؟ شاید کے ساری نقضِ عہد کی وعیدات کو صرف کفار کے متعلق ہی تصور کرتے ہیں جو شانِ نزول کے ضمن میں حضرات مفسرین بیان کرتے ہیں ان کا تعلق وہیں تک محدود رکھا جاتا ہے اور اپنے تمام معاملات کو ان آیات سے بالاتر سمجھ کر تخریب کاری اور فساد و فتنہ کے ایسے دلائل

گھڑے جاتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لاَ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۰

ترجمه:

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین (وملک) میں فساد نہ کرو تو جواب میں کہتے ہیں کہ ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں۔

یہی دلائل ان لوگوں کے پاس بھی تھے، کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے اور وہ ہر وقت فسادِ عظیم بر پا کرنے کے چکر میں لگے رہتے تھے، وہ فساد خود کرتے تھے لیکن پھر بھی اپنے آپکو مصلح کہا کرتے تھے۔

نیز یہی دلائل ان لوگوں کے پاس بھی تھے، جنہوں نے خلفاء راشدین کو شہید کیا اور یہی دلائل ان کے پاس تھے جنہوں نے مدارس اور خیر کی جگہوں پر انقلاب کی صدائیں لگائی تھیں اور پھر اس اختلاف کو خیر اور باعثِ برکت ثابت کرنے کیلئے فاسد توجیہات کیں!

اے کاش کہ توبہ واستغفار کی توفیق ہوتی تو اچھا ہوتا!۔

اللّٰھم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه و أرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه۔اللّٰھم آمین!

تین کاموں میں دیر نہ کرو نماز، جنازہ، نکاح:

(۲) عن علی أنَّ النَّبِیَّ ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ یاعَلي ثَلٰثٌ لاتُؤَخِّرْ ھَاالصَّلٰوۃَ اِذَااَتَتْ وَالْجَنَازَۃُ اِذَاحَضَرَتْ وَالْأَیِّمُ اِذَاوَجَدْتَّ لَھَاکُفُواً۔ (مشکوۃ ص۶۱؍ج اول)

ترجمہ:

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی تین کام ایسے ہیں کہ ان میں دیر نہ کرو نماز جب اس کا وقت آجائے، جنازہ جب تیار ہوجائے، بے خاوند والی عورت جب اس عورت کیلئے مناسب آدمی مل جائے تو اسکا نکاح کردو۔

تشریح:

جنازہ جب تیار ہوجائے! یعنی جنازہ جب تیار کرکے لے آیا جائے تو اسکی نماز پڑھنے میں دیر نہ کرو پس جیسا کہ علامہ طیبی (شافعی المسلک) نے نقل کیا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہوجاتی ہے کہ جنازہ کی نماز اوقات مکروہہ میں پڑھنا مکروہ نہیں لیکن حنفی مسلک میں اسطرح ہے کہ جنازہ اگر اوقاتِ مکروہہ میں سے کسی وقت (یعنی سورج نکلنے کے وقت یا سورج چھپنے کے وقت یا ٹھیک دوپہر کے وقت) آجائے تو اس مکروہ وقت میں اسکی نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہاں اگر مکروہ وقت سے پہلے آئے تو پھر مکروہ وقت میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ **بے خاوندوالی عورت!** یہ اَیِّــمُ کا ترجمہ ہے عام طور پر عربی میں اَیِّــمُ کا اطلاق اس عورت پر ہوتا ہے جو خاوندوالی نہ ہواور خواہ وہ کنواری یعنی باکرہ ہو،

یا شوہر دیدہ یعنی ثیبہ ہو، اور خواہ مطلقہ ہو یا اسکا خاوند مرگیا ہو، لیکن طیبی نے لکھا ہے کہ لغت میں ایّم اسکو کہتے ہیں جو بے زوج ہو جس کا جوڑا نہ ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور عورت خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ، کفو کا ترجمہ ہے لغت میں مثل، برابر، ہمسر، نکاح میں کفو یہ ہیکہ مرد اور عورت (زوجین) ان باتوں میں ایک دوسرے کے برابر اور ایک دوسرے کے میل کے ہوں اسلام، حریت، دینداری و نیکوکاری، حسب نسب، پیشہ، تموّل وغیرہ وغیرہ، صرف خاندان میں برابری ہی ضروری نہیں ہے بلکہ خاندان کے ساتھ ساتھ دینداری، تمول عمر وغیرہ میں بھی مساوات کا ہونا مطلوب ومحبوب ہے، عہد صحابہ میں اس کی بہت سی مثالیں ملیں گی کہ دینداری کو مدِ نظر رکھ کر نکاح کیا گیا اور بہت برکت ہوئی ۱؎ ابوطیبہؓ نے بنی بیاضہ کی ایک عورت سے پیغام دیا جب انھوں نے انکار کیا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابوطیبہؓ کا نکاح کردو ورنہ فتنہ اور فسادِ کبیر برپا ہوگا، اس پر انھوں نے کہا بالکل درست ہے، بہتر ہے، ۲؎ حضرت بلالؓ نے عربوں کی ایک عورت سے پیغام دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انکو کہو کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے، ۳؎ حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت عمرؓ کی لڑکی سے نکاح کا پیغام دیا تھا، مبسوط ص۶۳؍ج۵۔ حالانکہ نسبی کفائت موجود نہیں تھی، نیز رسول اکرم ﷺ نے فرمایا عورت سے نکاح کئی وجوہات کی بنا پر کیا جاتا ہے انمیں سب سے عمدہ چیز دینداری ہے اس کو مدِ نظر رکھو، یہ روایت مفصل آگے آرہی ہے کفائت نسبی کا اعتبار اسلام میں وجوب کے درجہ کا نہیں ہے بلکہ مصلحت کے درجہ کی چیز ہے کہ کفائت کی وجہ سے نباہ زیادہ ہوتا ہے، غیر برادری میں نباہ کا کام مشکل ہوتا ہے اس وجہ سے نکاح کرنے والے عموماً اس کی ضرورت زیادہ محسوس کرتے ہیں اور اس کی

رعایت کرتے ہیں فقہ احناف میں بھی اس کی اہمیت ہے جس کی تفاصیل کا محل کتب فقہ ہیں عندالضرورت وہاں رجوع کیا جائے۔

تین اشخاص کا جذبہ:

(۳) عن أنس قال جاءَ ثلثةُ رهطٍ اِلى أزواجِ النبيِ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ يَسْأَلُوْنَ عن عبادةِ النبي ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَلَمَّا أُخْبِرُوابها كأنهم تَقَالُّوْهَا فقالُوْاأينَ نَحْنُ مِنَ النبي ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَماتَأَخَّرَ فقالَ أَحَدُهُمْ أَمَّاأنا فَأُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَداً وَقَالَ الآخَرُأناأَصُوْمُ النَّهَارَ أبداً وَلَا أُفْطِرُ وَقَالَ الآخَرُ أَنَااَعْتَزِلُ النِّسَاء فلااتزوج أبداً فَجَاءَ النبيُ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اِلَيْهِمْ فَقَالَ أنتمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَاوَكَذَا أَمَاوَاللّٰهِ اِنِّىْ لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّيْ أَصُوْمُ وَأُفْطِرُوَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ وَاَتزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِىْ فَلَيْسَ مِنِّى۔ (مشکوۃ ص/۲۷ج/۱)

ترجمہ:

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ (ایک دن) تین آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس اس مقصد سے آئے (کہ ان میں سے ہر ایک) نبی کریم ﷺ کی عبادت کا حال دریافت کرے اور جب انکو آپ ﷺ کی عبادت کے بارے میں بتایا گیا تو گویا انھوں نے اسکو کم خیال کرکے آپس میں کہا کہ نبی کریم ﷺ کے

مقابلہ میں ہماری کیا حیثیت ہے آپ ﷺ کے اگلے پچھلے تمام گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کررکھیں ہیں اور پھران میں سے ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑہونگا دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ دن میں روزے رکھا کرونگا اور افطار نہیں کرونگا تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے الگ رہونگا اور کبھی نکاح نہیں کرونگا اتنے میں نبی کریم ﷺ انکے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم ہی لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے کان کھول کرسن لو میں اللہ تعالیٰ سے تم لوگوں سے زیادہ ڈرتا ہوں اورتم سے زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہوں لیکن اگر میں روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں اگر رات میں نماز پڑھتا ہوں تو سوتا بھی ہوں اورعورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں (یادرکھو کہ) جس نے میرے طریقہ (یعنی میری سنت سے اعراض کیا وہ ہم میں سے نہیں۔

تشریح:

تین آدمی وہ تینوں حضرت علیؓ حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ تھے ان تینوں کو جب ازواج مطہرات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ ساری ساری رات نمازیں ہی نہیں پڑھتے ہمیشہ دن میں روزہ ہی سے نہیں رہتے اپنی بیویوں سے پرہیز نہیں کرتے اور سارا سارا وقت عبادت گذاری ہی میں صرف نہیں کرتے تو اس سے ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ بہت زیادہ عبادت کے حاجت مند نہیں ہیں۔

کیــونکه آپ تو سراپا معصوم ومغفور ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں آیا ہے **لِیَـغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَاتَأَخَّرَ** (یعنی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دے) اور پھر انہوں نے یہ سوچ کر کہ آنحضرت ﷺ کی طرح ہم تو معصوم بندے نہیں ہیں اور ہمارے مغفور ہونے کا اعلان اللہ نے نہیں کیا ہے اسلئے ہمیں اپنا سارا وقت عبادت میں لگانا چاہیئے اور دنیا سے ہمیں کچھ تعلق نہیں رکھنا چاہیئے تا کہ ہماری بھی بخشش و مغفرت ہوجائے ان کی اس بات کا علم آنحضرت ﷺ کو ہوا تو آپ ﷺ نے واضح کیا کہ تمہارے خیال کے مطابق میں جو بہت زیادہ عبادت وریاضت نہیں کرتا تو اسکی وجہ یہ نہیں کہ معصوم ومغفور ہونے کے سبب میں بے خوف ہوگیا ہوں اور خواہ کچھ کروں یا کچھ بھی نہ کروں بلکہ حقیقت تو یہ ہیکہ جتنا میں اپنے اللہ سے ڈرتا ہوں اتنا تمہارے میں سے کوئی نہیں ڈر سکتا جتنا تقوی میں اختیار کرتا ہوں اتنا تمہارے میں سے کوئی اختیار نہیں کرسکتا بات صرف اتنی ہے کہ اللہ نے اس دنیا کے تعلق سے جو جسمانی ضروریات وحوائج رکھے ہیں اور ایک انسان ہونے کے ناطے جو دنیاوی ذمہ داری عائد کی ہیں ان کی تکمیل اوران کی انجام دہی بھی ضروری سمجھتا ہوں جب عبادت کا وقت ہوتا ہے تو عبادت کرتا ہوں جب وہ وقت آتا ہے جس میں اللہ کے بنائے ہوئے نظامِ کائنات اور اللہ کے حکم کے مطابق کسی دنیاوی وجسمانی ضرورت کو پورا کیا جاتا ہے تو اس وقت اس ضرورت کو پورا کرتا ہوں اور یہ سب اس وجہ سے کرتا ہوں کہ میری ساری امت اسی

کے مطابق اپنی زندگی کا نظام بنائے اور یہ سمجھ لے کہ نہ تو اسلام اس چیز کا نام ہے کہ انسان دنیاوی علائق وضروریات سے بالکل منہ موڑ لے اور رہبانیت کا طور طریق اختیار کرکے ہر وقت عبادت وریاضت میں مشغول رہے اور نہ اسلام اسکی اجازت دیتا ہے کہ دنیاوی علائق وضروریات کو اسطرح اپنے اوپر حاوی کرلیا جائے کہ حقوق اللہ کی ادائیگی اور دینی فرائض وعبادات میں رخنہ پڑنے لگے اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، یعنی کمالِ عبدیت یہی ہے کہ دنیاوی حقوق وفرائض کی ادائیگی بھی کی جاتی رہے اور اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں بھی کچھ فرق نہ آئے مثلاً بیوی بچوں کے جو حقوق اور انکی جو ضروریات ہیں ان کو بھی پورا کیا جائے مگر اس طرح کہ شرعی فرائض وعبادات میں رخنہ نہ پڑے اور توکل وغیرہ کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے، جس نے میرے طریقہ سے اعراض کیا، یعنی جس نے بیزاری اور بے رغبتی کے ساتھ میری سنت ترک کردی یا میری سنت اور میری حدیثوں کا انکار کیا وہ میری جماعت سے خارج ہے ایسے آدمی سے میرا کوئی واسطہ نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ صلاح وفلاح صرف اسوۂ نبی ہی میں منحصر ہے۔

تین افراد ہوں تو ایک امام بنے

(٤)عن أبی سعیدٍ قالَ: قالَ رسولُ اللّٰهِ ۔صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ اِذَاکَانُوْاثَلٰثَةً فَلْیَؤُمُّهُمْ أَحَدُ هُمْ وَأَحَقُّهُمْ بِالْاِمَامَةِأَقْرَأُهُمْ۔

(رواہ مسلم،مشکوۃ ص/۱۰۰،ج/اول)

ترجمه:

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب نماز پڑھنے کیلئے تین آدمی جمع ہوں تو ان میں سے ایک امام بن جائے جوان میں قرآن کریم کا زیادہ پڑھا ہوا ہو۔

تشریح:

تین آدمیوں کی قید اتفاقی ہے تین سے کم یا زیادہ ہونے کی شکل میں بھی یہی حکم ہے ان میں سے ایک امام بن جائے اور باقی مقتدی۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اکثر صحابہؓ عمر کا ایک بڑا حصہ طے کر چکے تھے جب اسلام کی سعادت سے مشرف ہوئے اس وجہ سے وہ لوگ قرآن پڑھنے سے پہلے علمِ دین سیکھتے تھے لیکن بعد میں یہ صورت نہ رہی بلکہ اب تو لوگ عمر کے ابتدائی حصہ میں ہی علم دین حاصل کرنے سے پہلے قرآن کریم پڑھنا سیکھ لیتے ہیں۔

بہرحال امامت کے سلسلہ میں اچھے قاری پر اس فقیہ اور عالم کو اوّلیت حاصل ہوگی جو نماز کے احکام و مسائل کا علم رکھتا ہو بشرطیکہ قرأۃ فی الصلوٰۃ پر بھی قادر ہو کیونکہ اس زمانہ میں قرآن کریم کا زیادہ پڑھنے والا ہی معانی کا زیادہ سمجھنے والا ہوتا تھا عربی زبان ہونے کی وجہ سے وہ سب سمجھتے تھے اور جو نہ سمجھتے اسکو معلوم کرنے کے حریص وشوقین بھی تھے اس وجہ سے **أقرأ** اعلم بھی ہوتا تھا لہذا **أقرأ** کو مقدم کرنا دراصل اعلم ہی کو مقدم کرنا تھا پھر حدیث سے مقصود قرآن کریم کی تلاوت اور فہم وادراک کی ترغیب دینا ہے جس کیلئے امامت کا استحقاق زیادہ ہو جائیگا اور اسکی امامت سے فائدہ بھی زیادہ ہوگا کہ خود ہی اللہ کا قرب حاصل کریگا اور اسکے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو لطف اور قرب الٰہی بھی زیادہ ہوگا رہی وہ صورت کہ ایک صرف عالم ہے اور ایک صرف قاری ہے تو عالم کو مقدم کرنا زیادہ اولیٰ ہے اور قاری پڑھائے تو بھی جائز ہے مسئلہ اولیت وافضلیت کا رہے گا امامت دونوں کی جائز رہے گی تفصیل کیلئے فقہ کا مطالعہ کریں۔

وہ تین جن کی نماز قبول نہیں ہوتی:

(٥)عن أبی أمامةَ قالَ: قالَ رَسولُ اللّٰہِ۔صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ثَلٰثَةٌ لَا تُجَاوِزُصَلَا تُهم اٰذَانَهُمُ الْعَبْدُ الاٰبِقُ حَتی يَرْجِعَ وَامْرأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَاِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ۔

(رواہ الترمذی رمشکوۃ ص ر١٠٠، ج را)

ترجمه:

حضرت ابوامامہؓ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں کہ انکی نماز انکے کانوں سے اوپر نہیں پہونچتی (١) وہ غلام جو اپنے آقاء کے پاس سے بھاگ جائے یہاں تک کہ وہ واپس نہ آجائے (٢) وہ عورت جو اس حالت میں رات گذار دے کہ اسکا شوہر اس سے ناراض ہو (٣) وہ امام جس سے اس کے مقتدی ناراض ہوں۔

تشریح:

غلام کے حکم میں باندی بھی داخل ہے یعنی اگر باندی بھی اپنے آقاء کے یہاں سے بھاگ جائے تو اسکا بھی یہی حال ہوگا کہ جب تک وہ اپنے آقاء کے پاس نہ آجائیگی اسکی نماز قبول نہیں ہوگی۔

عورت کے بارے میں جو فرمایا گیا ہے تو یہ اس شکل میں ہے جب کہ عورت بدخلق اور اس کا خاوند اسکی بدخلقی نافرمانی، اور بے ادبی کی وجہ سے اس سے ناراض ہو

اور اگر خاوند ہی بدخلق ہو اور اپنی بیوی سے ناحق ناراض وخفا ہے تو عورت گنہگار نہیں ہوگی بلکہ مرد ہی گنہگار رہوگا۔

امام کے بارے میں حضرات اکابرینؒ فرماتے ہیں کہ امام پر یہ گناہ اس وقت ہوگا جبکہ اسکی بدعت اور اسکے فسق وفجور یا اسکے جہل کی وجہ سے اس کے مقتدی اس سے ناراض ہوں اور اگر مقتدی کسی دنیوی غرض کے تحت اس سے کراہت وعداوت رکھتے ہوں تو امام مطلقاً گنہگار نہیں ہوگا اور نہ ایسے امام کے حق میں حدیث کا مذکورہ بالا حکم ہے بلکہ مقتدی گنہگار ہونگے، مزید اتنی بات بھی سمجھ لیجئے کہ حدیث میں مذکورہ امام سے مراد نماز کا امام بھی ہے اور حاکم وخلیفہ بھی یعنی اگر کسی حاکم اور خلیفہ سے اسکی رعایا اسکی بداعمالیوں اور غلط کاریوں کی وجہ سے ناخوش ہوگی تو وہ بھی ایسا ہی گنہگار رہوگا۔

کیونکہ امامت دو قسم کی ہے صغریٰ کبریٰ، اور وہ ہے حکومت وعہدہ اس میں بھی لوگوں کا ایک طبقہ بلاوجہ عداوت رکھنے والوں کا بھی ہوتا ہے محض حسد وعناد کی وجہ سے لہذا ان کا اعتبار نہیں جب تک کہ کوئی معتبر وجہ کراہت اور عداوت کی پائی نہ جاتی ہو اُن پر ملامت درست نہیں ہے اور نہ وہ عند اللہ گنہگار ہوں گے بلکہ گناہ ان سے کراہت اور عداوت رکھنے والوں پر ہوگا۔

دوہرا اجر پانے والے تین افراد:

(٦) عن أبي موسٰى الأشعري قال: قال رسولُ اللّٰهِ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ثَلٰثَةٌ لَهُمْ أجرانِ رجلٌ من أهلِ الكتابِ اٰمنَ بِنَبِيِّهٖ وأمنَ بمحمدٍ"۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔"والعبدُ المَمْلُوكُ اذا أدّى حقَّ اللّٰهِ وحقَّ مَوَاليهِ ورجلٌ كانت عندهٗ أمةٌ يطأُهَا فأدَّبَهَا فأحْسَنَ تأديبَها وَعلَّمَها فأحسنَ تعليمَهاثم اعْتقَهَا فتزوجها فله أجرانِ۔

(متفق علیہ، مشکوۃ ص۱۲؍، ج۱؍)

ترجمہ:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن کو دودو اجر ملیں گے (۱) اس اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) کو جو (پہلے) اپنے نبیؑ پر ایمان رکھتا تھا پھر محمد ﷺ پر ایمان لایا (۲) اس غلام کو جو اللہ کے حقوق بھی ادا کرے اور اپنے آقاؤں کے حقوق بھی ادا کرتا رہے (۳) اس شخص کو جسکی کوئی باندی تھی اور وہ اس سے صحبت کرتا تھا پہلے اسکو اچھا ہنر مند بنایا پھر اسکو اچھی طرح تعلیم دی اور پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرلیا تو یہ بھی دوہرے اجر کا حقدار ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

تشریح:

اس ارشاد گرامی کا مقصد ان تین طرح کے لوگوں کو بشارت دینا ہے جن کو اوروں کے مقابلہ پر نیک عمل کا دوہرا اجر ملتا ہے ان میں پہلی قسم کے لوگ وہ اہل کتاب یہودی

اور عیسائی ہیں جو پہلے اپنے دین پر قائم تھے اور پھر دعوت اسلام پاکر حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے ان کو دوہرے اجر کی بشارت اس بنا پر دی گئی ہے کہ ان کا پہلے اپنے نبیؑ کو پختہ دل سے ماننا اس نبی کی لائی ہوئی کتاب وشریعت پر عمل کرنا اور اس نبی سے اعتقادی وابستگی وتعلق رکھنا اور پھر خاتم النبین ﷺ کی رسالت ونبوت اور اللہ کے آخری دینِ اسلام کی دعوت پاکر صدق دل سے اسکا حلقہ بگوش اسلام ہوجانا نہ صرف یہ کہ ان کے کمال انقیاد واطاعت اور انکی فکری وذہنی سلامت روی کی علامت ہے بلکہ اس معنی میں انکے قلبی وعملی ایثار کا غماز بھی ہے کہ اپنے سابقہ نبیؑ اور سابقہ دین سے عقیدت وتعلق اور زبردست جذباتی لگاؤ کے باوجود انہوں نے دعوت اسلام پاکر اللہ کے حکم کی تعمیل میں اپنی زندگی کا دھارا ایکدم (فوراً) موڑ دیا اور اب اپنے اعتقاد کی باگ ڈور دینِ اسلام کے سپرد کردی، جب تک انکے سامنے اسلام کی دعوت نہیں آئی تھی وہ اپنے پہلے دین ہی کو اللہ کا دین سمجھ کر اسکے حلقہ بگوش رہے اور جب اسلام کی دعوت ان کے سامنے آئی تو انہوں نے اسکو اللہ کا آخری دین جانکر اپنے پچھلے دین کو چھوڑنے میں کسی ضد، ہٹ دھرمی اور تعصب سے کام نہیں لیا بلکہ فطرتِ سلیم کی آواز پر لبیک کہکر محمد عربی ﷺ کے غلاموں میں شامل ہوگئے۔

لھذا اللہ تعالیٰ نے خصوصی انعام کے طور پر ان کو ہر نیک عمل پر دوہرے اجر کا مستحق قرار دیدیا ایک اجر تو اپنے پہلے نبیؑ پر ایمان رکھنے کے سبب اور دوسرا اجر پیغمبر آخرالزماں محمد عربی ﷺ پر ایمان لانے کا۔

یھاں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں یہ خصوصیت

اور امتیاز صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ وہ اپنے تصورات واعتقادات اور اپنی تعلیمات کی بنیاد انکار پر نہیں اقرار پر رکھتا ہے، یعنی وہ آسمانی دینوں میں کسی رقابت یا رسولوں میں کسی تفریق کی خلیج حائل نہیں کرتا وہ تمام آسمانی کتابوں پر زور دیتا ہے اور اللہ کی جانب سے بھیجے گئے تمام رسولوں کی رسالت پر ایمان لانے کی تاکید کرتا ہے۔

اسلام کے برخلاف دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے اعتقادات ونظریات کو دیکھا جائے تو یہ بات جاننے میں دیر نہیں لگتی کہ ان کے یہاں کوئی شخص اس وقت تک مذہب کا سچا متبع، پیروکار اور حقیقی تابعدار نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اسکے ماسوا دوسرے مذاہب کے اعتقاد وتصورات کی بنیادوں کو بالکل ہی مسمار نہ کردے اور دوسرے رسولوں وپیغمبروں کی رسالت کا سرے سے انکار نہ کردیں۔

اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اگر کوئی یہودی یا عیسائی ایمان لائے اور رسول کریم ﷺ کی رسالت کا صدق دل سے اقرار کرے تو اپنے نبی پر لایا ہوا اسکا پہلا ایمان رائیگاں نہیں جائیگا بلکہ وہ اس پر اجر وثواب کا مستحق قرار دیا جائیگا۔

لیکن وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی رسالت کی اگر تصدیق نہیں کرتا اور آپکی لائی ہوئی شریعت پر ایمان نہیں لاتا تو نہ صرف یہ کہ وہ اس کفر وانکار کی بنا پر دائمی عذاب کا مستوجب گردانا جائیگا بلکہ اسکا اپنے نبیؑ پر لایا ہوا پہلا ایمان بھی رائیگاں اور بے کار سمجھا جائیگا اور اس پر کسی قسم کے اجر وثواب کا استحقاق پیدا نہیں ہوگا کیونکہ جس طرح تمام انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) پر ایمان لانا اور انکی رسالت کی تصدیق کرنا لازم ہے اسی طرح عمل اور پیروی پیغمبر اسلام ﷺ کی شریعت پر ضروری ہے اور اسکی نجات صرف

اسلام کی اطاعت وفرمانبرداری ہے۔

دوسرے شخص کیلئے دوہرے اجر کی بشارت کا سبب بھی واضح ہے یعنی یہ کہ غلام کے لئے نہ صرف سماجی، روایتی اور دنیاوی حیثیت سے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے مالک وآقاء کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور اسکے احکام کی پوری پوری تعمیل کرے بلکہ اسلامی تعلیم کا تقاضہ بھی یہی ہیکہ وہ اپنے مالک وآقاء کے عائد شدہ حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی یا سستی نہ کرے۔

لھذا جب ایک غلام اپنے آقاء کے حقوق کی پوری نگہداشت کرتا ہے اور حقوق کی ادائیگی کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے اور اسکے ساتھ ساتھ وہ اپنے حقیقی مالک اور پروردگار اللہ رب العالمین کے احکام کی بجاآوری بھی پورے حقوق کے ساتھ کرتا ہے اور اسکے عائد کئے ہوئے تمام فرائض کی تکمیل میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا تو وہ دوہرے اجر کا استحقاق پیدا کرلیتا ہے۔

تیسرا شخص تو اسکو بھی دوہرے اجر کا مستحق اس بنا پر قرار دیا گیا ہے کہ اول تو اس نے ایک باندی کو آزاد کیا جو نہ صرف یہ کہ انسانیت اور فطرت کے تقاضے کو پورا کرنا ہے بلکہ اسلامی اخلاق کے اعلی اصول واقدار پر عمل کرنا بھی ہے، دوسرے یہ کہ اس باندی کو آزاد کرکے اور پھر اس سے شادی کرکے اس نے انسانی ہمدردی، اسلامی مساوات اور بلند اخلاقی کا اس طرح اعلی ثبوت دیا کہ ایک ایسی عورت کو جو سماجی حیثیت سے ایک کمتر بے وقعت اور ذلیل بن کر رہ گئی تھی اچھی تربیت، اعلی تعلیم اور پھر آزادی و شادی کی گراں قدر دولت سے نواز کر دنیا کی باعزت اور سوسائٹی ومعاشرہ کی شریف

ومعزز عورتوں کے برابر میں لاکر کھڑا کیا اس طرح اس نے اگر ایک طرف انسانیت اور اخلاق کے تقاضے کو پورا کیا تو دوسری طرف اسلامی تعلیم کی روح کو بھی اجاگر کیا پس اسکے اس ایثار کی بنا پر شریعت نے اسکو بھی دوہرے اجر کا استحقاق عطا کیا۔

مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبویؐ کی فضیلت:

(۷) عن أبی سعید الخدری قال: قال رسولُ اللّٰهِ ـ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ـ لا تُشَدُّ الرِحَالُ اِلَّا اِلیٰ ثَلٰثَۃِ مساجدَ مسجدُ الحرامِ والمسجدُ الأقصی ومسجدي هذا۔ (متفق علیہ، مشکوۃ ص ۶۸، ج ۱)

ترجمه:

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کجاوے نہ باندھے جائیں (سفر نہ کرو) مگر تین مسجدوں کی طرف کہ وہ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری مسجد (مسجد نبویؐ) ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد حرام مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس اور مسجد نبویؐ ان تینوں کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے انکی بہت زیادہ اہمیت وعظمت اور بزرگی وفضیلت کے سبب ممتاز اور مخصوص درجہ عطا فرمایا ہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی بھی جگہ کا عازم ہونے اور سفر کرنے سے منع فرمایا لیکن

حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ اس ممانعت سے مقصود یہ ہیکہ بقصد تقرب اور ثواب اور برائے عبادت تو ان ہی تین مسجدوں کا عازم ہونا اور انکی طرف سفر کرنا درست ہے ان کے علاوہ اور کسی جگہ کا قصد وعزم اور سفر درست نہیں ہاں اگر کوئی حاجت وضرورت پیش آئے مثلاً تحصیل علم، تجارت وملازمت اور ادائے حقوق وغیرہ تو اسکی نوعیت دوسری ہے اس طرح کے مقاصد کے تحت کسی بھی جگہ کا عازم ہونا اور سفر کرنا درست ہوگا۔

البتہ علماء وصلحاء اور اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کے لئے اور اسی طرح دوسرے متبرک مقامات تک پہونچنے کے لئے سفر کرنے میں اہل علم کا اختلاف ہے کچھ علماء اس کو مباح کہتے ہیں اور کچھ علماء اسکو منع کہتے ہیں۔

بعض حضرات نے اس حدیث کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ بطریق نذر کے سفر اختیار کرنا ان تین مقامات مقدسہ کے علاوہ کسی اور مقام کیلئے درست نہیں چنانچہ کسی شخص نے اگر ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد یا مزار وغیرہ کی زیارت کے لئے سفر کرنے کی نذر مانی تو وہ نذر صحیح نہ ہوگی اور نہ اسکا پورا کرنا واجب ہوگا اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ممانعت کی بات صرف مسجدوں کے اعتبار سے فرمائی گئی ہے، مسجدوں کے علاوہ اور جگہوں کے اعتبار سے نہیں، مطلب یہ ہے کہ محض کسی مسجد تک پہنچنے کیلئے باقاعدہ سفر اختیار کرنا درست نہیں سوائے ان تین مسجدوں کے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اس حدیث کی شرح میں یوں لکھا ہے، اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان تین مقامات کے علاوہ اور کسی بھی جگہ کا سفر کرنا درست نہیں بلکہ اس سے مقصود ان تین مقامات کی شان وعظمت بیان کرنا ہے اور دوسرے ان مقامات کا سفر کرنے کی سودمندی کو ظاہر کرنا ہے، پس یہ ارشاد نبوی ﷺ گویا اس مفہوم کو ادا کرنے کیلئے ہے کہ سفر، مشقت وصعوبت برداشت کرنے کا نام ہے اگر مشقت وصعوبت برداشت کرنی ہی ہے تو اس سفر کی برداشت کی جائے جس کا مقصد ان تین جگہوں تک پہونچنا اور انکی زیارت کرنا ہو کیونکہ یہی تین جگہیں متبرک ترین مقامات ہیں اور انکا سفر کرنے کی صورت میں یقیناً نفع بھی حاصل ہوگا جبکہ انکے علاوہ اور کسی جگہ کا سفر تو بس ایسا سفر ہوگا جس میں بے فائدہ مشقت وصعوبت برداشت کی گئی ہو۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ الدہلویؒ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں اس حدیث کے معانی بیان کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ یوں ہے کہ دراصل زمانۂ جاہلیت میں عام طور پر لوگوں کا معمول تھا کہ جن مقامات کو وہ اپنے گمان کے مطابق واجب التعظیم اور مقدس مانتے تھے انکو مقصود بنا کر سفر کرتے اور ان مقامات کی زیارت سے برکت حاصل ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے، ظاہر ہیکہ کسی بھی جگہ اور کسی بھی مقام کو اس طرح مقدس اور معظم ماننے اور اسکو مقصود بنا کر وہاں تک کا سفر اختیار کرنے میں اسلامی نقطۂ نظر سے فکر وعقیدہ کی جو خرابی اور جو نقصان ہے اسکا

اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں۔

لھذا آنحضرت ﷺ نے اسلامی فکر وعقیدہ کو اس نقصان سے بچانے کیلئے یہ ارشاد فرمایا کہ جو مقامات واقعتاً اور حقیقتاً مقدس اور بزرگ ہیں اور جو اسلام میں شعائر کا درجہ رکھتے ہیں ان کے ساتھ وہ مقامات اور جگہیں خلط ملط نہ ہوجائیں جو قطعی طور پر غیر شعائر میں سے ہیں اور ذاتی طور سے کسی مقدس اور بزرگی کو حامل نہیں اور ان کے ساتھ لوگ ایسا عقیدہ اور ایسی وابستگی اختیار نہ کرلیں کہ غیر اللہ کی عبادت کا راستہ کھل جائے۔

اسکے بعد حضرت الامامؒ فرماتے ہیں میرے نزدیک سچ بات تو یہ ہے کہ کسی بزرگ کی قبر ہو یا کسی ولی کی عبادت کرنے کی جگہ یہاں تک کہ وہ کوہِ طور بھی ہو یہ سب اس ممانعت میں برابر ہیں یعنی اس حدیث کے بموجب ان چیزوں میں سے کسی کو بھی مقصود بنا کر سفر نہ کرنا چاہیئے۔

وہ تین باتیں جو ایمان کی جڑ ہیں

(۸) عن أنسؓ قال: قال رسولُ اللّٰهِ ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ ثلثٌ مِنْ أَصْلِ الايمانِ اَلْكفُّ عَمَّنْ قال لااله الااللّٰه لاتُكَفِّرْهُ بِذَنْبٍ وَلاتُخْرِجْهُ مِنَ الاسلامِ بِعَمَلٍ وَالجهادُ ماضٍ مُذْبَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِلیٰ أنْ يُقَاتِلَ اٰخِرُهٰذِهِ الأمة الدجالَ لايُبطله جَوْرُجائرولاعدلُ عادلٍ والايمانُ بالأ قدارِ۔ (رواہ ابوداؤد در مشکوۃ ص/۱۷ تا ۱۸، ج/۱)

ترجمہ:

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین باتیں ایمان کی جڑ ہیں (۱) جو شخص **لاالہ الااللہ** کا اقرار کرے اس سے جنگ ومخاصمت ختم کردینا اب کسی گناہ کی وجہ سے اسکو کافرمت کہو اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اسپر اسلام سے خارج ہونے کا فتوی لگاؤ۔

(۲) جب سے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول (ﷺ) بنا کر بھیجا ہے جہاد ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جاری رہیگا یہاں تک کہ اس امت کے آخر میں ایک شخص آکر دجال سے جنگ کریگا کسی عادل (بادشاہ) کے عدل یا کسی ظالم کے ظلم کا بہانہ لے کر جہاد ختم نہیں کیا جاسکتا (۳) تقدیر پر ایمان لانا۔

تشریح:

کسی مسلمان کو کافر کہنے کی ممانعت اس حدیث نے واضح طور پر ثابت کردی ہے

مطلب یہ ہے کہ جس طرح اچھے کام کرنے والے کافر کو مسلمان کہنا منع ہے تاوقتیکہ وہ توحید ورسالت کا اقرار نہ کرلے اسی طرح کسی مسلمان کو صرف اسکی بداعمالیوں کی وجہ سے کافر کہنا بھی سخت جرم ہے جب تک کہ وہ عقیدۂ کفریہ کا اعلان نہ کردے، پس ***لاتکفرہ بذنبٍ***، کسی گناہ کی وجہ سے اسکو کافرمت کہو کہ الفاظ میں تو خارجیوں کی تردید ہے جن کا کہنا ہے کہ مؤمن اگر گناہ کا مرتکب ہوجائے خواہ وہ گناہِ صغیرہ ہی کیوں نہ ہوتو وہ کافر ہوجاتا ہے (خارجیہ یہ ایک گمراہ فرقہ ہے) اور **ولاتُخرجہ من الاسلام بعمل**، (اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اسے خارج اسلام قراردو) کے الفاظ میں معتزلہ کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ بندہ گناہِ کبیرہ کے ارتکاب سے خارج از اسلام ہوجاتا ہے اگرچہ کافر نہیں ہوتا مرتکب گناہِ کبیرہ کیلئے وہ ایک درمیانی درجہ رکھتے ہیں، یعنی نہ تو اسکو مسلمان کہتے ہیں اور نہ کافر۔

بہرحال خارجیوں اور معتزلہ سے قطع نظر موجودہ دور کے ان مسلمانوں کو بھی اس حدیث کے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھنا چاہیئے جو کفر سازی کے کارخانے چلاتے ہیں اور اپنے مکتبِ فکر کے علاوہ دوسرے تمام مسلمانوں کو بے دریغ کافر قرار دیتے ہیں حدیث میں جن باتوں کو ایمان کی جڑ فرمایا گیا ہے ان میں سے پہلی بات تو وہی ہے جسکی وضاحت اُوپر ہوئی اور دوسری بات جہاد ہے اس بارہ میں ارشادِ نبوت کا مطلب یہ ہے کہ اب رُوئے زمین پر دینِ حق جو اللہ کا آخری اور کامل دین ہے کہ ظاہر ہوجانے اور رسولِ خدا ﷺ کی رسالت کا اعلان ہوجانے کے بعد سے اس وقت تک کہ آخر میں

قیامت کے قریب دجال مارا نہ جائے اور یاجوج ماجوج ظاہر ہوکر فنا کے گھاٹ نہ اتر جائیں اور یہ رُوئے زمین دین کے ایک ایک دشمن اور منکرین سے پاک نہ ہوجائے جہاد برابر جاری وساری رہیگا جہاد کی فرضیت اوراہمیت اس صورت میں بھی ختم نہیں ہوگی جبکہ کوئی اسلامی سربراہِ مملکت، ظالم وجابر ہو، اگر دشمنان دین کے خلاف وہ جہاد کا اعلان کردے تو اسکو ماننا اور اسکے ساتھ جہاد میں شریک ہونا شرعی طور پر ضروری ہوگا یہ نہیں کہ اس کے ظلم وجبر کا بہانہ کر کے جہاد میں شریک ہونے اور مددگار بننے سے انکار کردیا جائے، اسی طرح اگر کسی دشمنِ دین قوم کا سربراہ اور بادشاہ اتفاق سے عادل اور منصف مزاج ہو تو ہرچند کہ بادشاہ کا عدل، امن انصاف کا باعث ہوتا ہے لیکن اسلام کی شوکت بڑھانے اور دین کا بول بالا کرنے کے لئے اس عادل بادشاہ کی قوم کے خلاف بھی جہاد کو غیر ضروری قرار نہیں دیا جاسکتا۔

تیسری بات تقدیر پر ایمان لانا یعنی تقدیر پر اعتقاد ویقین رکھنا ہے یعنی ایمان کی سلامتی کے لئے یہ یقین رکھنا اشد ضروری ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہورہا ہے اور جو بھی حادثات وواقعات پیش آتے ہیں وہ سب قضاء وقدرِ الٰہی کے تحت ہے۔

علمِ دین کے تین بنیادی ستون:۔

(۹) عن عبد اللّٰه بن عمرو قال: قال رسولُ اللّٰهِ ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ اَلْعِلْمُ ثَلٰثَةٌ اٰيَةٌ مُحكمةٌ أوسُنَّةٌ قائِمَةٌ أوفريضةٌ عادلةٌ وماكان سوى ذٰلك فهو فضلٌ۔ (رواہ ابوداؤد، وابن ماجۃ/مشکوۃ ص/۳۵، ج/۱)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ ابن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم دین تین چیزیں ہیں (۱) آیت محکمہ (۲) سنت قائمہ (۳) فریضۂ عادلہ اور اسکے علاوہ جو کچھ ہیں وہ زوائد وبے معنیٰ ہیں۔

تشریح:

آیتِ محکمہ سے مراد پورا قرآن کریم ہے چونکہ کتاب اللہ کی اصل چیز اسکی آیاتِ محکمہ ہی ہیں اسلئے حدیث میں صرف آیاتِ محکمہ کا ذکر کیا گیا ہے، اسی طرح وہ دوسرے علمی فنون بھی یہاں داخل ہوجاتے ہیں جو کتاب اللہ کو سمجھنے اور جاننے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔

سنتِ قائمہ سے مراد احادیثِ نبویہ (علیٰ صاحبہا ألف ألف تحية وسلام) ہیں جو اپنے متون اوراپنی اسناد کی پوری احتیاط اورحفاظت کے ساتھ نقل ہوکر واجب التسلیم قرار پائیں اوران ہی متون اور اسناد کے ساتھ جوں کی توں محفوظ اور موجود ہیں۔

فریضۂ عادلہ کے الفاظ سے اجماع اور قیاس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ سے بذریعہ اجتہاد اس میں اجماع وقیاس بھی شامل ہے اور اس (اجماع اور قیاس) کو فریضہ اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ اسکو تسلیم کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے جیسا کہ کتاب وسنت کو ماننا اور اس پر عمل کرنا۔

چنانچہ عادلہ کا لفظ بھی اسی مطلب کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ فریضہ جو کتاب وسنت کے مثل اور عدیل ہے یعنی اسکے مشابہ اور اسکے مانند ہے پس حدیث کا خلاصہ یہ نکلا کہ علمِ دین کی اصل اور اسکے ماخذ چار چیزیں ہیں:

(١) کتاب اللہ (٢) سنت رسول اللہ (٣) اجماع (٤) قیاس۔

دینی علوم ومعارف کی ساری عمارت انہی چار بنیادی ستونوں پر کھڑی ہوئی ہے جس نے ان چاروں چیزوں کو سیکھ لیا اور جان لیا اس نے دین کا علم حاصل کرلیا ان چاروں کے علاوہ باقی چیزوں کا جاننا اور سیکھنا اصل دین کے اعتبار سے لاحاصل چیز ہے، یعنی ان پر آخرت کی کامیابی موقوف نہیں ہے ہاں دنیوی مقاصد کے لئے کچھ سیکھنا ،تاکہ اسبابِ عیش وراحت حاصل ہوں ممنوع بھی نہیں ہے۔

دجال سے قبل تین عجیب وغریب سال:

(١١)عن اسماء بنت يزيدقالت :كان رسولُ اللّٰهِ ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَـفي بيتي فذكرَ الدَّجالَ فقال:اِنَّ بين يد يه ثلاثُ سنينَ سنةٌ تُمْسِكُ السَّمَاء فيها ثُلُثَ قطرها والأرض ثُلُثَ نباتها والثانية تمسك السماء ثُلُثَى قطرها والأرضُ ثُلُثَى نباتِها والثالثةُ تُمسكُ السماء قطرها كُلَّهُ والأرضُ نباتَهاكُلَّه فلايَبْقى ذاتُ ظَلَفٍ ولاذاتُ ضِرسٍ من البهائمِ اِلَّاهَلَكَ وَاِنَّ من اَشَدِّفِتْنَتِهٖ أنه يأتى الأعرابىُ فيقولُ: أرأيتَ أنْ أحييتُ لكَ اِبلَكَ ألستَ تعلمُ أنِّى رَبُّك فيقولُ: بَلىٰ فيُمَثِّلُ له الشيطانُ نحواِبِلِهٖ كَأَ حُسَنِ مايكون ضُرُوعاً وأعظمه أسنمةً قال ويأتى الرجلُ قدماتَ أخوهُ وماتَ أبوه فيقولُ: أرأيتَ أنْ أحييتُ لكَ أبَاكَ وأخَاكَ ألستَ تعلمُ أنِّى رَبُّك فيقولُ: بَلىٰ فَيُمَثِّلُ له الشياطينُ نحو أبيه ونحو أخيه قالت ثم خرجَ رسولُ اللّٰه ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَـ لِحَاجَتِهٖ ثُمَّ رَجَعَ والقومُ فى اِهتمامٍ وغمٍّ مماحدثهم قالت: فَأَخَذَ بِلَحْمَتى البابِ فقال مَهْيَمْ اسماء قلت يارسولَ اللّٰهِ لقد خَلَعْتَ أفئد تَنا بذكرِالدَّجَّالِ قَالَ أن يخرجَ وأناحىٌّ فأنا حَجِيْجُه والا فاِنَّ رَبى خليفتى على كلِ مؤمنٍ فقلتُ يارسولَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اِنَّالَنَعْجِنُ عَجِينَنَا فَمَانَخْبِزُه حتى نجوعَ فكيف بالمؤمنينَ يومئذٍ

قال یُجزئهم مایُجزئ أهلَ السماءِ من التسبیحِ والتقدیسِ.

(رواہ مشکوۃ شریف ص ر ۴۷۷، ج ر ۲)

ترجمہ:

حضرت اسماء بنت یزید ابن سکنؓ کہتی ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے آپ نے دجال کا ذکر کیا اور فرمایا دجال کے ظاہر ہونے سے پہلے تین سال ایسے ہونگے (اُن میں سے برکت جاتی رہیگی) پہلے سال تو آسمان تہائی بارش کو اور زمین تہائی پیداوار کو روک دیگی (یعنی اور سالوں کے معمول کے خلاف اس سال بارش ایک تہائی کم ہوگی اسی طرح زمین کی پیداوار میں بھی ایک تہائی کمی ہوجائیگی اگرچہ بارش کے پانی کے علاوہ دوسرے طریقوں سے زمین کی آبپاشی کی جائیگی۔

پھر دوسرے سال آسمان دو تہائی بارش کو اور زمین دو تہائی پیداوار کو روک دیگی اور پھر تیسرے سال آسمان تمام بارش کو اور زمین اپنی تمام پیداوار کو روک دیگی، یہاں تک کہ دجال جس وقت ظاہر ہوگا تو تمام رُوئے زمین پر قحط پھیل چکا ہوگا اور نہ صرف انسان سخت ترین معاشی وغذائی بحران میں مبتلاء ہونگے بلکہ مویشیوں اور چوپایوں میں بھی بھکمری پھیل چکی ہوگی۔

چنانچہ نہ تو کوئی کُھر والا جانور باقی رہیگا اور نہ وحشی جانوروں میں سے کوئی دانتوں والا، بلکہ سب جانور ہلاک ہوجائینگے اور اسکے برعکس اس وقت خزینے اور دفینے دجال کے تسلط میں ہونگے اور غذائی ضروریات کی تکمیل اور آسائش وخوشحالی کے دوسرے ذرائع اسکے پاس ہونگے اسطرح لوگوں میں اپنی خدائی کا سکہ جمانے اور گمراہی

کا سخت ترین فتنہ پھیلانے کیلئے وہ ان چیزوں کو استعمال کریگا۔

چنانچہ اس کا سخت ترین فتنہ یہ ہوگا کہ وہ علم ودانائی سے بے بہرہ ایک دیہاتی کے پاس آئیگا اور اس سے کہے گا کہ مجھے بتا اگر میں تیرے ان اونٹوں کو زندہ کردوں تو کیا تو یہ تسلیم کریگا کہ میں تیرا پروردگار ہوں (دیہاتی جواب دیگا ہاں میں تجھے اپنا پروردگار مان لونگا) تب دجال اس دیہاتی کے اونٹوں کی مانند شکل وصورت بنا کر لائیگا (یعنی اپنے تابعدار جنات اور شیاطین کو حکم دیگا کہ وہ اونٹوں کی شکل وصورت میں اس دیہاتی کے سامنے آجائیں) چنانچہ شیاطین اونٹ بنکر سامنے آجائنگے اور وہ اونٹ تھنوں کی درازی اور کوہانوں کی بلندی کے اعتبار سے اسکے اونٹوں سے بہتر معلوم ہونگے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر وہ ایک شخص کے پاس آئیگا جسکا باپ اور بھائی مرگئے ہونگے اور اس سے کہے گا کہ مجھے بتا اگر میں تیرے (مرے ہوئے) باپ اور بھائی کو زندہ کردوں تو کیا تو یہ تسلیم کریگا کہ میں تیرا پروردگار ہوں وہ شخص جواب دیگا کہ ہاں تب دجال (شیاطین) کو اسکے بھائی اور باپ کی شکل وصورت میں پیش کردیگا۔

حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ یہ فرما کر کسی ضرورت سے باہر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد مجلس میں تشریف لے آئے اس وقت حاضرین مجلس دجال کے یہ حالات سنکر فکر وغم کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے، حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے تو (دجال کا اسطرح ذکر کرکے ہمارے دل نکال لئے ہیں) یعنی ہمارے دل سخت مرعوب ہوگئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اگر دجال نکلے اور فرض کرو میں زندہ رہوں تو دلائل وحجت سے اسکو دفع کردونگا اور اگر وہ اس وقت نکلا

جب میں دنیا میں موجود نہ ہونگا تو یقیناً میرا پروردگار ہر مؤمن کیلئے میرا وکیل اور خلیفہ ہوگا، یعنی اس وقت اللہ تعالیٰ ہر صاحبِ ایمان کا حامی و مددگار رہوگا اور اسکے فتنہ وفساد سے محفوظ رکھیگا، پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بھوک کے وقت تو انسان کی بے صبری کا عالم تو یہ ہوتا ہے کہ ہم آٹا گوندھتے ہیں اور اسکی روٹی پکا کر فارغ بھی نہیں ہوتے کہ بھوک سے ہم بے چین ہوجاتے ہیں، تو ایسی صورت میں جب کہ قحط سالی پھیلی ہوئی ہوگی غذائی اشیاء دجال کے تسلط میں ہونگی اور کھانے پینے کی چیزیں صرف وہی شخص پاسکیگا جو دجال کی اتباع کریگا آخر مؤمنین کا کیا حال ہوگا (یعنی وہ اپنی بھوک پر کس طرح قابو پائینگے اور انہیں صبر وقرار کیسے ہوگا) حضور ﷺ نے فرمایا انکے لئے وہی چیز کافی ہوگی جو آسمان والوں یعنی فرشتوں کو کافی ہوتی ہے یعنی حق تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس۔

تشریح:

انکے لئے وہی چیز کافی ہوگی کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اسقدر صبر و استقامت اور نفس پر قابو عطا فرمادیگا کہ وہ کھانے پینے کی احتیاج (ضرورت) ہی محسوس نہیں کرینگے جیسا کہ فرشتے کھانے پینے کے محتاج نہیں ہوتے اور انکی اصل غذا تسبیح وتقدیس ہوگی، جیسا کہ فرشتوں کی غذا تسبیح وتقدیس ہے۔

واضح رہے کہ بعض حضرات نے حضرت اسماءؓ کے ان الفاظ (**یارسول اللہ۔** ﷺ **آپؐ نے تو ہمارے دل نکال لئے**) کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ دجال سے ہمارا تو واسطہ بھی نہیں پڑا ہے اسکا صرف ذکر ہی سنکر ہمارا یہ عالم ہے کہ ہم روٹی

پکانے کے لئے آٹا گوندھتے ہیں اور جونہی دجال کی ان باتوں کا خیال آجاتا ہے جو آپ ﷺ نے ذکر فرمائی ہیں اور جو ہمارا دل نکال لیتی ہیں تو خوف ودہشت اور فکر وصدمہ کی وجہ سے ہم روٹی پکانا چھوڑ دیتے ہیں اور بھوکے رہ جاتے ہیں تو آخر اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اس زمانہ کے سخت ترین حالات سے دوچار ہونگے اور جن کا واسطہ دجال سے پڑیگا۔

لیکن طیبیؒ نے اس معنٰی کو بعید قرار دیا ہے ویسے اگر یہ معنٰی مراد لئے جائیں تو اس صورت میں حضور۔ ﷺ۔ کے جواب کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تسبیح وتقدیس کی برکت سے انکو صبر واستقامت اور ان حالات کا مقابلہ کرنے کی قوت وطاقت عطا فرمائیگا۔

نیز احتمال تو یہ ہے کہ حضرت اسماءؓ نے یہ بات اس مجلس کے بعد کسی وقت خدمت نبویؐ میں حاضر رہوکر عرض کی ہوگی ویسے **فقلت**: میں حرفِ ''**ف**'' بظاہر اس طرفِ اشارہ کرتا ہے کہ انھوں نے یہ بات اسی مجلس میں دجال کا ذکر سنکر کہی تھی اور انکے وہ الفاظ جن میں آٹا گوندھنے اور بھوک کا ذکر ہے وہ انھوں نے زمانۂ آئندہ کے اعتبار سے کہے مشکوٰۃ کے اصل نسخہ میں رواہ کے بعد جگہ چھوٹی ہوئی ہے لیکن پھر بعد میں کسی نے احمد وابوداوٗد و الطیالسی کے الفاظ کا الحاق کیا ہے اور بعض حضرات نے اسطرح کہا ہے: (رواہ اُحمد عن عبدالرزاق عن معمر عن قتادۃ عن شہر بن حوشب الخ)

سوال تین آدمیوں کیلئے حلال ہے:

(۱۲)عن قبیصةَ بْنِ مُخَارِقَ قال تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فأتیتُ رسولَ اللّٰہ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ أَسْأَلُہٗ فِیْھَا فقال أقِمْ حتی تَأْتِیَنَا الصد قةُ فنأمرُ لَکَ بھا ثُمَّ قَالَ یاقَبِیْصَةُ اِنَّ المسألةَ لاتَحِلُّ اِلَّا لأحَدِ ثلاثةٍ رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فحلت لہ المسألةُ حتی یصیبَھا ثم یُمْسِكُ ورجلٌ أصابتہ جآئحة اِجْتاحَتْ مالہٗ فحلت لہٗ المسألةُ حتی یُصِیْبَ قَوَاماً من عیشٍ أوقالَ سَدَادًا من عیشٍ ورجلٌ أصابتہ فاقةٌ حتی یقومَ ثلاثةً من ذَوِیْ الحجیٰ من قومہٖ لقد أصابَتْ فلاناً فاقةٌ فَحَلَّتْ لَہٗ المسألةُ حتی یُصِیْبَ قِواماً من عیشٍ أوقال سداداًمن عیشٍ فماسواھنَّ من المسألةِ یاقبیصةُ سُحُتٌ یأکُلُھَا صاحبُھا سُحُتًا۔

(مشکوۃ ص/۱۶۲،ج/۱)

ترجمہ:

حضرت قبیصۃ بن مخارقؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک ایسے قرضہ کی ضمانت لی جو دیت کی وجہ سے تھا چنانچہ میں رسول کریمﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے ادائیگی ٔقرض کیلئے مال (کچھ رقم) کا سوال کیا آپﷺ نے فرمایا (کچھ دن) ٹھہرے رہو، جب ہمارے پاس زکوٰۃ کا مال آئیگا تو اس میں سے تمہیں کچھ دینے کیلئے کہدینگے پھر آپ ﷺ نے فرمایا قبیصۃ صرف تین طرح کے لوگوں کے لئے

سوال کرنا جائز ہے۔

ایک تو اس شخص کیلئے جو کسی کے قرض کا ضامن ہوگیا ہو، بشرطیکہ مانگنے میں مبالغہ نہ کرے۔

دوسرے اس شخص کیلئے جو کسی آفت ومصیبت میں مبتلاء ہوجائے اور اسکا تمام مال ہلاک وضائع ہوجائے، چنانچہ اسکو صرف اس قدر مانگنا جائز ہے جس سے اسکی ضرورت پوری ہوجائے یا فرمایا کہ اسکی محتاجگی دُور ہوجائے اور اسکی زندگی کیلئے سہارا ہوجائے۔

تیسرے اس شخص کیلئے کہ اسکو کوئی سخت حاجت پیش آجائے جسے اہل محلّہ بھی جانتے ہوں مثلاً گھر کا تمام مال واسباب چوری ہوجائے یا کسی اور حادثہ سے دوچار ہوجائے اور قوم کے تین صاحب عقل وفراست لوگ اس بات کی شہادت دیں کہ واقعی اسے سخت حاجت پیش آگئی ہے تو اسکے لئے اس قدر مانگنا جائز ہے جس سے اسکی ضرورت پوری ہوجائے یا فرمایا کہ اسکی وجہ سے اسکی محتاجگی دُور ہوجائے اور اسکی زندگی کا سہارا ہوجائے قبیصۃ ان تین کے علاوہ کسی اور کو سوال کرنا حرام ہے ان کے علاوہ کوئی شخص ان تین مجبوریوں کے علاوہ دست سوال دراز کرکے کسی سے کچھ لے کر کھاتا ہے تو حرام کھاتا ہے۔

تشریح:

حمالہ اس مال کو کہتے ہیں جو کسی شخص پر دیت کے طور پر کچھ لوگوں کو دینا ضروری

ہواور کوئی دوسرا شخص اس مال کی عدم ادائیگی کی بنا پر آپس کے لڑائی جھگڑے کو نمٹانے کیلئے درمیان میں پڑ جائے اور وہ مال اپنے ذمہ لیلے اور اسکی وجہ سے قرضدار ہوجائے حدیث کے آخر میں تین صاحب عقل وفراست لوگوں کی شہادت کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ احتیاج وضرورت کے واقعی اور حقیقی ہونے کے لئے بطور مبالغہ ہے، نیز اس بات کا احساس پیدا کرنے کیلئے ہے کہ لوگ دست سوال داز کرنے کو آسان نہ سمجھیں اور اس برے فعل سے بچتے رہیں۔

مال کو تین رات کیلئے بھی نہ رہنے دونگا:

(۱۳) عن أبي هُريرة قال: قالَ رسولُ اللّٰهِ۔صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ لوكان لي مثل أحد ذهباً لَسَرَّني أنْ لّايَمُرَّ عَلَيَّ ثَلاثُ لَيَالٍ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْئٌ اِلَّا شَيْئٌ أُرصِده لدينٍ۔

(رواہ البخاری/مشکوۃ ص۱۶۴/ج۱)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اگر میرے پاس احد کے پہاڑ کے برابر سونا ہوتا تو مجھے یہ گوارا نہ ہوتا کہ تین راتیں گزرجاتی اور وہ تمام سونا یا اسکا کچھ حصہ علاوہ بقدر ادائے قرض کے میرے پاس موجود رہتا۔ (بخاری)

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا تو میرے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ بات یہ ہوتی کہ میں وہ تمام سونا تین رات کے اندر اندر ہی لوگوں میں تقسیم کردیتا اس میں سے اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتا ہاں اتنا سونا ضرور بچالیتا جس سے میں اپنا قرض ادا کرسکتا کیونکہ قرض ادا کرنا صدقہ سے مقدم ہے۔

اس ارشاد گرامی سے جہاں آنحضرت ﷺ کی انتہائی سخاوت وفیاضی کا وصف سامنے آتا ہے وہیں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جولوگ اپنے مال وزر کی خیرات نکالتے ہیں خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اپنی آسائش وراحت کے ذرائع مہیا کرتے ہیں، مثلاً عالی شان بلڈنگیں بناتے ہیں، کوٹھیاں تعمیر کرتے ہیں یا اسی قسم کی دوسری آسائشِ زندگی کیلئے بے تحاشا مال خرچ کرتے ہیں مگران کے اوپر دوسرے لوگوں کے حقوق ہوتے ہیں وہ ان کے حقوق کی ادائیگی تو کیا کرتے ان کی طرف ان کا دھیان بھی کبھی نہیں جاتا تو یہ کوئی اچھی اور پسندیدہ بات نہیں ہے بلکہ شرعی طور پر انتہائی غلط ہے، شریعت اور اخلاق ہی نہیں بلکہ محض عقل ودانش اور انسانی ہمدردی کے نقطۂ نظر سے بھی کیا یہ بات گوارا کی جاسکتی ہے کہ ایک شخص تو حرص وہوس کا پتلا بنکر اپنی تجوریاں بھرے بیٹھا ہوا ہے، بے مصرف مال وزر کے انبار لگائے ہوئے ہے اور سونے چاندی کے خزانے جمع کئے ہوئے ہے، مگر ایک دوسرا شخص اسکی آنکھوں کے سامنے نانِ جویں کیلئے بھی محتاج ہو اور اسکی تجوری کا منہ نہ کھلے ایک غریب بھوک وافلاس کے مارے دم توڑ رہا ہو، مگر اس کے اندر اتنی بھی ہمدردی نہ ہو کہ اس غریب کو کھانا کھلا کر اسکی زندگی کے چراغ

کو بجھنے سے بچائے۔

جی ہاں آج کے اس دور میں بھی جبکہ سوشلزم، مساوات اور انسانی بھائی چارگی وہمدردی کے نعرے ہمہ وقت فضا میں گونجتے رہتے ہیں کون نہیں دیکھتا کہ مال وزر کے بندے اپنی ادنی سی خواہش کے لئے تجوریوں کے منہ کھول دیتے ہیں دنیاوی آسائش وراحت کی خاطر مال وزر کے تختے بچھا دیتے ہیں مگر جب بھوک و پیاس سے بلکتا کوئی انہیں جیسا انسان انکے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے تو ان کی جبیں پر بل پڑ جاتے ہیں اور ان کے منہ سے نفرت وحقارت کے الفاظ ابلنے لگتے ہیں وہ شقی القلب (بد بخت) یہ نہیں سوچتے کہ اگر معاملہ برعکس ہوتا تو انکے جذبات واحساسات کیا ہوتے لہذا جنگ زرگری کے موجودہ دور میں مسلمانوں ہی کیلئے نہیں بلکہ پوری انسانی برادری کیلئے یہ ارشاد گرامی ایک دعوت عمل اور مینارۂ نور ہے۔

کوڑھی، گنجے اور اندھے کا امتحان:

(١٤) عن أبي هُريرةرضى الله عنه۔ أنـه سَمِعَ النَّبِيَّ ـصَلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ۔ يَقُوْلُ اِن ثلاثةً من بني اسرائيلَ أبرص وأقرع وأعمىٰ فأراداللّٰهُ أن يَبْتَلِيَهُمْ فبعثَ اِلَيْهِمْ مَلَكًا فأتى الأبرصَ فقالَ أيُّ شيْـئٍ أحبُّ اِليكَ؟قال:لَوْنٌ حسنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ ويذهبُ عنّى الَّذِىْ قَدْ قَـذِرَنـى الـنـاسُ قـالَ فَـمَسَـحَهٗ فذهبَ عنه قذرُه وأُعطىَ لوناً حسناً

وجِلْداً حَسَناً قالَ: فأيُّ المالِ أحبُّ اِليك؟قالَ:اَلْاِبِلُ أوْقالَ: اَلْبَقَرُ۔شكَّ اِسْحَاقُ ۔اِلَّاأنَّ الأبرص والأقرع قَالَ:أَحَدُ هُمَااَلْاِبِلُ وَقَالَ الآخَرُ:اَلْبَقَرُ قَالَ:فأُعطى نَاقَةً عَشْرَاء فقالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهَا قَالَ: فأتى الأقرعَ فقالَ أىُّ شيئٍ أحبُّ اِلَيْكَ؟ قالَ شَعْرٌحَسَنٌ ويذهبُ عنى هذاالَّذِىْ قدقَذِرَنِىْ الناسُ قال فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عنه قالَ وأُعطى شعراًحسناً قالَ فأىُّ المالِ أحبُّ اِلَيْكَ؟قالَ اَلْبَقَرُ فأُعطى بَقَرَةً حَامِلًا قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فيها قالَ فأتى الأعمىٰ فقالَ أىُّ شيئ أحبُّ اِلَيْكَ؟قالَ اَنْ يَرُدَّ اللّٰهُ اِلَىَّ بَصَرِىْ فأبصربه الناسَ قالَ فَمَسَحَهٗ فَرَدَّاللّٰهُ اِلَيْهِ بصرهٗ قالَ فَأَىُّ المالِ أحبُّ اِلَيْكَ؟قالَ اَلْغَنَمُ فأُعطى شاةً وَالِداً فانتج هذان وولد هذا فكانَ لِهَذَاوَادٍ مِنَ الابلِ ولهذا وادٍمن البقرِ ولهذا وادٍمنَ الغنمِ قالَ ثُمَّ انّه أتى الأبرصَ فى صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ فقالَ رجلٌ مسكينٌ قد انقطعتْ بى الحبالُ فى سفرى فلا بلاغَ لى اليومُ اِلَّا باللّٰهِ ثُمَّ بك أَسْئَلُكَ بالذِىْ أعطاكَ اللَّوْنَ الحسنَ والجلدَ الحسنَ والمالَ بعيرًا أَتَبَلَّغُ به فى سَفَرِىْ فقالَ الحقوقُ كثيرةٌ فقالَ انّه كأنّى أعرفك ألم تكنْ أبرص يَقْذُرُكَ الناسُ فقيراً فأعطاكَ اللّٰهُ مالًا فقالَ اِنَّمَاوُرِّثْتُ هذا لمالَ كابراً عن كابرٍ فقالَ اِنْ كُنْتَ كاذباً فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ اِلىٰ ماكُنْتَ قَالَ وأتى الأقرعَ فى صُورتِهٖ فقالَ له مثلَ ماقالَ لهٰذا وَرَدَّعليه مثلَ ماردَّ علىٰ هٰذا فقالَ اِنْ كُنْتَ كاذباً فَصَيَّرَكَ

اللّٰهُ اِلیٰ ماكنتَ قالَ وأتى الأعمىٰ فى صُورَتِهٖ وهيئَتِهٖ فقالَ رجلٌ مسكينٌ وابنُ سبيلٍ انقطعتْ بي الحبالُ فى سفري فلا بلاغَ لي اليوم اِلَّا باللّٰهِ ثم بِكَ أسئَلُكَ بالذى ردَّعليكَ بصرَك شاةً أتَبَلَّغُ بِهَافى سَفَرِي فقالَ قدكنتُ أعمىٰ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيّ بَصَرِيْ فَخُذْ مَاشِئْتَ وَدَعْ ماشئتَ فَوَاللّٰهِ لاأَجْهَدُكَ اليوم بشيئٍ أخذتهٗ لِلّٰهِ فقال أَمْسِكْ مَالَكَ فِاِنَّمَا اُبْتُلِيْتُمْ فَقَدْرَضِىَ عنكَ وسخطَ علىٰ صَاحِبَيْكَ۔

(متفق علیہ،مشکوٰۃ ص۱۶۵،ج۱)

ترجمه:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ان میں سے ایک کوڑھی تھا دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمانا چاہا، (کہ یہ نعمتِ الٰہی کا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انکے پاس ایک فرشتہ فقیر کی صورت میں بھیجا وہ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے کوڑھی نے کہا اچھا رنگ اور جسم کی بہترین جلد نیز یہ کہ مجھے اس چیز سے نجات مل جائے جسکی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ فرشتہ نے کوڑھی کے بدن پر ہاتھ پھیرا چنانچہ اسکا کوڑھ پن جاتا رہا، اسے بہترین رنگ و رُوپ اور بہترین جلد عطا کردی گئی، پھر فرشتہ نے پوچھا کہ اب تمہیں کونسا مال سب سے زیادہ پسند ہے اس شخص نے کہا اونٹ یا کہا گائیں (حدیث کے ایک راوی اسحٰق کو شک ہے کہ گائے کہا) کوڑھی نے کہا تھا یا کہ

گنجے نے کہا تھا بہر حال ان میں سے ایک نے تو اونٹ کیلئے کہا تھا اور دوسرے نے گائے کیلئے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو حاملہ اونٹنی عطا کردی گئی پھر فرشتہ نے یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس مال میں برکت عطا فرمائے۔

پھر فرمایا: فرشتہ گنجے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے گنجے نے کہا بہترین قسم کے بال اور یہ کہ میں اس چیز سے نجات پا جاؤں جسکی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا فرشتہ نے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا اور اسکا گنجا پن جاتا رہا نیز اسے بہترین قسم کے بال عطا کردئے گئے پھر فرشتہ نے اس سے پوچھا تمہیں کونسا مال سب سے زیادہ پسند یدہ ہے؟ اس شخص نے کہا گائیں، چنانچہ اسے حاملہ گائے عطا کردی گئی اور فرشتہ نے اسے بھی دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس مال میں برکت عطا فرمائے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں: کہ اسکے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کونسی چیز سب سے زیادہ پسند یدہ ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ مجھے میری بینائی دے دے تاکہ اسکے ذریعہ سے میں لوگوں کو دیکھوں آپ ﷺ نے فرمایا فرشتہ نے اسپر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اسکی بینائی عطا کردی پھر فرشتہ نے پوچھا کہ تمہیں کونسا مال سب سے زیادہ پسندیدہ ہے اس نے کہا بکریاں چنانچہ اسے بہت سی بچے دینے والی بکریاں عنایت فرمادی گئیں اسکے کچھ عرصہ بعد کوڑھی اور گنجے نے اُونٹیوں اور گایوں کے ذریعہ اور اندھے نے بکریوں کے ذریعہ بچے حاصل کئے یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے ایک جنگل اور گنجے کی گایوں سے ایک جنگل اور اندھے کی بکریوں سے ایک

جنگل بھر گیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا فرشتہ پھر کوڑھی کے پاس اپنی اسی شکل وصورت میں آیا اور اس سے کہنے لگا کہ میں ایک مسکین شخص ہوں میرا تمام سامان سفر کے دوران جاتا رہا اسلئے آج میرا منزلِ مقصود تک پہونچنا ممکن نہیں ہے، ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی ہوجائے اور تم ذریعہ بن جاؤ، لہٰذا میں تم سے اس ذات کا واسطہ دیکر جس نے تمہیں اچھا رنگ، بہترین جلد اور مال عطا کیا ہے ایک اونٹ مانگتا ہوں تاکہ اسکے ذریعہ میرا سفر پورا ہوجائے اور میں اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جاؤں اس کوڑھی نے کہا میرے اُوپر حق بہت زیادہ ہیں، فرشتہ نے کہا میں تمہیں پہچانتا ہوں کیا تم وہی کوڑھی نہیں ہو جس سے لوگوں کو گھن آتی تھی؟ اور تم محتاج وقلاش تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں صحت عطا فرمائی اور مال سے نوازا، کوڑھی نے کہا یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ مال تو مجھے اپنے باپ دادا کی طرف سے وراثت میں ملا ہے، فرشتہ نے کہا اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حالت کی طرف پھیر دے جس میں تم پہلے مبتلاء تھے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر فرشتہ گنجے کے پاس اپنی اسی پہلی شکل و صورت میں آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو اس نے کوڑھی سے کہا تھا، چنانچہ گنجے نے بھی وہی جواب دیا جو کوڑھی نے دیا تھا فرشتہ نے گنجے سے بھی وہی کہا اگر تم جھوٹے ہو تو خدا تمہیں ویسا ہی کردے جیسا کہ تم پہلے تھے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا اسکے بعد فرشتہ اندھے کے پاس اپنی اسی پہلی شکل وصورت میں آیا اور اس سے بھی یہی کہا

کہ میں ایک مسکین اور مسافر ہوں میرا تمام سامان سفر کے دوران جاتا رہا اس لئے آج منزل مقصود تک پہونچنا اس شکل میں ممکن ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی میرے ساتھ شامل حال ہوجائے اور اسکے بعد تم اسکا ذریعہ بن جاؤ، لہٰذا میں اس ذات کا واسطہ دیکر جس نے تمہاری بینائی واپس کردی ایک بکری مانگتا ہوں تاکہ اسکے ذریعہ میں اپنا سفر پورا کرسکوں اندھے نے کہا بے شک میں پہلے ایک اندھا تھا اللہ تعالیٰ نے میری بینائی واپس کردی، لہٰذا بکریاں حاضر ہیں اس میں سے تم جو چاہو لے لو اور جو نہ چاہو اسے چھوڑ دو تم جو کچھ بھی لوگے خدا کی قسم میں تمہیں اسکو واپس کرنے کی تکلیف نہیں دونگا فرشتہ نے کہا تم اپنا مال اپنے پاس رکھو اس وقت تو تمہیں آزمائش میں مبتلاء کیا گیا تھا سو تم آزمائش میں پورے اترے چنانچہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہوگئے اور تمہارے وہ دونوں ساتھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض قرار پائے۔

فائدہ:

اس قصہ میں کسقدر عبرت ہے کہ ان تین پر حق جل شانہ نے بڑے بڑے احسانات فرمائے مگر شکر گذاری کی توفیق صرف ایک کو ہوئی اور دوسروں نے شکر گذاری نہ کی اس وجہ سے وہ خسارہ میں رہے اور جس نے اللہ پاک کے احسانات کو سمجھا اور رحم کھایا اللہ پاک نے اسکو کامیاب کردیا اور نقصان سے بچادیا اس لئے ہم پر ضروری ہے کہ ہم ہروقت اللہ پاک کے احسانات کا شکرادا کریں اور ڈرتے رہیں۔

سوال کرنا کن تین کیلئے درست ہے:

(۱۶)عن أنس أن رجلاً من الانصارِ أتى النبيَّ ـصلى اللّٰهُ عليه وَسَلَّمَ يسأله فقالَ أَمَّافي بيتكَ شيئٌ فقالَ بلٰى حِلْسٌ نلبس بعضه نَبْسُطُ بعضَه وَقَعْبٌ نشرب فيه من الماءِ قالَ اِئْتِنِيْ بِهِمَا فأتاهُ بهما فأَخَذَ هُمَا رسولُ اللّٰهِ ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ بِيَدِهٖ وقالَ من يشترى هٰذ ين قالَ رجلٌ أنااٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ قالَ من يزيد علىٰ درهمٍ مَرَّتَيْنِ أوثلثاً قالَ رجلٌ أنا اٰخُذُ هُمَا بِدِرْهَمَيْنِ فأعطاهُمَا اِيَّاهُ فأخَذَ الدرهمينِ فأعطاهُمَا الأنصارى وقالَ اشترِبأحدِهِمَا طَعَاماً فأنبذه الٰى أهلك واشتر بالاٰخرقدوماً فائتنى به فأتاه به فشد فيه رسول اللّٰه ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ عوداً بيده ثم قالَ اِذْهَبْ فاحتطِبْ وبعْ و لاأُرِيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَيوماً فذهبَ الرجلُ يحتطبُ ويبيعُ فجآئه وقدأصاب عشرةَ دراهمَ فاشترى بِبَعْضِهَا ثوباً وببعضها طعاماً فقالَ رسولُ اللّٰهِ ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ هذاخيرٌلَكَ مِنْ أنْ تَجِيْئَ المسئلة نكتةً فى وجهكَ يومَ القِيَامَةِ أن المسئلة لاتصلح الالثلثة لذي فَقْرٍمُدْقِعٍ أولذي غُرم مُفظع أولذي دم مُوْجِعٍ ـ (مشکوۃ شریف)

ترجمہ:

حضرت انس کہتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں

آیا اور کسی چیز کا سوال کیا آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کیا تمہارے گھر میں کچھ ہے؟ اُس نے عرض کیا صرف ایک موٹی سی کملی ہے جس میں سے کچھ حصہ اوڑھتا ہوں اور کچھ حصہ بچھا لیتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں میں پانی پیتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں چیزوں کو لے آؤ وہ دونوں چیزیں لیکر آپکی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے دونوں چیزیں اپنے ہاتھ میں لیکر فرمایا کہ ان چیزوں کو کون خریدتا ہے؟ ایک شخص نے کہا میں ان دونوں چیزوں کو ایک درہم میں خریدنے کے لئے تیار ہوں آپ ﷺ نے فرمایا ان کو ایک درہم سے زیادہ میں کون خریدنے والا ہے؟ آپ ﷺ نے یہ دو یا تین بار فرمایا ،ایک شخص نے کہا میں انکو دو درہم میں خریدتا ہوں آپ ﷺ نے دونوں چیزیں اس شخص کو دیدیں اور اس سے دو درہم لیکر اس انصاری کو دے دئے اور اس سے فرمایا کہ اس میں سے ایک درہم کا کھانا خرید کر اپنے گھر والوں کو دے دو اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ وہ شخص کلہاڑی خرید کر آپ ﷺ کے پاس لایا آپ ﷺ نے اس کلہاڑی میں اپنے دستِ مبارک سے ایک مضبوط لکڑی لگادی پھر اس سے فرمایا جاؤ لکڑی جمع کرو اور میں تمہیں یہاں پندرہ دن تک نہ دیکھوں!

چنانچہ وہ شخص چلا گیا اور لکڑیاں جمع کر کے فروخت کرنے لگا جب رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آیا تو وہ دس درہم کا مالک تھا، اس نے ان درہموں سے کچھ کا غلہ خریدا اور کچھ کا کپڑا خرید لیا آپ ﷺ نے اسکی حالت کی تبدیلی کو دیکھ کر فرمایا یہ صورت حال تمہارے لئے بہتر ہے بہ نسبت اس چیز کے کہ قیامت میں تم اس حالت میں آؤ کہ تمہارا سوال تمہارے منہ پر برے نشان کی صورت میں ہو اور یاد رکھو سوال کرنا

صرف تین لوگوں کیلئے مناسب ہے ایک تو اس محتاج کیلئے جس کو مفلسی نے زمین پر گرادیا ہو دوسرے اس قرضدار کیلئے جو بھاری اور ذلیل کرنے والے قرض کے بوجھ سے دبا ہوا ہو، اور تیسرے صاحب خون کیلئے جو دیت پہنچائے یعنی اس شخص کیلئے جس پر دیت واجب ہو خواہ اس نے خود کسی کا ناحق خون کیا ہو، اور اسکا خون بہا اسکے ذمہ ہو یا کسی دوسرے شخص نے کوئی خون کردیا ہو اور اسکی دیت اسنے اپنے ذمہ لی ہو مگر اسکی ادائیگی کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اسکے لئے بھی جائز ہے کہ اس خون بہا کے بقدر کسی سے مانگ کر ادائیگی کردے۔

فائدہ:

آج کل لوگ بیکار پھرتے ہیں اور مانگ مانگ کر کام چلاتے ہیں ان کے لئے اس میں زبردست تنبیہ ہے کہ کام وتجارت کرنی چاہیئے، بے کار ہرگز نہ پھرنا چاہیئے اسلام بے کار رہنے کو پسند نہیں کرتا اور سوال کرنا اسلام میں معیوب ہے محنت کرنا، کمانا ،حرفت وپیشہ بہت ضروری ہے۔

امام محمدؒ نے **کتاب الکسب** میں فرمایا کہ **الکسب من الدین** ،کمانا دین کا ایک جزء ہے، حضرات انبیاء (**علیہم الصلاۃ والسلام**) نے بھی پیشے کئے ہیں، کسی نے کپڑا بُننے کا، کسی نے نجّاری کا، کسی نے زراعت کا، کسی نے تجارت کا ،اسیطرح حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم أجمعین) نے پیشے اختیار کئے، اور تابعین، اولیاء اللہ نے بھی پیشے اختیار کئے ہیں، اس کو عار نہیں سمجھا اور نہ اسلام میں پیشوں سے عزت وذلت کا تعلق ہے اسکا تعلق تو انسان کے اعمال صالحہ سے

ہے اعمالِ صالحہ سے عزت آتی ہے اور بُرے کاموں سے ذلت آتی ہے۔

قرآن، امانت، اور رشتہ داریوں کا جھگڑا:

(۱۷) عن عبدالرحمن بن عوف عن النبي ﷺ قال ثلثةٌ تَحۡتَ العرشِ يومَ القيٰمة، القرآنُ يُحَاجُّ العبادَلهٗ ظهرٌو بطنٌ والأمانةُ والرحم تنادى اَلَا مَنۡ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنۡ قَطَعَنِي قَطَعَه اللّٰهُ۔

(رواہ فی شرح السنۃ، مشکوۃ ص/۱۸۶ ج/۱)

ترجمہ:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن عرش کے نیچے تین چیزیں ہونگی ایک تو قرآن جو بندوں سے جھگڑیگا اور قرآن کیلئے ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور عرش کے نیچے امانت ہوگی، تیسری چیز جو پکارے گی رحم یعنی رشتہ داریاں، خبردار، جس چیز نے مجھے یعنی میرے حق کی رعایت کی بایں طور کہ جو حق اس پر ہے اسے ادا کیا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی (اپنی رحمت کے ساتھ) ملائیگا اور جس شخص نے مجھے توڑا (یعنی میرے حق کو ادا نہیں کیا) تو اللہ تعالیٰ بھی اس شخص کو توڑ دیگا یعنی اُسپر رحمت خاصہ متوجہ نہ ہوگی۔

تشریح:

عرش کے نیچے تین چیزیں ہونگی سے دراصل اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ

قیامت کے روز ان تینوں چیزوں کو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کمال قرب واعتبار حاصل ہوگا اور حق سبحانہ وتعالیٰ ان کے حق کو اور انکے ثواب کو جو ان کے اختیار کرنے والوں کو ملے گا ضائع نہیں کریگا۔

بندوں سے جھگڑے گا) کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنی دنیاوی زندگی میں قرآن کریم کی تعظیم نہ کی ہوگی اور اسپر عمل نہ کیا ہوگا تو قیامت کے روز قرآن کریم ان سے جھگڑیگا یعنی انکو سزا دلوائیگا اور جن لوگوں نے دنیاوی زندگی میں قرآن کریم کی تعظیم بھی کی ہوگی اور اس پر عمل بھی کیا ہوگا تو قرآن کریم انکی طرف سے جھگڑیگا یعنی بارگاہِ رب العزت والجلال میں انکی طرف سے وکالت اور انکی شفاعت کریگا۔

قرآن کریم کیلئے ظاہر بھی ہے اسکا مفہوم یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں جو احکام وغیرہ بیان کئے گئے ہیں ان کے معنی بالکل ظاہر اور واضح ہیں جن کو اکثر لوگ سمجھتے ہیں ان میں کسی غور وفکر وتامل کی ضرورت نہیں ہے۔

اسی طرح باطن کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کے کچھ معنیٰ ایسے بھی ہیں جن کے سمجھنے کے لئے غور، فکر، تفسیر وتامل کی ضرورت ہوتی ہے یا یوں کہئے کہ ان معنی کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا بلکہ خواص اور علماء ہی سمجھتے ہیں اس ارشاد گرامی سے اس طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ قرآن پر عمل نہیں کرتے ان سے قیامت کے روز قرآن کریم کے بارے میں مواخذہ ہوگا۔

امانت سے حقوق اللہ اور حقوق العباد مراد ہیں جن کی ادائیگی لازم ہے، **اناعرضنا الأمانة:** میں بھی مراد احکامات الٰھیہ ہیں اس طرف ہی اشارہ ہوسکتا

ہے اور رشتہ داروں کے سلسلہ میں قرآن کریم میں بھی تاکید وارد ہوئی ہے کہ ان کی خدمت کرو ان پر مال خرچ کرو۔

وہ تین اشخاص جو مشک کے ٹیلے پر ہوں گے:

(۱۸) عن ابن عمرؓ قال قال رسولُ اللّٰہِ ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ۔ ثلاثةٌ علیٰ كُثُبَانِ الْمِسْكِ يومَ القيمةِ عبدٌ أدّى حقَ اللّٰهِ وَحَقَّ مولاهُ ورجلٌ أمَّ قوماً وهم بهٖ رَاضُونَ ورجلٌ يُنادي بالصلوات الخمس كُلَّ يومٍ وليلةٍ۔ (مشکوۃ ص/۶۵،ج/۱)

ترجمہ:

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن تین آدمی مشک کے ٹیلوں پر ہونگے ایک وہ غلام جس نے اللہ کا حق ادا کیا اور اپنے مالک کا بھی حق ادا کیا، دوسرا وہ آدمی جو لوگوں کو نماز پڑھاتا ہو اور وہ لوگ اس سے راضی ہوں اور تیسرا وہ آدمی جو پانچوں وقت کی نمازوں کیلئے سدا شب وروز اذان دیتا ہے۔

تشریح:

غلام سے یہاں مملوک مراد ہے یعنی وہ غلام کہ جو آزاد نہ ہو بلکہ کسی شخص کی ملکیت (غلامی) میں ہو خواہ وہ غلام مرد ہو، خواہ عورت باندی ہو اور وہ لوگ اس سے راضی ہوں مطلب یہ کہ وہ امام نماز کے احکام وارکان اور سنن وآداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز پڑھاتا ہو اور قرأتِ قرآن صحت کے ساتھ کرتا ہو اور اسکی خوش سلیقہ امامت کی وجہ سے

اسکے مقتدی اس سے راضی وخوش ہوں اوران تین طرح کے آدمیوں کو قیامت کے دن مشک کے ٹیلے اس لئے ملیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اپنے نفسوں کو طاعت وعبادت کی سختیاں برداشت کرنے کا پابند بنا رکھا تھا اس کے اجر وثواب میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو یہ خوشبو کی چیز عطا فرمائیگا تاکہ خلائق کے درمیان ان کی بزرگی ظاہر ہو۔

وہ تین لوگ، فرشتے جن کے قریب نہیں آتے:

(۱۹) وعن عماربن یاسرقال: قالَ رسولُ اللّٰہِ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ثَلٰثَۃٌ لَاتَقْرُبُھُمُ الْمَلاَئِکَۃُ جِیْفَۃُ الْکَافِرِ وَالْمُتَضَمِّخُ بِالْخَلوقِ والجُنُبِ اِلَّاأنْ یَتَوَضاً۔ (مشکوۃ ص ۵۰ ج ۱)

ترجمہ:

حضرت عمار بن یاسرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تین چیزیں وہ ہیں کہ (رحمت کے فرشتے) ان کے قریب نہیں آتے (۱) کافر کا بدن (۲) وہ شخص جو خلوق میں لتھڑا رہے (۳) جنبی مگر یہ کہ اس نے وضو کرلیا ہو۔

تشریح:

جیفۃ الکافر: (کافر کا بدن): اصل میں جیفۃ اس مردار کو کہتے ہیں جس میں بدبو ہوگئی ہو، اور کافر چونکہ مردار ہی کے مثل ہوتا ہے کہ مجسمہ نجاست وناپاکی، شرک وکفر جو سب سے بڑی نجاست باطنی ہے، اس لئے اسکے بدن کو جیفۃ سے تعبیر فرمایا گیا

ہے مطلب یہ کہ کافر کا بدن خواہ زندہ ہو یا مردہ رحمت کے فرشتے اسکے قریب نہیں آتے۔

دوسرا وہ جو خلوق میں لتھڑا رہے، خلوق اس مرکب خوشبو کو کہتے ہیں جو زعفران وغیرہ کئی چیزوں سے ملاکر بنائی جاتی ہے، اس خوشبو کا استعمال مردوں کو ممنوع ہے عورتوں کو نہیں، مطلب یہ کہ جو شخص ہر وقت خوشبو میں لتھڑا رہے اور عورتوں کی طرح بناؤ سنگار کرکے تعیّشات وتلذذات میں منہمک رہے اس کے قریب رحمت کے فرشتے نہیں آتے کیونکہ اول تو وہ اس آدمی کے مانند ہوتا ہے جس میں رعونت پائی جائے، دوسرے یہ کہ وہ عورتوں کی مشابہت اختیار کئے ہوتا ہے، پس اس حدیث میں اس بات کا اشارہ موجود ہے کہ جو شخص سنت کی مخالفت کرے گا وہ اگرچہ بظاہر کیسا ہی زیب وزینت والا ہو کیسا ہی معطر اور خوشبوؤں میں بسا ہوا ہو اور لوگوں میں کیسا ہی عزت والا ہو مگر حقیقت میں وہ نجس ہے کتے سے بھی بدتر ہے، جنبی کے حق میں یہ حدیث غسل جنابت میں تاخیر پر تہدید اور سخت زجر وتوبیخ کے طور پر ہے تاکہ لوگ جنابت کی حالت میں رہنے کا معمول نہ بنالیں اور غسل میں بلاوجہ تاخیر کرنے کے عادی نہ ہوجائیں۔

تین مبغوض آدمی:

(۲۰) عن ابن عباس قال: قالَ رسولُ اللّٰہِ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔أبغضُ الناسِ اِلی اللّٰہِ ثَلٰثَۃٌ مُلْحِدٌفی الحرمِ ومُبْتَغٍ فی الاسلامِ سُنَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ وَمُطَّلِبُ دمَ امرئٍ مسلمٍ بغیرِ حقٍ لیُھْرِیْقَ دمَہ۔

(رواہ البخاری رمشکوۃ ص ۲۷ ج ۱)

ترجمہ:

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سب لوگوں میں اللہ تعالیٰ کونہایت ناپسندیدہ تین لوگ ہیں (۱) حدود حرم میں الحاد یعنی کجروی کرنے والا (۲) اسلام میں زمانۂ جاہلیت کے طور طریقے ڈھونڈنے والا (۳) کسی مسلمان کے خونِ ناحق کا طلبگار تا کہ اسکے خون کو بہائے۔

تشریح:

حدودِ حرم میں الحاد: الحاد کے معنی ہیں راہ راست سے ہٹ جانا ***مُلْحِدٌ فِی الْحَرَمِ*** سے وہ شخص مراد ہے جوحرم شریف کے حدود میں وہ کام کرے جس کا اس جگہ کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے مثلاً لڑنا، جھگڑنا اور شکار کرنا وغیرہ، یا یہ کہ مطلق گناہ ومعصیت کا مرتکب ہو پس یوں تو الحاد کا ارتکاب مطلقاً قبیح اور برا فعل ہے مگر جب اسکا ارتکاب حرم شریف کی حدود میں ظاہر ہو تو پھر اسکی قباحت و برائی کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے، اسلام میں زمانہ جاہلیت کے طور طریقے، یعنی کسی مسلمان کا ان رسوم ورواج کو زندہ کرنا اور ان کو اختیار کرنا جو زمانۂ جاہلیت سے مختص ہیں جیسے نوحہ و ماتم کرنا کسی آفت ومصیبت کے وقت دامن وگریبان چاک کرنا بدشگونی لینا، نوروز کا تہوار منانا اور اسی طرح کی کفریہ رسمیں اور باتیں، مطلب یہ کہ یوں تو دین وشریعت کے خلاف مطلق کوئی نئی بات نکالنا اور اسکو رواج دینا بدعت اور برائی ہے لیکن ان برائیوں کو زندہ کرنا اور انکو اختیار کرنا تو بہت ہی برا اور اللہ کے نزدیک نہایت سخت ناپسندیدہ کام ہے جو اسلام کی روشنی پھیلنے سے پہلے زمانہ جاہلیت کی تاریکی کا حصہ تھیں اور جنکو اللہ کے رسول

ﷺ نے اپنے پیروں تلے روندڈالا تھا۔

کسی مسلمان کے خون ناحق کا طلبگار یعنی محض خونریزی کے قصد سے کسی مسلمان کے قتل کی خواہش وطلب رکھنا، مطلب یہ کہ یوں تو مطلق قتلِ نفس کی طلب ایک بہت بڑا گناہ ہے لیکن جب قتل کی خواہش وطلب کا تعلق کسی مسلمان کے خون سے ہو اور وہ بھی محض خونریزی کے مقصد سے تو اس کا گناہ کہیں زیادہ بڑا ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جب معصیت کی خواہش وطلب پر یہ وعید ہے تو اسکے مرتکب کا کیا حال ہوگا۔

منافق کی تین علامات:

(۲۱) وعن ابی هريرة قال: قالَ رسولُ اللّٰهِ ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اٰيَةُ المنافقِ ثلثٌ زَادَمسلمٌ وان صامَ وصلی وزَعَمَ أنه مسلمٌ ثم اتفقااذاحدَّثَ كَذَبَ واذاوَعَداً خُلَفَ وَاِذَاوُتِمِنَ خَانَ۔

(متفق علیہ مشکوۃ ص ۱۷/ ج۱)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں (اس کے بعد امام مسلمؒ نے اتنا اضافہ کیا ہے اگر چہ وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرے اس کے بعد بخاری ومسلم دونوں متفق ہیں وہ تین علامتیں یہ ہیں (۱) جب بات کرے جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو اسکے خلاف

کرے(۳) جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

تشریح:

جب بھی کوئی اصلاحی تحریک انقلابی رفتار سے آگے بڑھنے لگتی ہے اور معاشرہ پر اس کا تسلط پھیلتا جاتا ہے تو اسکے متفقین اور مخالفین کے درمیان ایک تیسرا طبقہ بھی پیدا ہو جاتا ہے، یعنی ایک تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس تحریک کے مکمل ہمنوا بن جاتے ہیں اور کامل ذہنی وجسمانی وابستگی کے ساتھ اُسکے دائرۂ اثر واطاعت میں داخل ہو جاتے ہیں ،انکے مقابلہ پر دوسرا طبقہ مخالفین کا ہوتا ہے جو تحریک کی کھلم کھلا مخالفت کرتا ہے اور اپنی پوری طاقت اور تمام تر وسائل کے ساتھ علانیہ طور پر تحریک کے داعیوں اور حامیوں کے مدِ مقابل رہتا ہے، اور اُن دونوں کے درمیان جو تیسرا طبقہ پیدا ہوتا ہے ان روبہٗ صفت لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے جو نہ اس تحریک کے دل سے حامی بنتے ہیں اور نہ کھلم کھلا مخالفت پر خود کو قادر پاتے ہیں اس طرح کے لوگ اپنی ذہنی وقلبی وابستگی اپنے سابقہ عقائد ونظریات ہی کے تئیں رکھتے ہیں، لیکن جسمانی طور پر حامیانِ تحریک کی صفوں میں شامل ہو جاتے ہیں یہی صورت حال اسلام کو بھی پیش آئی پیغمبر اسلام ﷺ کی مکی زندگی کے بعد جب مدنی زندگی کا آغاز ہوا اور اسی کے ساتھ دعوت اسلام کی تحریک انقلابی رفتار سے آگے بڑھنے لگی اور اہل اسلام کو بھی طاقت وشوکت میسر آنے لگی تو یہ تیسرا طبقہ پیدا ہو گیا۔

پہلے مکہ میں ایک طرف تو وہ خوش نصیب لوگ تھے جنہوں نے کامل صدق واخلاص کے ساتھ دعوت اسلام کو قبول کیا اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے فدا کار خادم

بنے یہ خوش نصیب لوگ تعداد میں بھی کم تھے اور مادی وسائل وذرائع سے محروم بھی تھے۔

نفاق کی قسمیں:

جس طرح ایمان اور کفر کی مختلف قسمیں ہیں اسی طرح نفاق کی بھی کئی قسمیں ہیں ایک تو اعتقادی نفاق ہے اور یہی حقیقی نفاق ہے یعنی بظاہر اللہ کی توحید ورسالت فرشتے اور حشر ونشر کے اعتقاد رکھنے کا دعوی کرنا مگر اندران تمام اعتقادی مسلمات کا پورا پورا انکار وانحراف مضمر ہونا یہی وہ نفاق ہے جو آنحضرت ﷺ کے دور میں تھا اسی نفاق کو قرآن مجید نے کفر بھی کہا ہے اور اسی نفاق کے بارے میں یہ وعید آئی ہے کہ دوزخ میں منافقین کا ٹھکانا کافروں سے بھی نیچے ہوگا:

کما قال تعالیٰ فی التنزیل العزیز:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۰ پھر یہ ہوا کہ ان منافقین کے جو عادات وخصائل اور طور وطریقے ان پر بھی نفاق کا اطلاق کیا جانے لگا، کیونکہ ان میں اکثر باتیں وہی ہیں جو انسان کی اخلاقی وعملی زندگی کو عیب دار بنا دیتی ہے جو اسلام کی تعلیمات اعلی انسانی اقدار اور امانت ودیانت کے صریح منافی ہونے کے سبب ایمان واسلام سے ذرا بھی میل نہیں کھاتی چنانچہ جب مسلمانوں کی دینی زندگی میں انحطاط کا دور آیا اور انہوں نے ان باتوں کو اختیار کرنا شروع کر دیا جو منافقین اسلام کا خاصہ تھیں تو ارباب اصلاح نے نفاق کی ایک اور قسم متعین کی اور اسکا نام عملی نفاق رکھا۔

پس حدیث بالا میں جس چیز کے خلاف تنبیہ کرنی مقصود ہے اس سے یہی عملی نفاق مراد ہے مطلب یہ ہے کہ بات چیت میں دروغ گوئی اختیار کرنا وعدہ کا پورا نہ کرنا اور امانتوں میں خیانت کرنا ان بری عادتوں میں سے ہیں جو ایک منافق میں تو پائی جاتی ہیں لیکن کسی مؤمن میں ان کا پایا جانا عجوبہ سے کم نہیں۔

لہذا اگر مسلمان دانستہ یا نادانستہ طور پر ان میں سے کسی بری عادت کا شکار ہے تو اس کو فوراً اپنا احتساب کرنا چاہئے اور اس بری عادت سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہئے ورنہ آخرت میں سخت عذاب بھگتنا ہوگا۔ ***واللہ أعلم بالصواب*** ۔

عفو، بخشش، اور سوال کرنے کا انجام:

(۲۲) عن أبي هُريرة أنَّ رجلًا شَتَمَ أبابكرٍ والنبيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ يَتَعَجَّبُ وَيَتَبَسَّمُ فلما أكثرَ رَدَّ عليه بعضَ قولِهٖ فَغَضِبَ النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وقامَ فَلَحِقَه أبوبكرٍ وقالَ يارسولَ اللّٰهِ ﷺ كانَ يَشْتُمُنِيْ وأنتَ جَالِسٌ فلما رَدَدْتُ عليه بعضَ قولِهٖ غَضِبْتَ وَقُمْتَ قالَ كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَرُدُّ عليهِ فلما رددتَ عليه وقع الشيطانُ ثم قال يٰأبابكر ثلثٌ كُلُّهنَّ حقٌّ مامن عبدٍ ظُلِمَ بِمَظْلَمَةٍ فَيُغْضِيُ عنها لِلّٰهِ عزوجلَّ الاأعزّاللّٰهُ بها نصره ومافتحَ رجلٌ باب عَطِيَّةٍ يُريدبها صلةً الازادَاللّٰهُ بها كثرةً ومافتحَ رجلٌ بابَ مَسْئَلَةٍ

يُريد بها كثرةً الازادَاللّٰهُ بِهَا قِلَّةً۔ (رواہ احمد، مشکوۃ ص۴۳۳؍ج۲)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے ایک شخص نے حضرت ابوبکر کو برا بھلا کہنا شروع کیا آنحضرت ﷺ اسکی سخت شست باتوں کو سن کر حیرت کرتے اور مسکراتے تھے یہاں تک کہ جب وہ شخص برا بھلا کہنے میں حد سے گذر گیا تو حضرت ابوبکر نے بھی اسکی بعض باتوں کا جواب دیا اس پر نبی کریم ﷺ ناراض ہوگئے اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے حضرت ابوبکر بھی آگئے اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ جب وہ شخص مجھ کو برا بھلا کہہ رہا تھا تو آپ (ﷺ) وہاں بیٹھے رہے لیکن جب میں نے اسکی بعض باتوں کا جواب دیا تو آپ (ﷺ) ناراض ہوگئے اور وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے تو آپ (ﷺ) نے فرمایا اصل بات یہ ہے کہ جب تک تم خاموش رہے تو تمہارے ساتھ فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا مگر جب خود تم نے جواب دیا اور اس طرح نفس کی خواہش کا عمل دخل ہوگیا تو شیطان درمیان میں کود پڑا پھر فرمایا ابوبکر تین باتیں ہیں اور وہ سب حق ہیں۔

ایک تو یہ کہ جو بندہ کسی کے ظلم کا شکار ہوتا ہے اور محض اللہ (کی رضا اور اسکے ثواب کی طلب) کیلئے (نہ کہ اپنے عجز کی وجہ سے یا دکھانے اور اپنی بات کو منوانے کیلئے) اس ظالم سے چشم پوشی کرتا ہے (یعنی اس سے درگذر کرتا ہے اور بدلہ لینے کو ترک کرتا ہے یا اس کے معاملہ کو خدا کے سپرد کر کے دنیا میں اس سے کوئی مطالبہ نہیں کرتا اور

یا یہ کہ اسکو مطلق معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ظلم کے سبب یا اسکے وصف چشم پوشی کی بناء پر دنیا وآخرت میں اپنی مدد کے ذریعہ اس بندہ کو مضبوط وقوی بنا دیتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جو بھی بندہ اپنی عطاء وبخشش کا دروازہ کھولتا ہے تا کہ اسکے ذریعہ اپنے قرابت داروں اور مسکینوں کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کرے (یعنی انکی مالی امداد واعانت کرے) تو اللہ تعالیٰ اسکے عطاء بخشش کے سبب اس کے مال ودولت میں (ظاہر وباطنی صورت میں) اضافہ کرتا ہے۔

تیسرے یہ کہ جو شخص سوال وگدائی کا دروازہ کھولتا ہے تا کہ اس کے ذریعہ اپنے مال کو بڑھائے یعنی اس کا لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا حاجت وضرورت کی بناء پر نہیں کرتا محض اپنے مال ودولت میں اضافہ کی خاطر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی گدائی کے سبب اس کے مال ودولت کو اور کم کر دیتا ہے یعنی خواہ ظاہری طور پر اسکے مال ودولت کو نقصان وبربادی سے دوچار کرتا ہے یا اسکو خیر وبرکت سے اس طرح محروم کر دیتا ہے کہ وہ ہر وقت اپنے مال میں کمی محسوس کرتا رہتا ہے۔

تشریح:

حیرت کرتے اور مسکراتے تھے! (میں حیرت کا تعلق یا تو اس شخص کی بدزبانی اور اس میں شرم وحجاب کی کمی سے تھا یا حضرت ابوبکرؓ کے صبر وتحمل اور ان کے وقار وبردبار رویہ سے تھا اور مسکرانے کا تعلق اس فرق سے تھا جو آپ ﷺ ان دونوں کے درمیان دیکھ رہے تھے علاوہ ازیں آپ ﷺ کی نظر ان دونوں کے حق میں مرتب ہونے والے نتیجہ پر بھی تھی کہ وہ شخص تو اپنی بدکلامی کے سبب عذاب کا مستوجب ہو رہا تھا اور حضرت

ابوبکرؓ پر ان کے صبر وتحمل اور بردباری وچشم پوشی کے سبب رحمتِ الٰہی نازل ہو رہی تھیں حضرت ابوبکرؓ نے بھی اسکی بعض باتوں کا جواب دیا گویا انہوں نے اس موقع پر جواب دیکر رخصت اور اجازت پر عمل کیا جو ایک عام آدمی کیلئے موزوں ہے اور راس عزیمت کو ترک کیا جو خواص کے مرتبہ وشان کے عین مطابق ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" **جَزٰٓءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ**"

برائی کا بدلہ اس برائی کے مطابق لیا جا سکتا ہے، لیکن جو شخص درگذر اور اصلاح کرے تو اسکا اجر اللہ پر ہے۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اگر چہ اس شخص کی باتوں کا بدلہ لے کر اور بعض باتوں پر صبر اختیار کر کے گویا دونوں پہلوؤں کی رعایت کی مگر نگاہِ نبوت میں چونکہ ان کے لئے مرتبۂ کمال مطلوب تھا جو ان کی شان صدیقیت کے مطابق ہے اسلئے ان کا اس شخص کی بعض باتوں کا جواب دیکر جزوی بدلہ لینا بھی حضور ﷺ کو پسند نہیں آیا اور آپ ﷺ پر وہ کیفیت طاری ہوگئی جو ناراض ہونے والے شخص پر ہوتی ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ اس مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تا کہ ایک طرف تو حضرت ابوبکرؓ کے رویہ پر ناپسندیدگی کا اظہار ہو جائے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر بھی عمل ہو جائے" **وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ**" یعنی وہ جب کوئی لغویات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں، شیطان درمیان میں کود پڑا یعنی حضور ﷺ نے گویا یہ واضح فرما دیا کہ جب تم خود جواب دینے لگے تو پھر شیطان کو دخل دینے کا موقع مل گیا اور

وہ فرشتہ جو تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا آسمان پر چلا گیا اور تم یہ جانتے ہی ہو کہ جب کسی معاملہ میں شیطان کود پڑے تو کیا کچھ نہیں ہو جاتا وہ بے حیائی اور برائی پر آمادہ کرنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہے چنانچہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں شیطان کا داؤ تم پر نہ چل جائے اور تم اپنے مخالف سے بدلہ لینے میں حد سے زیادہ نہ بڑھ جاؤ اور اس کا نتیجہ یہ ہو کہ تم جو مظلوم تھے ظالم کی جگہ پر آ جاؤ جب کہ چاہیئے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے مظلوم بندے بنو ظالم بندے نہ بنو۔

تین غار والے اشخاص:

(۲۳) عن ابن عمرَ عنِ النبیّ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ قالَ بَیْنَمَا ثلاثۃُ نفرٍیتما شَوْنَ أَخَذَھُمُ الْمَطَرُفَمَا لَوْا اِلیٰ غارٍ فی الجبلِ فانحَطَّتْ علی فمِ غَارِھِمْ صَخْرَۃٌ مِنَ الْجَبَلِ فأطبقتْ علیھم فقالَ بعضُھم لبعضٍ أنظر وا أعمالاً عَمِلْتُمُوْھَالِلّٰہِ صالحۃً فَادعوااللّٰہ بھا لَعَلَّہٗ یُفَرِّجُھا۔

فَقَالَ أَحَدُ ھُمْ:

أَللّٰھم اِنَّہٗ کانَ لِیْ وَالِدَانِ شَیْخَانِ کبیرانِ ولی صِبْیَۃٌ صِغَارٌکنت أرعی علیھم فَاِذَارُحْتُ عَلَیْھِمْ فحلبتُ بَدَأْتُ بِوَالِدَیَّ أَسْقِیْھِمَا قَبْلَ وَلَدَیَّ وَاِنَّہٗ قد نآی بی الشجر فَمَا أَتَیْتُ حتی أمسیتُ

فَوَجَدْتُھُمَا قدنَامَا فحلبتُ کماکُنْتُ أَحْلُبُ فجئتُ بالحلابِ فَقُمْتُ عِنْدَرُؤُسِھِمَا أَکرہُ أنْ أُوْقِظَھُمَا وَأَکْرَہُ أَنْ أَبْدَأَ بِالصِّبْیَۃِ قَبْلَھُمَا والصبیۃُ یَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَیَّ فلم یزلْ ذٰلکَ دابی و دابھم حتی طَلَعَ الْفَجْرُفان کنتَ تعلمُ اَنِّی فعلتُ ذٰلک ابتغاءَ وَجْھِکَ فَافْرِجْ لَنَافُرْجَۃً نَرَیٰ منھاالسَّمَآءَ فَفَرَّجَ اللّٰہُ لَھُمْ حتی یرونَ السَّمَآءَ۔

قَالَ الثَّانِیْ:

أَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ کَانَتْ لِیْ بِنْتُ عَمٍّ أُحِبُّھَا کَأَشَدِّ مَایُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَآءَ فَطَلَبْتُ اِلَیْھَا نَفْسَھَا فأَبَتْ حَتی اٰتِیَھَا بِمائۃِ دِیْنَارٍ فَسَعَیْتُ حتی جَمَعْتُ مائۃَ دِیْنَارٍ فَلَقِیْتُھَابِھَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بینَ رِجْلَیْھَا قَالَتْ یَاعَبْدَاللّٰہِ اِتَّقِ اللّٰہ وَلَاتَفْتَحِ الْخَاتَمَ فَقُمْتُ عَنْھَااَللّٰھُمَّ فَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِکَ ابتغاءَ وَجْھِکَ فافْرِجْ لَنَا مِنْھَا فَفَرَّجَ لَھُمْ فُرْجَۃً۔

وَقَالَ الآخَرُ:

أَللّٰھُمَّ اِنِّی کُنْتُ اِسْتَاْجَرْتُ أَجِیْراًبفرق أرزفلما قضیٰ عَمَلَہٗ قَالَ أعْطِنِیْ حَقِّی فَعَرَضْتُ عَلَیْہِ حَقَّہٗ فَتَرَکَہٗ وَرَغِبَ عَنْہُ فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعَہٗ حتی جَمَعْتُ مِنْہ بَقَراًوَرَاعِیَھَا فَجَآئَنِی فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰہ وَلَاتَظْلِمنی وأعطنی حقي فقلتُ أذھب اِلٰی ذٰلکَ البقرِ وراعِیْھَا فَقَالَ اَتَّقِ اللّٰہ وَلَا تَھْزَأْبِیْ فقلتُ اِنِّی لَاأَھْزَأُبِکَ فَخُذْذٰلک البقرَ وَرَاعِیَھَا فَأَخَذَہٗ فانْطَلَقَ بِھَا فَاِنْ کُنْتَ تعلمُ اِنِّی فعلتُ ذٰلکَ ابتغاءَ وجھِکَ فافرجْ

مَابَقِیَ فَفَرَّجَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ۔ (متفق علیہ، مشکوۃ ص۴۲۰ ج۲)

ترجمہ:

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی قوم کا یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ تین آدمی ایک ساتھ کہیں چلے جارہے تھے کہ راستہ میں سخت بارش نے انکو گھیرلیا وہ اس بارش سے بچنے کیلئے پہاڑ کے ایک غار میں گھس گئے اتنے میں پہاڑ سے ایک بڑا پتھر گر کر اس غار کے منہ پر آپڑا اور ان تینوں کے باہر نکلنے کا راستہ بند کردیا وہ تینوں اس صورتِ حال سے سخت پریشان ہوئے اور اس غار سے نکلنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آئی تو آپس میں کہنے لگے اب تم اپنے ان اعمال پر نظر ڈالو جو تم نے کسی دنیاوی فائدہ کی تمنّا اور جذبۂ نام ونمود کے بغیر محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کیلئے کئے ہوں اور ان اعمال کے وسیلہ سے خدا سے دعا مانگو شاید اللہ تعالیٰ ہماری نجات کے راستہ کھول دے

چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا، اے اللہ (تو خوب جانتا ہے کہ) میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے کئی چھوٹے چھوٹے بچے تھے اور میں بکریاں چرایا کرتا تھا کہ ان کے دودھ کے ذریعہ ان سب کے پیٹ بھرنے کا انتظام کرسکوں، چنانچہ میں جب شام کو اپنے گھر والوں کے پاس لوٹتا اور بکریوں کا دودھ نکالتا تو اپنے ماں باپ سے ابتداء کرتا اور انکو اپنی اولاد سے پہلے دودھ پلاتا ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ (درخت مجھ کو) دور لے گئے یعنی میں بکریوں کو چراتا چراتا بہت دور نکل گیا یہاں تک کہ شام ہوگئی اور میں گھر واپس نہ آسکا اور جب رات کے وقت گھر پہنچا تو اپنے ماں باپ کو سوئے ہوئے پایا پھر میں اپنے معمول کے مطابق دودھ سے بھرا ہوا برتن لے کر ماں باپ کے

پاس پہنچا اور اُن کے سرہانے کھڑا ہوگیا کیوں کہ میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ ان کو جگاؤں اور نہ ہی مجھے یہ گوارا ہوا کہ ان سے پہلے اپنے بچوں کو دودھ پلاؤں جبکہ میرے وہ بچے میرے پیروں کے پاس پڑے ہوئے مارے بھوک کے بلک رہے تھے میں اور وہ سب اپنے حال پر قائم رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی!

پس اے خدا تو جانتا ہے کہ اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا اور خوشنودی کی طلب میں کیا ہے تو میں اپنے اس عمل کا واسطہ دیکر تجھ سے التجاء کرتا ہوں کہ تو ہمارے لئے اس پتھر کو اتنا کھول دے کہ اسکی کشادگی کے ذریعہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اسکی دعا قبول فرمائی) اس پتھر کو اتنا سرکا دیا کہ ان کو آسمان نظر آنے لگا۔

دُوسرے شخص نے اس طرح کہا کہ اے اللہ میرے چچا کی ایک بیٹی تھی میں اسکو اتنا ہی زیادہ چاہتا تھا جتنا زیادہ کوئی مرد کسی عورت کو چاہتا ہے جب میں نے اس کو اپنے آپ کو میرے سپرد کرنے کی خواہش ظاہر کی تو اس نے یہ کہہ کر میری خواہش کو ماننے سے انکار کردیا کہ جب تک میں سو ۱۰۰/ دینار اسکو پیش نہیں کردیتا میری جنسی خواہش پوری نہیں ہوگی، پھر میں نے محنت ومشقت کرکے سو ۱۰۰/ دینار فراہم کئے اور اُن دیناروں کو لیکر اسکے پاس پہونچا وہ اپنی شرط پوری ہوجانے پر میری خواہش پر راضی ہوگئی جب میں (جنسی فعل) کیلئے اسکی ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو وہ کہنے لگی کہ بندۂ خدا اللہ سے ڈر اور میری مہر امانت کو توڑنے سے باز رہ یعنی اس نے مجھے خدا کا خوف دلاتے ہوئے التجاء کی کہ میری آبرو کو نہ لوٹ اور حرام طور پر ازالۂ بکارت کرکے میرے پردۂ ناموس کو جو کسی کی امانت ہے تار تار نہ کر میں یہ سنتے ہی خوفِ خدا کی وجہ سے اس کے

پاس سے اٹھ کھڑا ہوا، پس اے خدا اگر تو جانتا ہے کہ میرا یہ فعل تیری رضا اور خوشنودی کی طلب میں تھا تو میں اپنے اس عمل کے واسطہ سے تجھ سے التجاء کرتا ہوں کہ تو اس پتھر کو ہٹا کر ہمارے لئے راستہ کھول دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسکی بھی دعا قبول فرمائی اور اس پتھر کو تھوڑا سا ہٹا دیا۔

پھر تیسرے شخص نے کہا اے اللہ میں نے ایک مزدور کو ایک فرق چاول پر مزدوری پر لگایا جب اس نے اپنا کام پورا کرلیا تو مطالبہ کیا کہ لاؤ میری اُجرت دو میں نے اسکی اُجرت اسکو پیش کردی مگر وہ بے نیازی کے ساتھ اسکو چھوڑ کر چلا گیا پھر میں نے اُن چاولوں کو اپنی کاشت میں لگا دیا اور کاشت کرتا رہا یہاں تک کہ انہی چاولوں کے ذریعہ میں نے (خاصی پونجی بنالی اور اس کے ساتھ میں بیل اور اُن بیلوں کے چرواہے جمع کرلئے پھر ایک بڑے عرصہ کے بعد وہ مزدور میرے پاس آیا اور کہنے لگا خدا سے ڈر اور مجھ پر ظلم نہ کر اور میرا حق مجھ کو واپس دیدے، میں نے اس سے کہا ان بیلوں اور ان کے چرواہوں کے پاس جاؤ (ان پر قبضہ کرلو وہ سب تمہارا ہی حق ہے) اس نے کہا خدا سے ڈر اور میرے ساتھ مذاق نہ کر میں نے کہا کہ میں تم سے مذاق نہیں کر رہا ہوں جا کر ان بیلوں اور ان کے چرواہوں کو لے لو اسکے بعد اس نے ان سب کو اپنے قبضہ میں کیا اور لے کر چلا گیا!

پس اے خدا اگر تو جانتا ہے کہ میرا وہ عمل محض تیری رضاء وخوشنودی کی طلب میں تھا تو اسکے واسطہ سے التجاء کرتا ہوں تو یہ پتھر جتنا باقی رہ گیا ہے اسکو بھی سرکا دے ، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسکی بھی دعا قبول فرمائی اور غار کے منہ کا باقی حصہ بھی کھول دیا۔

تشریح:

جب کہ وہ بچے میرے پیروں کے پاس پڑے ہوئے!

سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ جس قوم کے افراد کا ہے ان کی شریعت میں ماں باپ کا حق اولاد کے نفقہ وحق پر مقدم تھا جب ہی تو اس شخص نے ماں پاب کو دودھ پلانے سے پہلے اپنے بچوں کو دودھ پلانا گوارا نہیں کیا، حالانکہ بھوک کی شدت سے رات بھر روتے تڑپتے رہے، لیکن بعض حضرات کے قول کے مطابق اس شخص نے اپنے بچوں کو بقدر سدِ رمق تو دودھ پلا دیا تھا مگر وہ اتنی مقدار پر مطمئن نہیں ہوئے تھے اور مزید دودھ پینے کیلئے روچلا رہے تھے۔ (عینی شرح بخاری ص۸۶/ج۲۳۔)

بیلوں کے چرواہے سے مراد وہ غلام ہیں جو کھیتی باڑی کے کام، چوپایوں کی دیکھ بھال اور انکو چرانے پر مامور تھے۔

حدیث میں ان چاولوں کی کاشت سے حاصل ہونے والے مال کے طور پر صرف بیلوں اور چرواہوں کا ذکر اکثر واغلب کے اعتبار سے ہے کہ اس شخص نے ان چاولوں کو اپنی کاشت وزراعت میں لگا کر بہت کچھ حاصل کیا یہاں تک کہ میرے پاس بہت زیادہ مال واسباب جمع ہو گیا جیسے اونٹ، گوسفند، غلام وغیرہ۔

چنانچہ اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ سخت آفت ومصیبت کے وقت اپنے نیک اعمال کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالی سے دعا مانگنا مستحب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ان تینوں کی دعاؤں کا قبول فرمانا اور آنحضرت ﷺ کا اس واقعہ کو مدح وتعریف اور ذکر وفضیلت کے طور پر حضرات صحابہ (**رضی اللہ عنهم أجمعين**) کے سامنے

بیان کرنا اس امر کی دلیل ہے اور اگر یہ مستحب بھی نہ ہو تو اسکے جائز ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ماں باپ کہ ساتھ حسنِ سلوک کرنا ان کو اپنے بال بچوں پر ترجیح دینا انکو کسی تکلیف ومشقت میں مبتلا کرنے سے اجتناب کرنا اور بہر حال ہر صورت میں انکے آرام وسکون کو مدِ نظر رکھنا بڑی فضیلت کی بات ہے۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جو شخص سورہا ہو اور خاص طور پر وہ شخص جو قابلِ احترام ہو ولائقِ تعظیم ہو تو اس کو نیند سے اٹھانا مکروہ ہے علاوہ اس صورت کہ جبکہ اس نے نماز نہ پڑہی ہو اور فرض نماز کا وقت ختم ہو رہا ہو۔

چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ نیند کا مزہ کھانا کھانے سے بھی زیادہ لذت آمیز ہے کہ اگر چہ کبھی کبھی بھوک کی حالت میں نیند نہیں آتی ہے مگر جب آجاتی ہے تو پھر بھوک کا احساس نہیں رہتا۔

پانچویں بات یہ معلوم ہوئی کہ عفت وپارسائی اور نفس کو حرام اُمور سے باز رکھنا خصوصاً اس صورت میں جبکہ کسی طرح کی کوئی رکاوٹ بھی سامنے نہ ہو بڑی فضیلت کی بات ہے اور انسانی کردار کی پختگی وعظمت کی دلیل ہے۔

چنانچہ نفس کی خواہش اور خاص طور پر جنسی خواہش کہ جو دوسری تمام خواہشات کے مقابلہ میں کہیں زیادہ غالب اور سرکش ہوتی ہے انسان کو سخت ترین حالات سے دوچار کر دیتی ہے، اگر کوئی شخص اس کے سامنے بے بس ہو جاتا ہے تو عقل اور حرام وحلال کے درمیان تمیز کرنے کی صلاحیت تک ختم ہو جاتی ہے لہذا جنسی خواہش

کے اس قدر شدید غلبہ کی صورت میں جب کہ اس خواہش کی تکمیل کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہو کسی مرد کا عین موقع پر نفس کو کچل ڈالنا اور حرام کاری سے باز رہنا ایک مثالی عظمتِ کردار کا مظہر ہے۔

چھٹی بات یہ معلوم ہوئی کہ غیر کے مال میں اسکی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز ہوتا ہے بشرطیکہ بعد میں اسکی اجازت حاصل ہو جائے جیسا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے کہ فضولی کا تصرف جائز ہو جاتا ہے اور یہ جواز مالک کی اجازت پر موقوف رہتا ہے کہ اگر مالک اسکی اجازت دیتا ہے تو وہ تصرف نافذ العمل قرار پاتا ہے۔

ساتویں بات یہ معلوم ہوئی کہ نیک عہد واقرار کی ادائیگی، امانت اور خوش معاملگی نہ صرف بہتر چیز ہے بلکہ انسان کو قرب خداوندی سے ہمکنار کرنے اور آفات و مصائب سے نجات دلانے کا باعث ہے۔

آٹھویں بات یہ معلوم ہوئی کہ بندہ کا کسی آفت ومصیبت وبلاً میں گرفتار ہو جانے پر دعا کرنا بہتر ہے کیونکہ وہ دعا قبول ہوتی ہے اور بندہ کو اس آفت وبلاً سے نجات دلانے کا سبب بنتی ہے۔

نویں بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ذریعہ ایسی چیزوں کا ظاہر ہونا جو عام انسانی عادت کے خلاف ہوں اور جنکو کرامات کہا جاتا ہے برحق ہے اور کرامات کی سچائی میں کوئی شبہ نہیں کرنا چاہیئے جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔

حضرت امام بخاری قدس سرہ العزیز نے اس واقعہ سے یہ بھی مستنبط فرمایا ہے کہ

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کی دعاء اللہ پاک کے یہاں قبول ہوتی ہے

(باب اجابة الدعاء من بر والديه بخاری شریف ج/ ٢)

وہ تین اشخاص جن سے اللہ پاک کلام نہ کریں گے:

بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ، غریب متکبر:

(٢٤) عن أبي هُريرة قال قال رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثلثةٌ لا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يومَ القِيمَةِ وَلَايُزَكِّيهِمْ.

وفی روايةٍ وَلَا يَنْظُرُ إلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أليمٌ، شَيْخٌ زانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ. (رواہ مسلم، مشکوۃ ص/٤٣٣، ج/٢)

ترجمه:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُن سے کلام نہیں کریں گے (یعنی یا تو رضا وخوشنودی کا کلام نہیں کریں گے یا مطلق کوئی کلام نہیں کریں گے) اور نہ انکی تعریف وستائش کریں گے اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اور نہ انکی طرف (رحمت وعنایت کی نظر سے) دیکھیں گے اور انکے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

ایک تو زنا کار بوڑھا، دوسرا جھوٹا بادشاہ، تیسرا تکبر کرنے والا مفلس وقلاش۔

تشریح:

قیامت کے دن سے میدان حشر کا وقت مراد ہے جب اللہ تعالیٰ کے فضل ،عدل، اور غضب وناراضگی اور رضا کا ظہور ہوگا اور جنتیوں ودوزخیوں کے بارے میں فیصلے صادر کئے جائینگے۔

”وَلَا يُزَكِّيهِمْ“ کے ایک معنیٰ تو وہی ہیں جو ترجمہ میں بیان کئے گئے ہیں جب اللہ تعالیٰ میدانِ حشر میں اپنی تمام مخلوق کے سامنے اپنے مؤمن اور نیکوکار بندوں کی تعریف وستائش کریگا اس وقت ان تین طرح کے آدمیوں کو اس تعریف وستائش سے خارج کردیا جائیگا اور ایک معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان تین طرح کے آدمیوں کو اپنے عفوو درگذر کے ذریعہ گناہوں کی نجاست سے پاک وصاف نہیں کرے گا۔

”وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ“. حاصل یہ ہے کہ مذکورہ باتیں دراصل اللہ کے غضب وقہر اور اسکی ناراضگی سے کنایہ ہیں، چنانچہ جو کوئی کسی شخص سے ناراض وخفا ہوتا ہے تو وہ نہ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا ہے اور نہ اسکی تعریف وستائش کرتا ہے بلکہ اسکو سزا وتنگی میں مبتلا کرتا ہے۔

حدیث میں جن تین برائیوں کے مرتکبین کے بارے میں وعید بیان فرمائی گئی ہے وہ ہر حال میں مذموم اور مستوجبِ عذاب ہیں خواہ ان برائیوں کا مرتکب کسی درجہ کا، کسی حیثیت کا اور کسی عمر کا آدمی ہو، لیکن یہاں ان برائیوں کے تعلق سے جن تین لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے اعتبار سے ان برائیوں کی سنگینی کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے، مثلاً زنا ایک بہت برا فعل ہے اور جب یہ فعل جوان کے حق میں بھی بہت بڑا گناہ ہے جو طبعی طور پر معذور بھی ہوتا ہے تو ایک بوڑھے کے حق میں یہ فعل کہیں زیادہ برا ہوگا کیوں کہ نہ تو وہ

طبعی طور پر اسکی احتیاج رکھتا ہے اور نہ اسکی طبیعت پر جنسی خواہش اور قوتِ مردانگی کا وہ غلبہ ہوتا ہے جو بسا اوقات عقل وشعور سے بیگانہ اور خوفِ خداوندی سے غافل کر دیتا ہے

لہذا جو بوڑھا زنا کا مرتکب ہوتا ہے وہ اپنی نہایت بے حیائی اور خبیث طبیعت پر دلالت کرتا ہے ، اسی طرح جھوٹ بولنا ہر شخص کے حق میں برا ہے لیکن بادشاہ کے حق میں بہت برا ہے ، کیونکہ اس پر ملک کے انتظامات ، رعایا کے مصالح ومفاد کی رعایت اور مخلوقِ خدا کی نگہداشت کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں اس کا ایک ادنیٰ سا حکم پورے ملک کے نظم ونسق پر اثر انداز ہوتا ہے اگر وہ جھوٹ کا مرتکب ہو تو اسکی برائی کی وجہ سے پورا ملک اور ملک کے تمام لوگ مختلف قسم کی برائیوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں ۔

علاوہ ازیں جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں وہ عام طور پر اس برائی کا ارتکاب اپنے کسی فائدہ کے حصول یا کسی نقصان کے دفعیہ کے لئے کرتے ہیں جب ایک بادشاہ و حاکم یہ مقصد بغیر جھوٹ بولے بھی حاصل کرنے پر قادر ہوتا ہے ، لہذا اس کا جھوٹ بولنا نہ صرف بالکل بے فائدہ بلکہ نہایت مذموم ہوگا ۔

اسی پر تکبر کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جو چیزیں عام طور پر انسان کو غرور وتکبر میں مبتلا کرتی ہیں جیسے مال ودولت اور جاہ واقتدار وغیرہ وہ اگر کسی شخص میں پائی جائیں اور وہ ان چیزوں کی وجہ سے تکبر کرے تو اگر چہ اس شخص کو بھی برا کہیں گے مگر اس کا تکبر کرنا ایک طرح سے سمجھ میں آنے والی بات ہوگی ۔

اسکے برخلاف اگر کوئی فقیر ومفلس تکبر کرے کہ جو نہ تو مال ودولت رکھتا ہے اور نہ جاہ واقتدار وغیرہ کا مالک ہے تو اس کا یہ فعل نہایت ہی برا ہوگا اور اسکے بارے میں اسکے

علاوہ کیا کہا جائیگا کہ وہ خبث باطن اور طبیعت کی کمینگی میں مبتلا ہے ۔

بعض حضرات نے "عَآئِلٌ مستکبرٌ" میں لفظِ عائل سے مفلس کے بجائے عیال دار مراد لیا ہے یعنی جو لوگ بال بچے دار ہوں اور اپنی خستہ حالی کی وجہ سے اپنے متعلقین کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے پر قادر نہ ہوں لیکن اسکے باوجود از راہِ تکبر صدقہ وزکوٰۃ کا مال قبول کرنے پر تیار نہ ہوتے ہوں لوگوں کی تواضع وامداد کو ٹھکراتے ہوں اور اسطرح اپنے اہل وعیال کی ضرورت کو پورا کرنے سے بے پرواہ ہو کر گویا انکو تکلیف وہلاکت میں مبتلا کرتے ہوں تو ایسے لوگ حدیث میں مذکورہ وعید کے مورد ہیں ۔

واضح رہے کہ خدا کی ذات پر توکل واعتماد اور غیرت وخودداری کے تحت اپنی حالت کو چھپانا اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے شرم وحیاء کرنا تو ایک الگ بات ہے ، لیکن سخت احتیاج واضطرار کے باوجود کبر ونخوت کو اختیار کرنا اور از راہِ تکبر لوگوں کا احسان قبول نہ کرنا ایک ایسا فعل ہے جسکو نہایت مذموم قرار دیا جاسکتا ہے ۔

شیخ زانی کے بارے میں بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ یہاں شیخ سے مراد محصن یعنی شادی شدہ شخص بھی ہو سکتا ہے خواہ وہ بوڑھا ہو یا جوان جیسا کہ اس منسوخ آیت "اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَازَنَیَافَارْجُمُوْھُمَا نَکَالاً مِنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ" ، میں شیخ سے مراد شادی شدہ مرد ہے ۔

چنانچہ ایسے شخص کے حق میں زنا کا زیادہ برا ہونا شرعاً اور عرفاً بھی بالکل ظاہر بات ہے اسی لئے ایسے شخص کو سنگسار کرنا واجب ہے ، بہر حال زنا کاری اور کذب بیانی اور

کبر وغرور جہنم میں داخل کرنے والی باتیں ہیں اللہ پاک بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین!

تین عطایائے الٰہیہ:۔

(۲۵) عن عبدِاللّٰہ بن مسعودٍ قالَ: فأعطی رسولُ اللّٰہِ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ثَلٰثاً أُعطی الصلواتُ الخمسُ وأُعطی خواتیمُ سورةِ البقرةِ وَغُفِرَلِمَنْ لایُشرك باللّٰہِ من أمتہٖ شیئًا المُقْحِمَاتُ۔

(رواہ مسلم، مشکوۃ ص۵۲۹، ج۲)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں تین چیزیں عطا کی گئیں (۱) پانچ نمازوں کی فرضیت عطا ہوئی (۲) سورہ بقرہ کی آخری آیتیں عنایت ہوئیں (۳) اور آنحضرت ﷺ کی اُمت میں سے اس شخص کے گناہ کبیرہ کی معافی کا پروانہ عطا ہوا جو کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائے۔

تشریح:

اس حدیث سے پانچ نمازوں کی اہمیت وعظمت ثابت ہوتی ہے کہ یہ مقدس تحفہ ہے جو حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کو بطورِ خاص عنایت فرمایا پہلے پچاس نمازیں عنایت فرمائی تھی، امت کے ضعف کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بار بار حضور اکرم ﷺ سے فرمایا کہ اے محمد ﷺ ان پچاس نمازوں کو کم کراؤ اس بات کو دیکھ کر

نبی پاک ﷺ نے حق تعالیٰ سے کم کرائی، حتیٰ کہ صرف پانچ نمازیں باقی رہ گئیں وہ بھی امت کے بڑے طبقہ پر دشوار ہوتی جارہی ہیں۔

یہ کسقدر افسوس کی بات ہے جبکہ ان پانچ نمازوں کی ادائیگی پر رحمٰن تعالیٰ نے پچاس نمازوں کے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے جو اللہ پاک کا اپنے پیارے نبی ﷺ پر اور آپ ﷺ کی وجہ سے آپ ﷺ کی امت پر خاص فضل وکرم ہے۔

چنانچہ نماز کے سلسلہ میں سستی اور کاہلی برتی جارہی ہے اس وجہ سے اسکو اہمیت کے ساتھ سنیئے، حضرت انسؓ نے نبی پاک ﷺ سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے نماز ہی فرض ہوئی اور سب سے پہلے سوال بھی نماز ہی کے متعلق ہوگا، اللہ پاک فرمائیں گے میرے بندہ کی نمازیں دیکھو اگر وہ مکمل ہیں تو مکمل لکھدو اور اگر ادھوری وناقص ہیں تو دیکھو کہ کچھ نوافل میں سے ہے یا نہیں اگر ہوئی تو ان سے فرائض کی تکمیل کردو پھر میرے بندہ کی زکوٰۃ دیکھو اگر مکمل ہو تو مکمل لکھدو اگر ناقص ہو تو نوافل دیکھو اگر نوافل ہوں تو ان سے تکمیل کردو اور پورا پورا ثواب لکھدو۔

نماز کا مقام:

تمام عبادات میں سب سے افضل نماز ہی ہے:

فضائل وفوائد:

اور قیامت میں سب سے پہلے سوال بھی نماز ہی سے متعلق ہوگا جیسا کہ صاف روایت میں یہ ہے۔

عن عبداللّٰہ بن قرط قال قال رسولُ اللّٰہِ ـ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ـ أولُ مایُحاسبُ به العبدُیومَ القِیٰمَۃِ الصّلاۃُ فان صَلُحَتْ صَلُحَ سَائِرُ عَمَلِہٖ وَاِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سائِرُ عَمَلِہٖ۔ (الترغیب ص ۲۴۵، ج ۱)

ترجمہ:

عبداللہ بن قرطؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے بندہ سے قیامت کے دن نماز ہی کا سوال ہوگا اگر اس کی نمازیں صحیح نکل گئیں تو باقی جملہ اعمال بھی صحیح نکل جائیں اور اگر نماز ہی میں نقصان ثابت ہوگیا تو باقی دوسرے اعمال میں بھی گڑبڑی (خرابی) ہوجائے گی۔

نیز یہ روایت حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے۔

عن انس قال: قالَ رسولُ اللّٰہِ ـ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ـ أوَّلُ مایُحاسب به العبدُ یوم القیمۃِ الصلاۃُ ینظرُفی صلاتِہٖ فانْ صَلُحَتْ فَقَدْأَفْلَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ خَابَ وَخَسِرَ۔

عنِ النبي ـ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ـ بُنِیَ الاسلامُ عَلیٰ خمسٍ شھادۃِ اَن لاالٰہ الا اللّٰہُ وَأنَّ مُحَمَّداً رسولُ اللّٰہِ واقامِ الصَّلاۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَیْتِ۔ (الترغیب ص ۲۲۹، ج اول)

ترجمہ:

حضرت رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے (۱) توحید، رسالت (۲) نماز کا اہتمام کرنا (۳) زکوۃ کی ادائیگی (۴) روزوں کی

ادائیگی (۵) بیت اللہ کا حج کرنا۔

تشریح:

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نماز اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے جن پر اسلام کی عمارت قائم ہے ان کی ادائیگی سے اسلام کی عمارت قائم ودائم رہے گی اور ان کی ادائیگی کے بغیر اسلام کی عمارت گرجائے گی جس سے اس کو ہی نقصان ہوگا اس شخص کا اسلام عنداللہ غیر معتبر مانا جائیگا باقی اللہ کے دین کی عمارت تو ہمیشہ قائم رہے گی کیونکہ اس کو قائم رکھنے والے اللہ کے نیک بندے بہت ہیں جو اس عمارت کے قائم رکھنے کیلئے دن ورات محنت کرتے ہیں اور اللہ پاک کے یہاں اُن کیلئے بڑے بڑے انعامات مقرر ہوچکے ہیں تو اگر ان انعامات سے محروم رہنا چاہتا ہے تو یہ تیرے لئے ہی نقصان دہ ہے۔

عن أبي هُريرة قال سمعتُ رسولَ اللّٰہِ ـ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ـ یقولُ أَرَأَیْتُمْ لَوْأَنَّ نَھراً بِبَابِ أَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ ھَلْ یَبْقَی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْئٌ قَالُوْا لَایَبْقَی مِنْ دَرَنِہٖ شَیئٌ قَالَ فَکَذالِکَ مثلَ صَلَوٰتِ الْخمسِ یَمْحواللّٰہُ بِھِنَّ الْخَطَایَا۔

(رواہ البخاری الترغیب ص ۲۳۳، ج اول)

ترجمہ:

حضرت ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

تھا فرمارہے تھے کہ اگر تمہارے مکان کے دروازہ پر کوئی نہر جاری ہو اور تم اسمیں پانچ بار غسل کرو تو کیا تمہارے بدن پر میل باقی رہ جائے گا؟ حضرات صحابۂ کرام نے فرمایا: بدن پر کوئی چیز باقی نہیں رہے گی، اسی طرح پانچوں نمازوں کا حال ہے ان کے ذریعہ اللہ پاک خطاؤں کو ختم فرمادیتے ہیں۔

فائدہ:

اس حدیث میں کتنی بڑی بشارت دی گئی ہے کہ نمازوں پر محافظت کی برکت سے صغائر گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور بڑے گناہوں سے بچنے کی توفیق حاصل ہوتی ہے اور جب ایمان والا نمازوں کا اہتمام کرے گا تو اللہ پاک خاص توجہ فرمائیں گے اور اس کو بہت سے انعامات سے نوازیں گے۔

عن أبی هريرة أن رسولَ اللّٰهِ۔ صلی اللّٰه علیه وَسَلَّمَ۔ قَالَ اَلصَّلَوَاتُ الخمسُ وَالْجُمُعَةُ اِلی الْجُمُعَةِ كَفَّارَةٌ لِمَابَيْنَهُنَّ مَالَمْ تُغْشَ الكبائرُ۔ (الترغیب ص۲۳۴، ج اول)

ترجمہ:

نیز حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ کی نماز دوسرے جمعہ تک کیلئے درمیان کے گناہ کی معافی کا سبب ہیں جب تک کہ بڑے گناہ کا آدمی ارتکاب نہ کرے۔

رُوی عن عبداللّٰه بن مسعودٍ عن رسولِ اللّٰهِ۔صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔أَنَّه قالَ يُبْعَثُ مُنَادٍ عِنْدَ حَضْرَةِ كُلِّ صَلَاةٍ فَيَقُوْلُ يَابَنِي آدَمَ قُوْمُوْا فَأَطْفِئُوْا مَاأَوْقَدْتُمْ عَلی أَنْفُسِكُمْ فَيَقُوْمُوْنَ فَيَتَطَهَّرُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ الظُّهْرَ فَيُغْفَرُلَهُمْ مَابَيْنَهُمَا فَإِذَاحَضَرَتِ الْعَصْرُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ فَإِذَاحَضَرَتِ الْمَغْرِبُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ فَإِذَا حَضَرَتِ الْعَتَمَةُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ فَيَنَامُوْنَ فَمُدْلِجٌ فِیْ خَيْرٍ وَمُدْلِجٌ فِيْ شَرٍّ (الترغیب ص۲۳۵ ج۱)۔

ترجمه

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہر نماز کے وقت ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ اے انسانوں اٹھو تم نے اپنے اوپر گناہ کرکے جو آگ جلا رکھی ہے اس کو اللہ کی عبادت (نماز) کے ذریعہ بجھاؤ، چنانچہ جب وہ اٹھتے ہیں اور عبادت وغیرہ کرتے ہیں اور ظہر کی نماز پڑھتے ہیں تو درمیان وقت کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں پھر ایسے ہی عصر کے وقت ہوتا ہے ایسے ہی پھر مغرب کے وقت ہوتا ہے اس کے بعد لوگ سوجاتے ہیں انمیں سے بعض تو خیر میں لگ جاتے ہیں اور بعض شر میں لگ جاتے ہیں۔

عن عمر بن مرة الجهنی قال جاءَ رجلٌ اِلی النبي ۔صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ اِنْ شَهِدْتُ اَنْ لَاالٰهَ اِلَّااللّٰهُ

وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَصَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الخمسَ وَأَدَّيْتُ الزَّكَاةَ وَصُمْتُ رمضانَ وَقُمْتَه فَمِمَّنْ أَنَا ؟ قَالَ مِنَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدآءِ۔

الترغیب ص۲۳۶ ج۱۔

ترجمہ:

عمر بن مرہ جہنی کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر میں گواہی دوں کہ اللہ پاک کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ ﷺ اللہ پاک کے رسول ہیں اور پانچوں نمازیں قائم کروں اور زکوۃ دوں اور رمضان کے روزے رکھوں اور رات کو تراویح پڑھوں تو میرا شمار کن میں سے ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا شمار صدیقین اور شہداء میں ہوگا۔

تشریح:

اس حدیث پاک میں کس قدر بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، کہ ان عبادات کی برکت سے آدمی صدیقین اور حضرات شہداء کے مقام پر پہنچا دیا جائیگا اور ان حضرات کا درجہ اور مقام اللہ پاک کے یہاں بہت اونچا ہے اللہ پاک ہمیں ان حضرات میں شامل فرمادیں تو اس سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی سعادت اور فضیلت نہیں ہوسکتی ہے، یہاں مختصر فضائل پر چند چیزیں لکھی گیئں ہیں اللہ پاک نجات کا ذریعہ بنادیں ہمارے اندر نماز کا شوق ورغبت پیدا فرمائے۔

آمین یارب العالمین!

دوسری چیز شرک سے تحفظ ہے یاد رکھئے کہ شرک سب سے خطرناک چیز ہے اس کے تمام اسباب سے بچنا بچانا انتہائی ضروری ہے اور سورۂ بقرہ کے آخری رکوع کی فضیلت پر دوسری روایات میں اور بھی فضائل آئے ہیں کہ جوان کو پڑھے گا اللہ پاک ہر شر اور مکروہ سے اس کی حفاظت فرمائیں گے۔

تین خطرناک چیزوں سے حفاظت الٰہی:

(۲۶) وعن أبي مالك الأشعري قال: قال رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اِنَّ اللّٰه عزوجلَّ أَجَارَكُمْ مِنْ ثَلَاثِ خِلَالٍ أَنْ لَّايَدْعُوَ عَلَيْكُمْ نَبِيُّكُمْ فَتَهْلِكُوْا جَمِيْعاً وَأَنْ لَّايَظْهَرَأَهْلُ الْبَاطِلِ عَلىٰ أَهْلِ الْحَقِّ وَأَنْ لَّاتَجْتَمِعُوْاعَلىٰ ضَلَالَةٍ۔ (رواہ ابوداؤد، مشکوۃ ص۵۱۳، ج۲)

ترجمہ:

حضرت ابو مالک اشعریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا (مسلمانوں) اللہ تعالیٰ نے تمہیں تین چیزوں سے محفوظ رکھا ہے ایک تو یہ کہ تمہارا نبی تمہارے لئے بددعا نہ کرے جس سے تم ہلاک ہوجاؤ (جیسا کہ پہلے بعض انبیاء نے بددعا کی اور وہ لوگ ہلاک کردئے گئے) دوسرے یہ کہ باطل وگمراہ لوگ اہل حق پر غالب نہ ہوں، تیسرے یہ کہ میری ساری امت گمراہی پر جمع نہ ہو۔

تشریح:

اس روایت میں امت کے لئے بڑی بشارت ہے ایک تو یہ کہ اللہ پاک نے اس امت کواس سے محفوظ رکھا کہ اس امت کے نبی ان پر بددعا نہ کرینگے جیسا کہ گذشتہ بعض امتوں کی نافرمانیوں کی اور بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے نبی نے ان پر بددعائیں کی تھیں جیسے نوحؑ کی سخت دعا کا اثر طوفان کی شکل میں ظاہر ہوا اسنے سبکو ہلاک کردیا تھا بجز ان کے رفقاء کے اسی طرح موسیٰؑ کی بددعا (انکی قوم پر نافرمانیوں کی وجہ سے ہوتی رہی اور ان پر عذاب نازل ہوتا رہا اسی طرح ہودؑ کی امتوں پر یہ واقعات تفصیلاً قرآن کریم میں مذکور ہیں۔

ایک مقام پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ یہاں تک کہ فرمایا: **وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۔ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا۔**

ترجمہ:

اور کہا نوح نے اے رب نہ چھوڑیو زمین پر منکروں کا ایک گھر بسنے والا مقرر، اگر تو چھوڑ دے گا انکو بھکائینگے تیرے بندوں کو اور نہیں جنیں گیں مگر کفار وفجار ہی کو۔

''باطل وگمراہ لوگ حق پر غالب نہ ہوں'' کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن طاقت اور تعداد کے اعتبار سے بہت ہوں اور مسلمان کم ہوں تب بھی وہ تمام مسلمانوں کو ہرگز ہرگز مٹا نہیں سکیں گے۔

''میری ساری امت گمراہی پر جمع نہ ہوں' کا مطلب یہ ہیکہ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا

کہ سارے مسلمان کسی فاسد نظریہ اور کسی غلط کام پر متفق ومتحد ہوجائیں یہ اور بات ہے کہ مسلمانوں کے کچھ افراد یا کچھ طبقے اپنے اغراض ومقاصد کی خاطر کسی غیر اسلامی بات کو قبول کرلیں اور اسکو جائز قرار دینے لگیں لیکن یہ ممکن نہیں کہ پوری دنیا کے مسلمان یا مسلمانوں کا سواد اعظم اس غیر اسلامی بات پر جمع ہوجائیں۔

حدیث کا یہ جملہ گویا اس امر کی دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اور اجماع سے مراد اپنے زمانہ کے مجتہد وبابصیرت علماء کا کسی حکم شرعی پر متفق ہونا ہے۔

حضرت عمارؓ کی تین قیمتی باتیں:

(۲۷) قَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ ثَلٰثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْإِيْمَانَ اَلْإِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ بَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْإِنْفَاقُ مِنَ الْإِقْتَارِ۔

(بخاری شریف ص/۹ج/اول) باب افشاء السلام)

ترجمہ:

حضرت عمار بن یاسرؓ نے فرمایا کہ تین چیزیں جس نے جمع کرلیں اس نے ایمان کو جمع کرلیا (۱) اپنے آپ سے انصاف کرنا (۲) سلام کو عام کرنا (۲) کمی کے باوجود خرچ کرنا۔

تشریح:

حضرت عمار بن یاسرؓ سابقین اولین میں سے ہیں جنہوں نے دین کی خاطر بڑی سخت تکالیف برداشت کی ہیں ان کے والد ماجد اور انکی والدہ حضرت سُمیہ پر بہت سخت دور گزرا ہے، دشمنان اسلام نے انکو بڑی کربناک سزائیں دی ہیں مگر اس سب کے باوجود ایمان پر مضبوط رہے بلکہ ایمان ویقین کے کمال تک پہنچے اور انکی زندگی دوسروں کیلئے ایک نمونہ بن گئی، دنیوی تکلیف کی وجہ سے ایمان کو نہیں چھوڑ سکتے ہیں ایسے سچے اور مخلص صحابہؓ کا یہ ارشاد ہے کہ تین چیزیں جس نے اپنے اندر جمع کر لیں اس نے ایمان کو جمع کر لیا (۱) اپنی ذات سے دوسرے کے حق میں انصاف کے تقاضے پورے کرے (۲) ہر مسلمان کو سلام کرے یعنی سلام کو عام کرے (۳) اور غربت وفقر وفاقہ کی حالت میں بھی اللہ کے راستوں میں خرچ کرے یہ بڑا مجاہدہ ہے جب آدمی مال کی محبت کی وجہ سے مالداری کی حالت میں بھی خرچ کرنے کیلئے جلدی تیار نہیں ہوتا ہے مگر جن کے قلوب میں اللہ کی محبت ہے وہ اپنے مال کو اللہ پاک کے راستے میں خرچ کرکے خوش ہوتے ہیں کیونکہ مال سبکو یہیں چھوڑ کر جانا ہے وہی کام آئیگا جو اس نے راہِ خدا میں خرچ کیا تھا اللہ پاک ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

جہاں تین آدمی ہوں جماعت ضروری ہے:

(۲۸) وعن أبي الدرداء قال: قالَ رسولُ اللّٰهِ ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ

مَـامِنْ ثَلٰثَةٍ فِیْ قَرْيَةٍ وَلَابَدْوٍلَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّاقَدِاسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَايَأْكُلُ الذئبُ الْقَاصِيَةَ۔

(مشکوۃ ص۹۶؍ج؍اول)

ترجمہ:

حضرت ابودرداءؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بستی اور جنگل میں تین آدمی ہوں اور جماعت سے نماز نہ پڑھتے ہوں تو ان پر شیطان غالب رہتا ہے لہذا تم جماعت کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ اس بکری کو بھیڑیا کھاجاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو (کر تنہا) جاتی ہے۔

تشریح:

اجتماعیت میں فلاح وکامیابی ہے اور انفرادیت میں خسران وناکامی، چنانچہ اسلام اپنے متبعین کو اجتماعیت کی تعلیم بڑی اہمیت کے ساتھ دیتا ہے اور اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ اگر اپنی قومی وملی شان وشوکت کو برقرار رکھنا ہے اور اپنی امتیازی حیثیت کو پوری طاقت کے ساتھ دنیا سے منوانا ہے تو پھر اجتماعیت کے راستہ سے کبھی انحراف نہ کرنا یہی وجہ ہے کہ اسلام کی اکثر وبیشتر عبادات شانِ اجتماعیت کی حامل ہے یہ تو دنیا کی دیکھی بات ہے کہ جو شخص تن تنہا رہتا ہے نہ تو اس کی کوئی حیثیت ووقعت ہوتی ہے اور نہ اسکی کسی بات میں کوئی طاقت ہوتی ہے جب کوئی چاہتا ہے بڑی آسانی سے اس پر قابو پالیتا ہے لیکن جو افراد اجتماعیت کے ساتھ رہتے ہیں نہ صرف یہ کہ انکی ہر بات میں وزن ہوتا ہے بلکہ انکی قوت وطاقت سے سب ہی لوگ مرعوب رہتے ہیں۔

یہی حالت شیطان کی ہے کہ کسی تنہا مسلمان پر اسکا اثر بہت جلدی ہو جاتا ہے مگر اسکے برخلاف مسلمانوں کی کسی جماعت پر اس کے مکر وفریب کا جادو نہیں چلتا ہے چنانچہ اس حدیث میں یہی بتایا جا رہا ہے کہ اگر کسی بستی یا کسی جنگل میں تین اشخاص رہتے ہوں اور وہ نماز کیلئے جماعت قائم نہ کریں یعنی یوں کہئے کہ اپنی انفرادیت کو اجتماعیت کا رنگ نہ دیں تو شیطان ان پر غالب آجاتا ہے اور اسکی مثال یہ دی گئی ھیکہ جس طرح ایک بھیڑیا بکریوں کے کسی ریوڑ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کرتا مگر جب کوئی بکری ریوڑ سے الگ ہو کر بالکل تنہا رہ جاتی ہے تو بھیڑیا اسے آنِ واحد میں اپنی غذا بنالیتا ہے۔

جمعہ میں آنے والے تین افراد:

(۲۹) عن عبداللّٰہ ابن عمر وقال: قال رسول اللّٰہ ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ یحضُر الجمعةَ ثلثةُ نفرٍ فرجلٌ حضرَھا بِلَغْوٍفذلك حظُّه منها ورجلٌ حَضَرَھَا بدُعاءٍ فهورجلٌ دعااللّٰهَ اِن شاء أعطاه وان شاءَ مَنَعَهٗ وَرجلٌ حضرها بانصاتٍ وسُكُوتٍ و لمْ يَتَخَطَّ رقبةَ مسلمٍ ولمْ يؤذِأحداً فهی كفارةٌ الی الجمعةِ التی تليها وزيادةِ ثلثةِ أيامٍ وذٰلك بأنَّ اللّٰه يقولُ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ أَمْثَالِهَا۔ (مشکوۃ ص/۱۲۳ ج/اول)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ سرتاج دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز میں تین طرح کے لوگ آتے ہیں:

پہلا وہ شخص جو لغو کلام اور بے کار کام کے ساتھ آتا ہے، یعنی وہ خطبہ کے وقت لغو و بے ہودہ کلام اور بے کار کام میں مشغول رہتا ہے چنانچہ جمعہ کی حاضری میں اس کا یہی حصہ ہے یعنی وہ جمعہ کے ثواب سے محروم رہتا ہے اور لغو کلام اور فعل کا وبال اس کے حصہ میں آتا ہے:

دوسرا وہ شخص جو جمعہ میں دعا کیلئے آتا ہے چنانچہ وہ خطبہ کے وقت دعا میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ اس کی دعاء اسے خطبہ سننے اور خطبہ کے کمالِ ثواب سے باز رکھتی ہے پس وہ دعا مانگتا ہے خواہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم کے صدقہ میں اسکی دعا قبول فرمائیں یا نہ فرمائیں:

تیسرا وہ شخص جو جمعہ میں آتا ہے (یعنی اگر خطبہ کے وقت امام کے قریب ہوتا ہے تو خطبہ سننے کے لئے خاموش رہتا ہے اور سکوت اختیار کرتا ہے نیز نہ تو وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے اور نہ کسی کو ایذاء پہونچاتا ہے لہذا اسکے واسطے یہ جمعہ اس (یعنی پہلے) جمعہ تک جو اس سے ملا ہوا ہے بلکہ اور تین دن زیادہ تک کفارہ ہو جائیگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ أَمْثَالِهَا۔" یعنی جو کوئی ایک نیکی کریگا اسکے ایک نیکی کے بدلہ کا ثواب دس گنا زیادہ دیا جائیگا۔

تشریح:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص چونکہ خلافِ ادب اور خلافِ حکم اس وقت دعاء میں مشغول رہتا ہے اس لئے اگر اللہ تعالیٰ چاہیگا تو محض اپنے فضل وکرم کے صدقہ میں اسکی دعاء کو قبول فرمالیگا ورنہ تو از راہِ عدل اس کے اس فعل بد کی وجہ سے کہ وہ دعا میں

مشغول رہکر خطبہ سننے سے غافل رہا اسکی دعا قبول نہیں فرمائیگا خطبہ کے وقت میں دعا میں مشغول ہونا حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

مشکوٰۃ کے ایک دوسرے نسخہ میں لفظ یلغوا کا صیغہ مضارع کے ساتھ نقل کیا گیا ہے لیکن صحیح بلغوٍ ہی ہے "ولـم یؤذ أحداً"، کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں آکر اس نے کسی شخص کو ایذاء نہیں پہنچائی بایں طور کہ مثلاً نہ کسی کو اس جگہ سے اٹھایا نہ کسی دوسرے کے جسم کے کسی عضو پر چڑھ کر بیٹھا، یا اسی طرح نہ تو کسی کے مصلّے پر اسکی مرضی کے بغیر بیٹھا اور نہ لہسن پیاز جیسی اشیاء کی بدبو سے کسی کو تکلیف پہنچائی۔

معلوم ہوا کہ یہ شخص سب سے افضل وبہتر ہے اور عنداللہ زیادہ مؤدب یہی آدمی ہے اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ دربارِ خداوندی کا جو شخص جس قدر ادب ملحوظ رکھے گا اسی قدر اللہ پاک کی خصوصی رحمتوں سے فیضیاب ہوگا اور اجر وثواب کا مستحق ہوگا اللہ پاک ہمیں آداب کی رعایت کی توفیق بخشے آمین۔

حضور پاک ﷺ کی تین خاص دعائیں:

(۳۰) عن خباب بن الأرتِ قالَ صَلّى بِنَارَسُوْلُ اللّٰهِ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ صلوةً فَأَطَالَهَا قالوُ ايا رسولَ اللّٰهِ صليتَ صلوةً لم تكنْ تُصَلِّيْهَا قالَ أجل:انها صلوةُ رغبةٍ ورهْبةٍ وانى سألتُ اللّٰه فيهَا ثَلٰثاً فأعطانِىْ اثنتينِ ومنعنى واحدةً سألتُه أن لا يُهلكَ أُمَّتِىْ بِسَنَةٍ

فأعطانِيْهَا وسَألْتُه أنْ لَّا يُسَلِّطَ عليهم عَدُوّاً من غيرِهم فأعطانِيْهَا وسألتُه أنْ لَّايُذيقَ بعضَهم بأسَ بعضٍ فَمَنَعَنِيْهَا۔(مشکوۃ ص۵۱۲/۵۱۳،ج۲)

ترجمہ:

حضرت خباب بن ارتؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور اسکو خلاف معمول کافی طویل کر دیا ہم نے (نماز سے فراغت کے بعد) عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) آج تو آپ (ﷺ) نے ایسی طویل نماز پڑھائی کے کبھی بھی اتنی طویل نماز نہیں پڑھائی تھی فرمایا ہاں یہ نماز (بہت زیادہ طویل اس وجہ سے ہوئی کہ یہ) امید وخواہش اور خوف ودہشت کی نماز تھی یعنی اس نماز کے دوران اللہ تعالیٰ سے کچھ دعائیں مانگ رہا تھا اور جہاں ان دعاؤں کی قبولیت کی امید تھی وہیں عام قبولیت کا خوف بھی تھا اسلئے میں بہت زیادہ خشوع وخضوع اور عرض والتجاء میں مصروف رہا جس سے پوری نماز بہت زیادہ طویل ہوگئی، حقیقت یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے نماز میں تین باتوں کی التجاء کی ان میں سے دو مجھ ﷺ کو عطا کر دی گئی اور ایک سے انکار کر دیا گیا میں نے اللہ تعالیٰ سے ایک التجاء تو یہ کی تھی کہ وہ میری امت کو عام قحط (یا اسی طرح کی کسی بھی آفت وبلا) میں مبتلا نہ کرے جس سے (پوری امت ہلاک وبرباد ہوجائے) میری یہ التجاء پوری ہوئی دوسری التجاء یہ تھی کہ مسلمانوں پر کوئی (ایسا) غیر مسلم دشمن مسلط نہ کیا جائے جو اپنی اسلام اور مسلم دشمنی میں انہیں نیست ونابود نہ کر دے، میری یہ التجاء بھی پوری ہوئی، میں نے تیسری التجاء یہ کی تھی کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک وعقوبت سے دوچار نہ کریں یعنی انکا باہمی اتحاد ہمیشہ بنا رہے وہ ایک دوسرے

کے خلاف محاذ آرا نہ ہوں اور آپس میں لڑائی جھگڑے کر کے اپنی ملی طاقت کو کمزور نہ کریں لیکن میری یہ التجاء قبول نہ ہوئی، چنانچہ آپس کے اختلافات کا سلسلہ کچھ ہی عرصہ کے بعد شروع ہو گیا اور آجتک امت اس سے دو چار ہے اور اس سے بہت سے نقصانات ہوئے اور ہو رہے ہیں اور یہ نقصانات ہی دوسروں کی نظر میں انکے حوصلہ اور چڑھائی کے باعث بنے اللہ پاک انکے شر سے ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں متحد ہونے کی توفیق بخشے، اللہ پاک نے اتحاد کی دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَلاَ تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَاناً وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ٥

ترجمہ:

اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپس میں دشمن پھر اُلفت دی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اس کے فضل سے بھائی اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے پھر تمکو اس سے نجات دی اسی طرح کھولتا ہے اللہ تم پر آیتیں تاکہ تم راہ پاؤ، اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر عمل کرنے کے لئے یہ ارشاد گرامی اللہ پاک کا کافی ہے اور عمل نہ کرنے والوں کیلئے ہزار ہا ہزار بہانے ہیں، **☆تو ہی اگر نہ مانے تو بہانے ہزار ہیں☆**

میت کے ساتھ جانے والی تین اشیاء:

(۳۱) عن أنس قال: قال رسول اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلٰثَةٌ فَيَرْجِعُ اِثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهٗ وَاحِدٌ يَتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ أَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ. (مشکوۃ ص ۴۴۰ ج ۲)

ترجمہ:

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میت کے ساتھ قبر تک تین چیزیں جاتی ہیں ان میں سے دو چیزیں تو اسکو اکیلا چھوڑ کر واپس آجاتی ہیں اور ایک چیز اسکے ساتھ رہ جاتی ہے چنانچہ اسکے متعلقین (جیسے اولیا عزیز و اقارب دوست واحباب اور جان پہچان کے لوگ) اور اسکے اموال (جیسے نوکر چاکر پلنگ، جانور، گاڑی اور اسکے اسباب وغیرہ) اور اسکے اعمال اسکے ساتھ جاتے ہیں ان تینوں میں سے متعلقین اور مال تو اس کو چھوڑ کر واپس آجاتے ہیں اور اسکے اعمال اسکے ساتھ رہتے ہیں، جو چیزیں ساتھ جانے والی نہیں ہیں انپر آدمی ہر وقت محنت کر رہا ہے اور جو چیزیں ساتھ جانے والی ہیں یعنی نیک اعمال نماز، روزہ، زکوۃ، حج تلاوت، توبہ واستغفار، صدقات وخیرات خدمت خلق، انکی طرف توجہ نہیں کرتا یا کم کرتا ہے جیسی کرنی چاہئے ویسی نہیں۔

تشریح:

حضرت انسؓ مشہور صحابی ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں دو چیزیں واپس چلی آتی ہیں اور ایک چیز باقی رہتی ہے

اسکا مال اور گھر والے واپس آجاتے ہیں اور اسکا عمل باقی رہ جاتا ہے، مقصودِ رسالت یہ ہے کہ جو چیز ساتھ اور باقی رہنے والی ہے اس پر زیادہ توجہ دینی چاہیئے تا کہ وہ چیز کام آئے اور حسرت نہ رہے اور وہ ہیں اچھے اعمال کرنا مگر آدمی اعمالِ صالحہ سے غفلت کرتا ہے اور دوسرے معاملات میں لگا رہتا ہے، اللہ پاک زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی توفیق بخشے!

اجازت لینا تین بار تک ہے:

(۳۲) عن ابی سعید الخدريؓ قال: قال لي رسولُ اللّٰهِ .صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .اِذَااِسْتأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثلثاً فلمْ يُؤذنُ له فليرجعْ فقالَ عُمَرُ أقم عليه البيّنةَ قالَ أبوسعيدٍؓ فقمتُ معه فذهبتُ اِلىٰ عمرَ فشهدتُ. مشکوۃ ص۴۰۰ ج۲

ترجمه:

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کے گھر جائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسکو اجازت نہ ملے تو چاہیئے کہ واپس چلا آئے حضرت عمرؓ نے یہ سنکر فرمایا کہ اس حدیث کے گواہ لاؤ یعنی اس حدیث کے صحیح ہونے پر گواہ پیش کرو کہ یہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے، حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوموسیٰؓ کے ساتھ چلنے کیلئے کھڑا ہوا اور حضرت عمرؓ کے پاس جا کر گواہی دی۔

تشریح:

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کسی کے گھر جا کر تین بار تک اجازت حاصل کریں اگر اجازت مل جائے تو اندر داخل ہوسکتا ہے ورنہ واپس ہوجائے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت عمرؓ حدیث کے بارے میں کسقدر سخت اور محتاط تھے کہ صرف حضرت ابوموسی اشعریؓ پر حالانکہ وہ صحابی ہیں اعتماد نہیں فرمایا بلکہ گواہ حاصل کرنے کے بارے میں فرمایا۔

جنت سے محروم رہنے والے تین افراد:

(۳۳)عن عبداللّٰه بن عمروٍؓ قالَ: قالَ رسولُ اللّٰهِ.صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لايدخلُ الجنةَ منّانٌ ولاعاقٌ ولامُدْمِنُ خمرٍ. (مشکوۃ ص۴۲۰ ج۲)

ترجمه:

حضرت عبداللہ ابن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، جنت میں نہ تو وہ شخص داخل ہوگا جو کسی کے ساتھ بھلائی کر کے اسکے ساتھ احسان رکھے نہ وہ شخص جو ماں باپ کی نافرمانی کرے اور نہ وہ شخص جو شراب نوشی کرے (اور بغیر توبہ کئے مر جائے)

تشریح:

مذکورہ روایت میں احسان کر کے احسان جتانے والے کی مذمت والدین کی نافرمانی کرنے کی مذمت اور شراب نوشی کی مذمت بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ سب بڑے

گناہ ہیں، ان سب سے بچنا ضروری ہے، ان پر دوسری روایات میں بہت بڑی بڑی وعیدیں وارد ہوئی ہیں یہی وعید کم نہیں ہے، ایسے لوگ جنت میں داخل نہیں ہونگے ہاں اگر توبہ واستغفار کرلیں گے تو پھر جنت میں داخل ہونے کے مستحق ہوسکتے ہیں اور وہ شخص گناہ ہونے کے بعد اللہ سبحانہ تعالیٰ سے معذرت کرے اور اپنی غلطی پر شرمندہ ہو تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اسکے عذر کو قبول فرمائینگے اور اسکو معاف فرمائیں گے۔

اللہ ہم سبکو ان باتوں سے بچنے کی اور توبہ واستغفار کی توفیقِ دائمی عطا فرمائے!

تین اہم باتیں:۔

☆زبان کی حفاظت کرنا☆غضب کو روکنا☆اللہ پاک کے سامنے عذر کرنا☆

(۳٤) عن أنس أنَّ رسولَ اللّٰهِ۔صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔قال من خَزَنَ لسانَه سَتَرَ اللّٰهُ عورتَه وَمَنْ كَفَّ غضبَه كَفَّ اللّٰهُ عنه عذابَه یومَ القیامةِ وَمَنْ اعتذر اِلی اللّٰهِ قَبِلَ اللّٰه عُذْرَهٗ۔ (مشکوۃ ص۴۳۴ج۲)

ترجمہ:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنی زبان کو بند رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے عیوب کو ڈھانک لیتا ہے (یعنی جو شخص لوگوں کے ان عیوب اور برائیوں کو چھپاتا ہے اور بیان کرنے سے باز رہتا ہے جو اسکے عیوب اور معاصی کو لوگوں کی نگاہ سے یا اعمال لکھنے والے فرشتوں سے یا دونوں سے چھپاتا ہے، جو شخص

اپنے غصہ کو ضبط کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچائیگا اور جو شخص اپنے گناہ و تقصیر پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی عفو خواہی قبول کرتا ہے۔

تشریح:

حدیث شریف میں تین باتیں بڑی اہم بیان فرمائی گئی ہیں۔

ایک اپنی زبان کی حفاظت، دوسرے، غصہ کو روکنا۔ **تیسرے** اللہ سبحانہ سے معذرت خواہی کرنا، پہلی بات زبان کی حفاظت بہت ضروری ہے اسکی برکت سے آدمی بہت سے فتنوں سے محفوظ رہتا ہے زبان کی حفاظت کی وجہ سے عیوب بھی چھپے رہتے ہیں دوسری بات غصہ پر قابو کرنا اور کنٹرول رکھنا یہ بھی بڑی عمدہ صفت ہے اولیاء اللہ کی صفت ہے یہاں غصہ پر قابو رکھنے کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اللہ پاک اس شخص سے اپنے عذاب کو قیامت کے دن روک لینگے یہ کتنی بڑی فضیلت کی بات ہے، اور دوسری جگہ پر آیا ہے کہ جو شخص غصہ نافذ کرنے پر قدرت رکھتا ہو پھر روکے تو اللہ پاک اس کو مخلوق کے سامنے بلا کر عزت سے نوازیں گے اور اختیار دیں گے کہ جس جس سے چاہے شادی کرلے۔ بغوی ص۳۵۲ج۱۔

جھوٹ جن جگہوں پر درست ہے:

(۳۵) عن أسمآء بنت يزيدؓ قالتْ: قالَ رسولُ اللّٰهِ۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ لايَحِلُّ الْكِذْبُ اِلَّافی ثلاثٍ يُحَدِّثُ الرجلُ اِمْرَأَتَه لِيُرضِيَهَا والكذبُ فی الحربِ والكذبُ لِيُصلِحَ بين الناسِ۔

(ترمذی شریف رص ر۱۵ا ج ر۲)

ترجمہ:

حضرت اسماء بنت یزیدؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جھوٹ بولنا حلال نہیں ہے مگر تین موقعوں پر ایک یہ کہ خاوند اپنی بیوی کو راضی کرنے کیلئے بات چیت کرے، دوسرے یہ کہ لڑائی کے موقعہ پر، تیسرے یہ کہ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے، یہ حدیث حسن ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے۔

تشریح:

اپنی گھر والی کو خوش کرنے کیلئے ایسی باتیں کرنا جن سے اس کی محبت ظاہر اور اسکے شکوک وشبہات کا ازالہ ہوجائے اس میں کچھ مبالغہ کرنا پڑے تو درست ہے کیونکہ اس کی وجہ سے زندگی کا سکون وابستہ ہے عفتِ نفس بہت سے گناہوں سے حفاظت وابستہ ہے جو بہت زیادہ اہم شئی ہے اور جنگ کے موقعہ پر دشمن کو مرعوب کرنے کیلئے اپنی بہادری جتانا اور بڑائی کے الفاظ بولنا جائز ہے چاہے اس میں کچھ کذب ملانا پڑ جاوے کیونکہ اس موقعہ پر اس پر قابو مقصود ہوتا ہے اور تیسرے لوگوں کے درمیان صلح

کرانے کیلئے تاکہ دونوں فریقوں کے قلوب میں نرمی ومحبت پیدا ہوجاوے، اس حدیث میں صرف شوہر کے جھوٹ بولنے کی اجازت کا ذکر ہے بیوی کے جھوٹ بولنے کا ذکر نہیں ہے جبکہ پچھلی حدیث میں دونوں کا ذکر ہے اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ راوی نے یہاں اختصار کی خاطر صرف شوہر کے بارے میں نقل کیا اور بیوی کے ذکر کو حذف کردیا، یا یہ کہ خود آنحضرت ﷺ نے اکثر واغلب کا اعتبار کرتے ہوئے صرف شوہر ہی کا ذکر فرمایا کیونکہ عام طور پر عورتیں اپنی جہالت اور نادانی کی وجہ سے زیادہ شکّی وبدگمان ہوا کرتی ہیں اسلئے ان کی تسلّی اوران کو خوش رکھنے کی شوہر کو زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔

ایک جماعت کے نزدیک اس حدیث پاک میں کذب سے مراد توریہ اور تعریض مباح ہے کہ توریہ اور تعریضاً اس قسم کی بات کہے جس سے مقصود پورا ہوجائے اور ایک جماعت کے نزدیک حقیقتاً کذب کی بھی اجازت ہے وہ کہتے ہیں کہ یہاں کذب سے اصلاح ہورہی ہے لھذا ایسا کذب اس سچ سے بہتر جس سے فساد اور فتنہ وقتل وغارت گری ہوتی ہو جیسا کہ کوئی ظالم کسی بے گناہ کو قتل کرنیکا ارادہ کررہا ہو اور وہ شخص کسی کے پاس چھپا ہوا ہو وہ معلوم کرے کہاں ہے تو انکار کرنا حلال ہے اسکی جان بچانے کے لئے، بلکہ ضروری ہے کہ یوں کہدے کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے۔

(تحفۃ الاحوذی ر ۶۹ ر ص ر ۶)

وہ تین جن کی نصرت اللہ کے ذمہ ہے:

(۳۶) عن جابرِ بن عبدِ اللّٰہِ قال: قالَ رسولُ اللّٰہِ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ثلاثٌ مَنْ فَعلھن ثِقَۃً باللّٰہِ واحتساباً کَانَ حقّاً علی اللّٰہِ أن یُعینَہ وَأنْ یُبارکَ لہ مَنْ سَعی فی فَکَاکِ رقبۃٍ ثقۃً باللّٰہِ وَاحتساباً کانَ حقاً علی اللّٰہِ أنْ یُعینَہ وَأنْ یُبارکَ لہ۔ومَنْ تَزَوَّجَ ثِقَۃً باللّٰہِ واحتساباً کانَ علی اللّٰہِ أن یُعینَہ وأنْ یُبارکَ لہ وَمَنْ أحیاأرضاً مَیْتَۃً ثِقَۃً باللّٰہِ واحتساباً کَانَ حَقّاً علی اللّٰہ أنْ یُعینَہ وَأنْ یُبارِکَ لہ۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والأوسط، مجمع الزوائد ص ۲۵۸ ج ۴)

ترجمہ:

حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تین چیزیں ایسی ہیں جوان کو اللہ پاک کے اعتماد پر کرتا ہے اور ثواب سمجھ کر، اللہ پاک ضرور بالضرور اسکی مدد فرمائینگے، (۱) گردن چھڑانا (یعنی غلامیت سے آزاد کرانا) (۲) شادی کرنا جوشادی کریگا اللہ پاک پر یقین واعتماد اور ثواب سمجھ کر اللہ پاک ان کی نصرت بھی فرمائیں گے اور برکت بھی (۳) جوکوئی مردہ زمین زندہ کرے گا اللہ پاک پر یقین کرتے ہوئے اور ثواب سمجھ کر اللہ تعالیٰ اسکی بھی نصرت کرینگے اور برکت بھی دینگے۔

تشریح:

اس حدیث پاک میں تین کاموں پر اُبھارا گیا ہے اوران کاموں میں اللہ پر یقین

اور بھروسہ کرنے اور ثواب کی شئی سمجھنے پر زور دیا گیا ہے۔

(۱) گردن چھڑانے سے مراد کسی غلام ومکاتب وغیرہ کو غلامی سے آزاد کرنا ہے اور ہم اس میں اس کو بھی داخل کر سکتے ہیں کہ کوئی مسلمان ناحق کسی کیس میں پھنس جائے تو اسکی ضمانت کرانا اسکو چھڑانا کہ وہ اعمال صالحہ کرے۔

(۲) نکاح کرنا ہے اسکی ترغیب پر دوسری جگہ بھی کلام ہو چکا ہے یہاں بھی اسکی ترغیب دی جارہی ہے اور نکاح کرنے میں اللہ پاک پر بھروسہ کرنے اور ثواب سمجھنے کو کہا جارہا ہے کیونکہ اس سے نظر کی حفاظت ہوتی ہے اور شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے اور دل کو شیطانی وساوس سے سکون حاصل ہوتا ہے عبادت میں جی لگتا ہے ورنہ اسکے بغیر عبادت میں انتشار رہتا ہے۔

(۳) اور تیسری شئی مردہ زمین کو قابل کاشت بنائے تاکہ اس سے مخلوق کو رزق حاصل ہو اپنا بھی گذران چلے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے۔

غور کیجئے کہ شریعتِ مقدسہ زمینوں کو قابل کاشت اور قابل نفع بنانے پر کس قدر برانگیختہ کرتی ہے اور کیا چاہتی ہے کہ لوگ اپنی زمینوں کو بے کار نہ چھوڑیں یا تو خود انمیں کاشت کریں یا دوسروں کو دے دیں۔

چنانچہ ایک روایت میں یہ مضمون صراحۃً وارد ہوا ہے کہ زمینوں کو کاشت پر عوض اور بدلہ کے ساتھ بھی دینا جائز ہے اور بلاعوض دے تو اسکی ہمت اور اعلیٰ ظرفی کی بات ہے اور عوض وصول کرے تو یہ بھی شرعاً جائز ہے جسکی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

تین محبوب اور تین مبغوض آدمی:۔

(۳۷)عن زید بن ظبیان رفعه الی أبي ذرعن النبيّ ـصَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. قال ثَلٰثَةٌ یُحِبُّهُمُ اللّٰهُ وثلاثةٌ یُبغضهمُ اللّٰه فأمَّاالَّذِیْنَ یُحِبُّهُمُ اللّٰهُ فَرَجُلٌ أتی قوماًفَسَأَلَهُمْ باللّٰهِ ولَمْ یسألُهم لِقَرَابةٍ بینِهٖ وبینَهُمْ فمنعوهُ فَتَخَلَّفَ رجلٌ بأعیانِهم فأعطاه سِراًلَایعلم بعطیتهٖ الااللّٰه والذي أعطاه وقومٌ سَارُوْا لیلَتَهُمْ حتی اِذَا کَانَ النومُ أحبَّ اِلَیْهِمْ مِمَّایَعْدِلُ به فوضعوا رؤسَهُمْ فقامَ یَتَمَلَّقُنِي ویتلواٰیاتي ورجلٌ کَانَ فی سریةٍ فَلَقِیَ العدُوَّ فَهُزِمُوْافَأَقْبَلَ بِصَدْرِهٖ حتی یُقْتَلَ أویُفتحَ لَهٗ وَالثَّلَاثَةُ الَّذِیْنَ یُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ الشَّیْخُ الزَّانِی والفَقِیْرُ الْمُخْتَالُ وَالْغَنِیُ الظَّلُوْمُ۔ (ترمذی شریف ص۸۴ ج۲)

ترجمه:

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے محبت رکھتا ہے اور تین شخصوں سے بغض ونفرت کرتا ہے وہ تین شخص جن سے محبت رکھتا ہے ان میں سے **پہلا** وہ شخص ہے جو کسی قوم کے پاس آیا اور ان سے اللہ کے واسطہ سے (کچھ) مانگا اس قرابتداری کی وجہ سے نہیں جو اس سائل اور اسکی قوم کے درمیان ہے ان لوگوں نے اسے کچھ نہیں دیا اس قوم میں سے ایک شخص علیحدہ ہوا اور چپکے سے اسکو دے دیا اسکے عطیہ کو صرف خدائے تعالیٰ جانتا ہے اور ایک وہ لینے والا۔

دوسرا وہ گروہ کہ رات بھر چلتا رہا جب نیند اپنے مقابل کی چیزوں سے پیاری ہوئی اور لوگوں نے سر رکھا تو اس میں سے وہ ایک آدمی میری خوشنودی کیلئے اٹھ کھڑا ہوا اور میری آیتیں پڑھنے لگا اور مجھ سے دعائیں مانگنے لگا۔

تیسرا وہ آدمی جو لشکر میں تھا دشمن سے ملا اسکی طرف کے تمام لوگ شکست کھا کر بھاگے مگر وہ سینہ سپر ہو کر آگے بڑھا یہاں تک کہ قتل ہوا یا اسکی فتح ہوئی اور جن تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ نفرت وبغض کرتا ہے وہ ہیں (۱) بوڑھا زانی (۲) غریب متکبر (۳) غنی ظالم۔

تشریح:

یعنی ویسے تو یہ رذائل بہرصورت مبغوض ہیں، لیکن جب کوئی بوڑھا ہو کر زنا کرے، غریب ہو کر بھی تکبر سے باز نہ آئے کچھ بھی نہیں ہے اسکے پاس پھر بھی تکبر کرتا ہے، اور مالدار ہوتے ہوئے بھی لوگوں پر ظلم کرتا ہے حقوق تلف کرتا ہے تو وہ بہت ہی مبغوض بن جاتا ہے۔

اس حدیث پاک میں تین صفات کی تعریف یعنی اللہ کے لئے اخلاص کے ساتھ خیرات کرنے کی دوسرے رات میں نمازوں میں تلاوت کرنے کی اور تیسرے دشمن کے مقابلہ میں شجاعت وحوصلہ مندی سے کام لینے کی اور تین باتوں کی سخت مذمت کی گئی ہے زناکاری کی بوڑھاپے میں غربت میں تکبر کی اور مالداری میں دوسرے لوگوں پر ظلم اور زیادتی حقوق تلف کرنے کی گئی ہے۔

☆واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه أتم☆

جن تین باتوں پر اللہ پاک خاص شفقت فرماتے ہیں:

(۳۸) عن جابر قال: قالَ رسولُ اللّٰهِ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ثلاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ نَشَرَاللّٰهُ عليه كَنَفَهٗ وَأدخَلَه الْجَنَّةَ رِفْقٌ بالضَّعِيْفِ والشفقةُ على الوالدينِ والاحسانُ الى المملوكِ ۔(ترمذی شریف ص۷۶ ج۲)

ترجمه:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس میں یہ تین باتیں ہونگی اللہ تعالیٰ اسپر رحمت کے بازو پھیلا دیگا اور جنت میں داخل کرے گا کمزور کے ساتھ نرمی کرنا، والدین پر شفقت کرنا اور مہربانی کرنا، اور غلام پر احسان کرنا (یعنی اچھا سلوک کرنا)۔

تشریح:

معلوم ہوا کہ کمزوروں پر نرمی کرنا انکے دل کو خوش کرنا بہت اونچا عمل ہے ایسے ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک وشفقت کرنا اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ احسان اور انعام کا معاملہ کرنا اللہ پاک کو پسندیدہ ہیں۔

نجات کی تین باتیں:

(۳۹) عن عقبة بن عامر قال لقيتُ رسولَ اللّٰهِ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَقُلْتُ ماالنجاةُ ؟ فقال أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلِيَسَعَكَ بيْتَكَ وَابْكِ عَلىٰ خَطِيْئَتِكَ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۳ ج۲)

ترجمه:

حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ مجھے بتائیے کہ دنیا اور آخرت میں نجات کا ذریعہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو، تمہارا گھر تمہاری کفایت کرے اور اپنے گناہوں پر روتے رہو !

تشریح:

اس حدیث کے روای حضرت عقبہ بن عامرؓ ہیں قبیلہ جہنہ کی طرف منسوب ہوکر جہنی کہلاتے ہیں کنیت ابوحماد یا ابوبسید وغیرہ ہے، حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں مدینہ منورہ حاضر ہوکر بیعت کی ہجرت پر اور اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم و دائم رہے، جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ رہے اور شام کی فتوحات میں حصہ لیا قرآن کریم بہت عمدہ آواز کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، تفصیل کے لئے سیرت الصحابہ ص۲۱۳، ج۳، دیکھی جائے۔

پهلی نصیحت : عموماً انسان زبان کی وجہ سے ہی مصیبتوں میں مبتلا ہوتا ہے غیبت و بہتان، الزام تراشیاں گالم گلوچ اور کفر وشرک کے کلمات کی آفات مطلقاً یہ سب

زبان کی وجہ سے پیش آتی ہیں زبان بظاہر چھوٹا عضو ہے مگر اس کے کام بڑے خطرناک ہیں اس سے بڑے بڑے فسادات اور ہنگامے رونما ہوتے ہیں اس سے تلواریں چل جاتی ہیں، اگر زبان کو قابو میں رکھا جائے تو بہت سے فتنے دور ہو جائیں اور انسان بہت سی آفات سے بچ جائے۔

دوسری نصیحت : یہ فرمائی گئی ہے کہ فالتو اوقات میں گھر سے باہر نہ نکلو، صرف ضرورت دینی یا دنیوی کیلئے ہی گھر سے نکلو یہ نصیحت فتنوں اور ہنگاموں کے زمانہ میں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے اس وقت گھر سے باہر نکلنا آدمی کو فتنوں کے اندر مبتلا کر دیتا ہے ان سے تحفظ کیلئے یہ ضروری ہے کہ گھر ہی رہے تب ہی بچ سکتا ہے۔

تیسری نصیحت : یہ فرمائی گئی ہے کہ اپنے گناہوں پر نادم و شرمندہ ہو کر توبہ و استغفار کرے اور اللہ پاک کے سامنے خوب رو رو کر معافی مانگے کیونکہ اللہ پاک کو ایسے بندہ پر بہت جلد ترس آتا ہے جو ان کے سامنے رو کر اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے اور معافی کا طلب گار ہوتا ہے ایسے آنسو امید ہے کہ جہنم کی آگ بجھانے کیلئے بہت کارآمد ثابت ہوں گے۔

☆ تسلی ہم گنہگاروں کو بھی ہوگئی حاصل ☆
☆ یہ آنسو ہیں ندامت کے بجھادیں گے جہنم کو ☆

صدقہ، صبر اور سوال کا انجام:۔

عـن سـعيد الطائي أبى البخترى أنه قا ل حَدَّ ثَنِیُ أبوكبشة الأنـمـارى أنـه سَـمِـعَ رسـولَ اللّٰهِ۔صَلَّی اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ۔ يقولُ ثَلاثٌ أُقُسِمُ عـليهـنَّ وأحـدِّثـكم حديثاً فَاحُفَظُوهُ قالَ مانَقَصَ مالُ عبدٍمن صـدقةٍ ولاظُـلـمَ عبد مَظُلِمَةً صَبَرَ عليها الازَادَه اللّٰهُ عزاً ولافَتَحَ عبدٌ بـابَ مسـئـلةٍ الافتـحَ الـلّٰـهُ عـليه بابَ فقرٍ أ وكلمة نـحوها وأحد ثُكُمُ حديثاً فاحُفَظُوهُ اِنَّمَا الدُّنيا لأربعةِ نفرٍ عبدٍ رَزَقَه اللّٰهُ مالًا وعلماً فهو يتـقـى ربَّـه فيـه ويـصـل بـه رَحِـمَـه ويـعلم لِلّٰهِ فيه حقاًفهذا بأفضلِ الُـمَـنَـازِلِ وعبدٍ رزقَه اللّٰهُ علماً وَلَمُ يُرُزَقُه مالًا فهوصادقُ النِيّةِ يقولُ لو أَنَّ لي مالًا لعملتُ بعملٍ فلان فهو بِنِيّتِهٖ فَأَجُرُهُمَا سواء وعبدٍ رَزَقَه اللّٰه مَالًا وَلَمُ يرزقه علماً يخبط فى ماله بغير علمٍ لايتقى فيه رَبَّه وَلَا يَـصِـلُ فِيُـهِ رَحِـمَـه وَلايعلمُ لِلّٰهِ فِيُهِ حقاً فهو بأخبثِ المنازلِ وعبدٍلم يـرزقـه الـلّٰـه مَـالًا وَلَا عـلـماً فهويقولُ لوأنَّ لي مَالًا لعَمِلُتُ فيه بعملِ فُلانٍ فهو بِنِيَّتِهٖ فوِزُرُهُمَا سواءٌ۔ (ترمذی شریف ۵۸/ج ۲)

ترجمہ:

حضرت ابوکبشہ انماریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تین باتیں میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور تم لوگوں سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں ان کو یاد

کرلو (دہ تین باتیں یہ ہیں) (۱) صدقہ وخیرات سے نہ کسی کا مال کم ہوا ہے اور نہ ہوگا (۲) جس بندے پر کوئی ظلم کیا گیا اور اس نے اس پر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ ضرور اسکی عزت میں ترقی دیگا (۳) اور جس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیا یا اسکے مانند کوئی اور بات آپنے فرمائی اب میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد کرلو دنیا چار ہی شخصوں کیلیئے ہے۔

(۱) ایک بندہ تو ایسا ہے جسکو اللہ نے مال بھی دیا ہے اور علم بھی وہ اس میں اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے یعنی اس کے دیئے ہوئے مال اور علم کو نیکی وبھلائی اور خدمت خلق کے کاموں میں خرچ کرتا ہے ان سے اللہ کی نافرمانی اور گناہ کے کام نہیں خریدتا اور اسکے ذریعہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اور جانتا ہے کہ اسمیں اللہ تعالیٰ کا حق بھی ہے یہ بندہ سب سے افضل مرتبہ پر ہے۔

(۲) ایک بندہ ایسا ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے نہ علم دیا ہے نہ مال یہ اپنی نیت میں سچا ہے یہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں اس سے فلاں فلاں عمل کرتا یہ بندہ اپنی نیت کے ساتھ ہے اور ان دونوں بندوں کا اجر وثواب برابر ہے۔

(۳) ایک بندہ ایسا ہے کہ اللہ نے اسے مال تو دیا ہے مگر علم نہیں دیا یہ اپنے مال میں لاعلمی سے بھٹکتا پھرتا ہے یعنی اُسکو ناجائز اور فضول اُمور میں خرچ کرتا ہے اور اس میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا اور نہ اسکے ذریعہ اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا ہے اور نہ اس میں اللہ کا کوئی حق جانتا ہے تو یہ سب سے بری منزل میں ہے۔

(۴) اور ایک بندہ ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو اسکو مال دیا ہے نہ علم وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو فلاں عمل کرتا (مثلاً شراب پیتا جوا کھیلتا (وغیرہ) تو یہ بھی اپنی

نیت کے ساتھ ہے لہٰذا ان دونوں کا وبال برابر ہے۔

بہرحال حدیث سے معلوم ہوا کہ ظلم پر صبر کرنا چاہیئے اور سوال کا ہاتھ نہ کرنا چاہیئے اور صدقہ وخیرات کرتے رہنا چاہیئے کہ اس سے مال کم نہیں ہوتا ہے بلکہ بڑھتا ہے: جیسا کہ ارشاد باری ہے:

یمحق اللّٰہ الربا ویربی الصدقا ت واللّٰہ لایحب کل کفا رٍ اثیم ۰

ترجمہ:

اللہ پاک سود کو مٹا تے ہیں اور خیرات کو بڑھا تے ہے اور اللہ پاک کسی ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں فرماتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والے تین اشخاص کا حال:

(٤٢) عن عبد اللّٰه بن شَدَّادٍ قال اِنَّ نفراً من بني عزرة ثلاثةٌ أتوا النَّبِي ‑صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ‑ فأَسلَموا قالَ رسولُ اللّٰهِ‑صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ‑مَنْ يَكْفِيْنِيْهِمْ قالَ طلحةُ أنَا فكانُوْا عنده فبعثَ النبىُ ‑صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ‑ بَعثاً فخرج فيه أحدُهُمْ فاسْتُشْهِدَ‑ثُمَّ بَعَثَ بعثاً فخرجَ فيه الاٰخرُ فاسْتُشْهِدَ ثُمَّ مَاتَ الثَّالِثُ عَلٰى فِرَاشِهٖ قالَ قالَ طلحةُ فرأيتُ هٰٓؤلآء الثلاثةَ فِىْ الْجَنَّةِ وَرَأيتُ الْمَيّتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ أمامَهمْ والذي اُسْتُشْهِدَ اٰخراًيليه وَأوَّلَهُمْ يليه فدخلني من ذالك

فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ذالك فقالَ وماأنكرتَ من ذٰلك ليس أحدٌأفضلَ عندالله من مؤمنٍ يُعَمَّرُ في الِاسلام لتسبيحهٖ وتكبيرهٖ وتهليلهٖ۔ (مشکوۃ ص/۴۵۱ ج/۲)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن شدادؓ کہتے ہیں کہ بنی عذرہ کے قبیلہ کے کچھ لوگ کہ جن کی تعداد تین تھی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا اور پھر وہ لوگ حصول دین کی خاطر اور خدا کی راہ میں ریاضت و مجاہدہ کی نیت سے حضور ﷺ کے پاس ٹھر گئے، ان کی مالی حالت چونکہ بہت خستہ تھی اور وہ اپنی ضروریاتِ زندگی کی کفایت خود کرنے پر قادر نہیں تھے لہٰذا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کون ہے؟ جو ان لوگوں کی خبر گیری کے سلسلے میں مجھے بے فکر کردے، یعنی آپ ﷺ نے حضرات صحابہؓ سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو ان لوگوں کی ضروریات زندگی کی کفایت اور ان کی خبر گیری و دلداری کی ذمہ داری برداشت کرسکے تاکہ مجھے ان کا خبر گیراں بننے کی ضرورت نہ رہے اور میں ان کی طرف سے بے فکر ہو جاؤں!

حضرت طلحہؓ نے عرض کیا کہ میں اس ذمہ داری کو قبول کرتا ہوں چنانچہ وہ تینوں حضرت طلحہ کے پاس رہنے لگے کچھ دنوں بعد جب نبی کریم ﷺ نے کسی طرف ایک لشکر بھیجا تو اس لشکر کے ساتھ ان تینوں میں سے بھی ایک شخص گیا اور میدان جنگ میں دشمنوں سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا اسکے بعد حضور ﷺ نے ایک لشکر اور بھیجا اسکے ساتھ دوسرا شخص گیا اور وہ بھی شہید ہو گیا اور پھر تیسرا شخص اپنے بستر پر اللہ کو پیارا ہو گیا اور یہ

شخص اگرچہ میدان جنگ میں شہید ہونے کا موقع نہیں پاسکا لیکن مرابط ضرور تھا اور میدان جنگ میں دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے کی نیت بھی رکھتا تھا۔

(۱) راوی کہتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ نے بیان کیا کہ ان تینوں میں سے دو کی شہادت اور ایک کی قدرتی موت کے بعد ایک دن خواب میں میں نے دیکھا کہ وہ تینوں جنت میں ہیں، نیز میں نے دیکھا کہ جو شخص اپنے بستر پر اللہ کو پیارا ہوا تھا وہ تو سب سے آگے ہے اور جو شخص دوسرے لشکر کے ساتھ جا کر شہید ہوا تھا وہ اس کے پیچھے اور اس کے بالکل قریب ہے اور ان تینوں میں کا وہ سب سے پہلا شخص کہ جو پہلے لشکر کے ساتھ جا کر شہید ہوا تھا سب سے اخیر میں ہے چنانچہ ان تینوں کو اس طرح ایک دوسرے کے آگے پیچھے دیکھ کر میرے دل میں خلجان پیدا ہو گیا کہ قاعدہ کے مطابق تو سب سے آگے اور نمایاں اس شخص کو ہونا چاہئے تھا جو پہلے خدا کی راہ میں شہید ہوا تھا یا یہ کہ دونوں شہید ایک ساتھ برابر ہوتے کیونکہ دونوں شہید ہونے کی حیثیت سے یکساں مرتبہ کے مستحق تھے اور جو شخص اپنے بستر پر فوت ہوا تھا اسکو سب سے آخر میں ہونا چاہئے تھا لیکن میں نے ان تینوں کو جس ترتیب سے دیکھا وہ حالت بڑی تعجب انگیز اور شک وشبہ میں مبتلا کرنے والی تھی، چنانچہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اپنے اس خواب کا ذکر کیا حضور اکرم ﷺ نے وہ خواب اور اس پر میرا ردعمل سن کر فرمایا تو پھر اس میں تمہارے شک وشبہ اور انکار کی باعث کون سی چیز ہے؟ تم نے اپنے خواب میں ان تینوں کو جس ترتیب سے دیکھا ہے وہ بالکل موزوں ہے کیونکہ اللہ کے نزدیک اس مسلمان سے زیادہ افضل کوئی نہیں ہے جس نے اسلام کی حالت میں زیادہ عمر پائی اور اسکی وجہ سے اسکو خدا کی تسبیح، تکبیر، تہلیل اور دیگر

تمام مالی وبدنی عبادتوں کا زیادہ موقع ملا۔

تشریح:

ظاھر ہے کہ جس شخص نے بعد میں شہادت پائی اس کی عمر پہلے شہید ہونے والے کی عمر سے زائد ٹھہری اور جب اسکی عمر زیادہ ہوئی تو اسکے اچھے عمل بھی زیادہ ہوئے لہذا پہلے شہید ہونے والے شخص سے اس کا افضل و برتر ہونا کسی شک وشبہ کا محل نہیں ہوسکتا ہے، رہی اس شخص کی بات جو اپنے دونوں ساتھیوں کے بعد اپنے بستر پر فوت ہوا تو اسکی عمر گویا ان دونوں سے زائد ہوئی اور اسی اعتبار سے اس کے عمل بھی ان دونوں کے عمل سے زیادہ ہوئے اس لئے وہ اپنے دونوں ساتھیوں سے جو کہ اگر چہ میدان جنگ میں شہید ہوئے تھے زیادہ افضل قرار دیا لیکن اسکے بارے میں وہی **توجیہ** مدنظر رہنی چاہئے کہ وہ شخص گو شہادت نہیں پاسکا تھا مگر مرابط ہونے اور جہاد کرنے کی صادق نیت رکھنے کی وجہ سے شہید ہی کے مرتبہ کا حامل قرار دیا گیا، معلوم ہوا کہ بسا اوقات صالح نیت آدمی کو بہت اونچا مقام عطا کردیتی ہے۔

مسلمان بھائی سے تین دن سے زائد ترک کلام:

(۴۴) عن عائشة أنَّ رسولَ اللّٰهِ ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ لَايَكُوْنُ لِمُسْلِمٍ أن يَهْجُرَ مُسْلِماً فَوْقَ ثَلٰثَةٍ فَاِذَا لَقِيَهُ سَلَّمَ عليه ثلثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذالك لايَرُدُّعليه فَقَدْبَاءَ بِاِثْمِهٖ۔ (مشکوٰۃ ص/۴۲۸،ج/۲)

ترجمہ:

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان بھائی سے ملنا جلنا چھوڑ دے جب وہ اس مسلمان سے کہیں ملے جو اس سے خفا ہے اور اسے تین مرتبہ سلام کرے اور وہ ایک مرتبہ بھی جواب نہ دے تو وہ جواب نہ دینے والا اس کے گناہ کا وبال لے کر وہاں سے لوٹے گا۔

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ اگر وہ سلام کرنے والے کا جواب نہیں دیگا تو ترک ملاقات کا گناہ اس کے سر پڑے گا یا تو صرف اپنے گناہ میں مبتلا ہوگا یا سلام کرنے والے کا گناہ بھی اس پر ہوگا حاصل یہ ہیکہ سلام کرنے والا ترک ملاقات کے گناہ سے نکل آئے گا، لیکن سلام کا جواب نہ دینے والے کی گردن پر بدستور رہے گا بلکہ سلام کا جواب نہ دینے کی وجہ سے سلام کرنے کا گناہ بھی اس پر یعنی جواب نہ دینے والے پر ہوگا۔

(۴۵) عن أبي هُريرةَ قال: قالَ رَسولُ اللّٰهِ ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أن يهجُرَ مُؤْمِناً فَوْقَ ثَلٰثٍ فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثلثٌ فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ عليه فاِن رَدَّ عليه السلامَ فقد اشتَرَكَا فى الأجرِ وَاِنْ لَمْ يَرُدَّ عليه فقدْبَاءَ بالِاثْمِ وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ۔

(مشکوٰۃ ص/۴۲۸ج/۲)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہ کسی مؤمن کیلئے حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مؤمن سے تین دن سے زیادہ ملنا جلنا چھوڑے رکھے لہٰذا جب ناراضگی کو تین دن گذر جائیں تو چاہئے کہ جس سے ملنا چھوڑ رکھا ہے اس سے ملے اور اسکو سلام کرے اگر اس نے سلام کا جواب دے دیا تو پھر وہ دونوں ثواب میں شریک ہوں گے کیونکہ پہلے کو تو سلام میں پہل کرنے اور ترک خفگی کی ابتداء کرنے کی وجہ سے ثواب ملے گا اور دوسرا اسلام کا جواب دینے اور بحالی تعلقات کی پیشکش کو قبول کرنے کی وجہ سے ثواب کا حق دار ہوگا اور اگر اس نے سلام کا جواب نہ دیا تو اس صورت میں وہ سلام کا جواب نہ دینے والا گناہ کے ساتھ لوٹے گا یعنی اس پر ترک ملاقات اور سلام کا جواب نہ دینے کا گناہ ہوگا اور سلام کرنے والا ترک ملاقات کے گناہ سے بری ہو جائے گا۔

وعن ابی هریرة اَنَّ رسـولَ اللّٰهِ ﷺ قالَ لا یحلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَهْجُرَ اَخَاه فوق ثلاثٍ فَمَنْ هَجَرَ فوق ثلاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ ۰

(مشکوۃ المصابیح ۲/۲۸۔)

ترجمہ:

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشا فرمایا کہ کسی مسلمان کیلئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زائد ترک کلام کرے سو جس شخص نے تین دن سے زائد ترک کلام کیا اور اسی حال میں اس کا انتقال

ہو گیا تو وہ جھنم میں داخل ہوگا۔

تشریح

ان روایات میں مسلمان بھائی سے بلا وجہ شرعی تعلقات ختم کرنے پر سخت وعید وارد ہوئی کیونکہ مسلمان اسلام کی وجہ سے بھائی ہو گیا ہے اور یہ اخوت اللہ پاک کو بہت محبوب اور بہت مطلوب ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۰

ترجمہ:

بے شک ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں لھذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم و کرم کا معاملہ کیا جائے۔

تشریح:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نفس ایمان کی وجہ بھائی بھائی قرار دیا ہے اس کا تقاضا یہ ہیکہ آپس میں محبت ہو خلوص ہمدردی ہو تعلقات مضبوط ہوں اسی لئے رسول پاک ﷺ نے یہ فرمایا کہ مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی سے تین دن یا اس سے زیادہ ترک کلام نہیں کرنا چاہئے جب کہ عام مسلمانوں سے محض رشتۂ ایمان و اسلام ترک تعلقات کی گنجائش نہیں ہے تو جن لوگوں سے ایمان کے ساتھ اور رشتے بھی ہوں، استاذی و

شاگردی کا، پیری مریدی کا، یا دوسری اور قرابتیں ہوں باپ بیٹے ہونے کا، بھائی ہونے کا چچا تایا ہونے کا، اور میاں بیوی کا، یا سسرالی کا اور دیگر تمام رشتہ داریاں ان تمام کو قائم ودائم رکھنا بہت ضروری ہے اسلامی اخوت اور بھائی چارگی بہت ہی ضروری اور اہم چیز ہے اسی سے مسلمانوں کی قوت اور طاقت پیدا ہوتی ہے جس سے ان کو عالم پر فتح اور غلبہ کا موقع ہاتھ آتا ہے جب سے مسلمانوں سے یہ چیز ختم ہوئی اور وہ آپس میں مختلف طبقات، فرقوں، اور ذہنوں میں تقسیم ہوگئے ان کی باہمی طاقت وقوت ختم ہوگئی اور غیروں کو ان پر غالب آنے کا موقع مل گیا اسلامی اخوت کی اُس زمانہ میں اس قدر اہمیت تھی کہ میراث میں بھی اس کا دخل تھا کہ غیر مسلم سگا بھائی وارث نہیں بنتا تھا مسلمان بھائی اخوت اسلامی کی بنیاد پر اور بہت دفع ہجرت ونصرت کی بنیاد پر وارث قرار پاتا تھا یہاں تک کہ میراث کا قانون نازل ہوا اور پھر مسلمان رشتہ داروں کو حقدار قرار دیا گیا۔

بہر حال جب شریعت میں اسلامی اخوت کو یہ درجہ حاصل ہے تو مسلمان اقرباء ،اعزاء کے ساتھ حسن سلوک، مؤدت ومحبت، صلہ رحمی پر کس قدر زور ہوگا اس کو سمجھ نے کے لئے ان آیات کو پڑھنا چاہئے جن میں حق تعالی جل شانہ نے رشتہ داروں کے سلسلہ میں احکامات وہدایات دیں چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

يَـا اَيُّهَـاالـنَّـاسُ اتَّـقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِـنْهَـا زَوْجَهَـا وَبَـثَّ مِـنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْراً وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَاءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباً ۔

لعنت کے تین اسباب:

(٤٦) عـن مُعاذبن جبلٍ قال: قال رسولُ اللّٰهِ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّمَ۔ اِتَّـقُـوالْـمَـلاعـنَ الثَّلَاثَةَ،اَلْبَـرَازُفي الْمَوَارِدِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيْقِ وَالظِّلِ۔ (مشکوۃ ص۴۳،ج۱)

ترجمہ:

حضرت معاذ ابن جبلؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم تین جگہوں سے پرہیز کرو جو لعنت کا سبب ہیں یعنی گھاٹوں پر اور بیچ راستے پر اور سائے کے نیچے پاخانہ کرنے سے۔

تشریح:

یعنی ان جگہوں پر پاخانہ کرنے والے پر لوگ لعنت کرتے ہیں کیونکہ لوگوں کی منفعت اس سے فاسد ہوجاتی ہے پس یہ ظلم ہوا اور ظالم ملعون ہوتا ہے اور موارد کہتے ہیں ان مکانوں کو اور بعض نے کہا کہ اس کے معنی گھاٹ کے ہیں یعنی دریا اور ندی وغیرہ کے کنارے پر جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں، اور بعض نے کہا ہے گھاٹوں کو کہتے ہیں، اور سایہ خواہ درخت کا ہو یا کسی اور چیز کا کہ لوگ وہاں سوتے بیٹھتے ہوں اور اپنے جانور بٹھاتے ہوں، بہرحال یہ سب اسباب لعنت ہیں ان سے بچنا ضروری ہے!

وہ تین جن کی نمازیں قبول نہیں ہوتی ہیں:

(۴۷) عن ابن عباس قال: قالَ رسولُ اللّٰہِ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔لَا تُرْفَعُ لَھُمْ صلوتُھم فوق رؤسِھم شِبْراً رجلٌ قَوْماً وَھُمْ لَہٗ کَارِھُونَ وامرأۃٌ بَاتَتْ وزوجُھَاعلیھا سَاخِطٌ واخوانِ مُتَصَارِمَانِ۔

(مشکوۃ ص/۱۰۰ج/اول)

ترجمہ:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین لوگ ایسے ہیں جن کی نماز ان کے سر سے بالشت بھر بھی بلند نہیں ہوتی یعنی (درجۂ قبولیت کو نہیں پہونچتی) ایک تو وہ شخص جو قوم کا امام ہو اور قوم اس سے دینی امور میں ناخوش ہو دوسرے وہ عورت جو اس حالت میں رات گذارے کہ اس کا خاوند اس کی نافرمانی یا اس کی جانب سے اپنے حق کی عدم ادائیگی کی وجہ سے خفا ہو تیسرے ایسے دو بھائی جو آپس میں ناخوش ہوں۔

تشریح:

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ ایسے دو مسلمان بھائیوں کی نماز قبول نہیں ہوتی جو آپس میں ناخوش و ناراض ہوں اور تین دن سے زیادہ سلام وغیرہ ترک کئے رہیں۔

ایک دوسری روایت اسی موضوع ومضمون کی اسطرح ہے۔

بھر حال ان دونوں روایتوں میں ایسے امام کے سلسلہ میں وعید ہے جس سے اس کے مقتدی دلیل شرعی اور وجہ معقول کی وجہ سے ناراض ہوں اور پھر وہ امامت کرے لہذا اگر انکی ناراضگی دلیل شرعی اور بلا وجہ معقول ہے تو اسکی امامت پر یہ وعید نہ ہوگی۔

دوسرا مضمون عورت کے بارے میں جس سے اسکا شوہر ناراض ہو کر شب گذارے اگر اسکی ناراضگی معقول وجہ کی بنا پر ہو تو عورت اسکی مصداق ہوگی ورنہ نہیں۔

جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

عن ابن عمر قال: قالَ رسولُ اللّٰہِ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ثلاثۃٌ لا تُقبلُ منھم صلوتُھم مَنْ تَقَدَّمَ قَوْماً وھم لہ کارھونَ ورجلٌ أتی الصلوۃَ دِبَاراًوَالدِّبَارُ أن یاتِیَھابعد أنْ تفوتَہ ورجلٌ اِعْتَبَدَ مُحَرَّرَۃً۔

(مشکوۃ ص/۱۰۰ج/اول)

ترجمہ:

حضرت ابن عمرؓ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوتی (یعنی انھیں نماز کا ثواب نہیں ملتا) ایک تو وہ شخص جو کسی قوم کا امام ہو اور قوم اس سے خوش نہ ہو، دوسرا وہ شخص جو نماز میں پیچھے آئے اور پیچھے کا مطلب یہ ہے کہ نمازوں کا مستحب وقت نکل جائے اور پھر آئے، اور تیسرا وہ شخص جو آزاد کو غلام سمجھے۔

تشریح:

(**اعتبد محررۃ**) آزاد کو غلام سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ غلام کو آزاد کرے اور پھر بعد میں زبردستی اس سے خدمت لینے لگے یا غلام کو آزاد کردیا مگر اس کی آزادی کو خود

اس غلام سے چھپائے یا کسی آزاد شخص کے بارے میں دعوی کرے کہ یہ میرا غلام ہے اور اس کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک بھی کرے۔

تہجد کی نوافل کے شروع میں تین بار کلمۂ طیبہ پڑھنا:

(۴۹) عن أبی سعید قال کانَ رسولُ اللّٰہِ ـصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اِذَا قَامَ من اللَّیلِ کَبَّرَ ثُمَّ یقولُ سبحانَکَ اللّٰھُمَّ وبحمدِکَ وتبارکَ اسمُکَ وتعالیٰ جَدُّکَ ولاالہَ غیرک ثم یقولُ اللّٰہ أکبر کبیراًثم یقول أعوذ باللّٰہِ السَّمِیْعِ العلیمِ من الشیطانِ الرَّجِیْمِ من ھَمَزِہٖ وَنَفَخِہٖ وَنَفَثِہٖ۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی وزادابوداؤد بعد قولہ غیرک ثم یقول لاالہ الااللہ ثلثاً وفی آخر الحدیث ثم یقرأ مشکوۃ ص/۱۰۸ج/اول)

ترجمہ:

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ سرورِ کونین ﷺ جب رات میں نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہہ کر یہ پڑھتے، سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسملک وتعالیٰ جدک ولاالٰہَ غَیْرُک. (اے اللہ تو پاک ہے ہم تیری حمد کرتے ہیں تیرا نام بابرکت ہے تیری بزرگی بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے) پھر اللہ اکبر کبیراً کہتے (اللہ بہت بڑا ہے)اور یہ دعاء پڑھتے، أعوذ باللّٰہ السمیع الْعَلِیْمِ مِن

الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ من ھمزہٖ ونفخہٖ ونفثہٖ. (میں اللہ سننے والے اور جاننے والے کی شیطان مردود سے اس کے وسوسے سے اس کے تکبر سے اور اس کے برے شعر سکھانے سے پناہ مانگتا ہوں، اور نفث کا ترجمہ جادو سے کیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ رات میں اللہ پاک تہجد کی توفیق عطا فرمائیں جو بہت بڑی فضیلت کی بات ہے اور کامل اولیاء اللہ کی صفت ہے تو اسمیں شروع میں اسطرح پڑھے تو بہتر ہے تا کہ سنت کی اتباع ہوجائے اور حضرت امام ابوداودؒ نے اپنی روایت میں حدیث کے الفاظ **ولاالہ غیرک** کے بعد یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ پھر آپ **لاالٰہ الااللّٰہ** تین مرتبہ کہتے تھے اور آخر حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ پھر پڑھتے ہیں۔

یعنی **أعوذ باللّٰہ السَّمِیْعِ العلیمِ من الشیطان الرجیم من ھمزہٖ ونفخہٖ ونفثہٖ**۔ پڑھنے کے بعد قرأت فرماتے۔

وہ تین چیزیں جن سے ایمان میں حلاوت حاصل ہوتی ہے:

(۵۰)وعن أنس قال: قالَ رسولُ اللّٰہِ ـصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فیہِ وَجَدَ بِھِنَّ حلاوۃَ الاِیْمَانِ من کانَ اللّٰہُ ورسُولُہ أحب اِلیہِ مِمَّاسِواھُمَاوَمَنْ أحبَّ عبداً لایُحبُّہ الااللّٰہِ ومن یَکْرَہُ أن یعودُفی الکفرِ بعدَأن أنقذہ اللّٰہُ منہ کمایکرَہُ أن یلقی فی النارِ۔(مشکوۃ ص/۱۲،ج/۱)

ترجمہ:

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ رسول خداﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص میں یہ تین چیزیں ہونگی وہ انکی وجہ سے ایمان کی حقیقی لذت سے لطف اندوز ہوگا اول یہ ہیکہ اسکو اللہ اور اسکے رسولﷺ کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو دوسرے یہ کہ کسی بندہ سے اسکی محبت محض اللہ کی خوشنودی کیلئے ہو تیسرے یہ کہ جب اسے اللہ نے کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان واسلام کی روشنی سے نواز دیا تو اب وہ اسلام سے پھر جانے کو اتنا ہی برا جانے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو۔

تشریح:

کمالِ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مؤمن کے دل میں اللہ اور اسکے رسولﷺ کی محبت اس درجہ رچ بس جائے کہ ان کے ماسوا تمام دنیا اسکے سامنے ہیچ ہو، اسی طرح یہ شان بھی مؤمن کامل ہی کی ہوسکتی ہے کہ اگر وہ کسی سے محبت کرتا ہے تو محض اللہ کی خوشنودی اور اسکی رضا حاصل کرنے کیلئے اور اگر کسی سے بغض اور عداوت رکھتا ہے تو وہ بھی اللہ کے لئے ہے، غرض کہ اس کا جو بھی عمل ہو صرف اللہ کیلئے ہو اور اسکے حکم کی تعمیل میں ہو ایسے ہی ایمان کی پختگی کے ساتھ دل میں بیٹھ جانا اور اسلام کی پختگی کے ساتھ قائم رہنا اور کفر وشرک سے اس درجہ بیزاری ونفرت رکھنا کہ اس کے تصور وخیال کی گندگی سے بھی دل پاک وصاف رہے ایمان کے کامل ہونے کی دلیل ہے اسی لئے اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ایمان کی حقیقی دولت کا مالک اور اس پر جزاء وانعام کا مستحق تو وہی شخص ہے جو ان تینوں اوصاف سے پوری طرح متصف ہو اور ایمان کی حقیقی لذت کا

ذائقہ وہی شخص چکھ سکتا ہے جس کا دل ان چیزوں کی روشنی سے منور ہو، جب ایمان کی حلاوت ولذت حاصل ہوجاتی ہے تو اعمال شرعیہ کی مشقت ختم ہوجاتی ہے اور اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنی ہر چیز اللہ پاک کی رضاء کیلئے قربان کرنے کو سعادت تصور کرتا ہے۔

شیخنا ومحبوبنا فانی فی اللہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

☆ لٹائیں نہ کیوں جان اور مال اپنا ☆

☆ حلاوت جو ایمان کی پائے ہوئے ہیں ☆

اس حدیث پاک میں شہید کیلئے بہت بڑی بشارت ہے اس کیلئے بشارات کا ایک ذخیرہ ہے جو روایات میں وارد ہوا ہے اور اللہ پاک نے تو ایسے حضرات کو اموات کہنے سے بھی منع فرمایا: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَاتَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمواتٌ بَلْ اَحياۤءٌ وَّلٰكِن لَّا تَشْعُرُوْنَ ۰

ترجمہ:

اور نہ کہوانکو جو اللہ کے راستہ میں شہید کردئے گئے ہوں کہ وہ مردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور لیکن تمکو خبر نہیں، نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۰

ترجمہ: اور نہ کہوانکو جو اللہ کے راستہ میں شہید کردئے گئے ہوں کہ وہ مردے

ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے کھاتے پیتے ہیں مزید اللہ پاک نے شہید کی فرحت وخوشی کو یوں بیان فرمایا:

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ • يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ • آل عمران.

ترجمه:

خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا انکو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں اُن کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے اُن کے پاس اُن کے پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ انکو غم، خوش وقت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی۔ ترجمہ شیخ الھند۔

تشریح:

وہ حضرات انعامات ربانیہ پر بیحد مسرور وشاداں ہوتے ہیں اور دوسرے وہ حضرات جو دنیا میں مناھجِ ایمان اور اللہ کے راستہ کی محنتوں میں مشغول ہیں ان کا بھی انتظار کرتے ہیں کہ وہ آئیں اور ان اعزاز واکرام کو دیکھیں جو اللہ پاک انکو دیں گے پھر سب ملکر مزے کریں۔ تفسیر بغوی ۲ ۳۷

ہمارے شیخ ومرشد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

پا گیا ان کے نام کی لذت

جب ملی مجھ کو جام کی لذت
پا گیا ان کے نام کی لذت
لطف جنت کا پا رہا ہے کوئی
اللہ اللہ سلام کی لذت
مرحبا مرحبا مبارک ہو
مجھ کو ان کے پیام کی لذت
مست وپرکیف رکھتی ہے دل کو
عشق کے اہتمام کی لذت
پاتے ہیں اہل عشق ہی احمد
ان کے شیریں کلام کی لذت

شہداء ابتداءً ہی جنت میں داخل کئے جائینگے:

(۵۱) عن أبي هُريرةَ أنَّ رسولَ اللّٰهِ ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ قال عُـرِضَ عَـلَـىَّ أولُ ثلثةٍ يد خلُونَ الجَـنَّةَ شهيدٌ وعفيفٌ متعففٌ وعبدٌ أحسن عبادةَ اللّٰهِ وَنَصَحَ لِمَوَالِيهِ۔ (مشکوۃ ص۳۳۲،ج۲)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میرے سامنے وہ پہلے تین شخص پیش کئے گئے جو شروع ہی میں جنت میں داخل ہونگے ان میں سے ایک شخص تو شہید ہے دوسرا وہ شخص ہے جو حرام سے بچے اور سوال نہ کرے (یعنی فسق و فجور سے بچنے والا اور کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانے والا) تیسرا شخص وہ غلام ہے جس نے اپنے اللہ کی بھی اچھی اطاعت وعبادت کی اور اپنے مالکوں کا بھی خیر خواہ رہا۔

تشریح:

پہلے تین شخص سے مراد یہ ہے کہ بالکل شروع میں جنت میں جو اشخاص داخل ہونگے ان میں سے یہ تین شخص پہلے داخل ہونگے لیکن حضرات انبیاء علیهم الصلاة والسلام کے بعد کیونکہ یہ سب سے مقدم ہونگے اور وہ جنت میں سب سے پہلے داخل ہونگے نیز تین شخص سے تین جماعتیں مراد ہیں، دوسرا شخص عفیف متعفف سوال کرنے سے بچنے والا اور حرام سے بھی احتراز کرنے والا صابر و ممانع شخص مراد ہے، اور تیسرا غلام۔

فقر پر صبر کرنے کی فضیلت:

(۵۲) عـن أبي عبد الرحمن الحُبلى قال سمعتُ عبدَاللّٰه ابن عمر وسأَلَهُ رجلٌ قالَ أَلَسْنَامن فقرآءِ الْمُهَاجِرِيْن فقالَ له عبداللّٰه أَلَكَ اِمْرَأة تـأوي اِليهَـا قالَ نَعَمْ قَالَ أَلَكَ مسكنٌ تَسْكُنُهٗ قَالَ نعم قَالَ فَأَنْتَ مِنَ الْأَغْنِيَآءِ قَالَ فَاِنَّ لى خَادِماً قَالَ فَأَنْتَ مِنَ الْمُلُوْكِ قَالَ عبدُالرَّحْمٰنِ وَجَـاءَ ثَـلٰثَةُ نـفـرٍاِلـىٰ عبـدِاللّٰهِ بْنِ عمرٍ و وأناعِنْدَه فَقَالُوا ياأبامُحَمَّدْ اِنَّاوَاللّٰهِ مَانَقْدِرُ عَلىٰ شَيْئٍي لانفقةٍ وَلَا دَابَّةٍ وَلَامَتَاعٍ فقالَ لهم ماشِئْتُمْ اِنْ شِـئْتُـمْ رَجَـعْتُـمْ اِلَيْنَا فَأَعْطَيْنَاكُمْ مَايَسَّرَ اللّٰهُ لَكُمْ وان شئتم ذَكَرْنَا أمـرَكـم لـلسـلـطانِ وإن شئتم صَبَرْتُمْ فَاِنِّى سمعتُ رسولَ اللّٰه ـصَلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ۔ يقولُ ان فقرآء المهاجرين يسبِقُوْنَ الأعنيآء يومَ الْقِيٰمَةِ الىٰ الْجَنَّةِ بأربعينَ خَرِيْفاً قالوافاِنَّانَصْبِرُ لَانَسْأَلُ شيأً۔

(مشکوۃ ص۴۴۸ ج۲)

ترجمہ:

حضرت ابوعبدالرحمٰن حبلی جن کا اصل نام عبداللہ بن زید مصری ہے اور جن کا شمار ثقہ تابعی میں ہوتا ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاصؓ کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ کیا ہم ان فقرآء ومہاجرین میں سے نہیں ہیں جن کے بارے میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ وہ دولتمندوں سے پہلے جنت

میں داخل ہونگے حضرت عبداللہ نے یہ سنکر اس شخص سے پوچھا کیا تم بیوی والے ہو کہ جس کے پاس تمہیں سکون وقرار ملتا ہے اس شخص نے کہا ہاں پھر حضرت عبداللہ نے پوچھا کیا تمہارے پاس مکان ہے جس میں تم رہائش اختیار کرو اس شخص نے کہا ہاں مکان بھی ہے، حضرت عبداللہ نے فرمایا تو پھر تم دولتمندوں میں سے ہو یعنی تم ان مہاجرین کی حیثیت کے آدمی ہو جو فقر وافلاس میں مبتلاء نہیں کہلائے جاسکتے کیونکہ ان فقرآء کے پاس نہ بیوی تھی نہ گھر بار تھا اگر کسی کے پاس ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز تھی تو دوسری چیز سے محروم تھا اس شخص نے جب یہ سنا کہ حضرت عبداللہ نے اسے بیوی اور گھر والا ہونیکی وجہ سے گویا دولتمند کہا ہے تو اس نے کہا میرے پاس ایک خادم بھی ہے (یعنی غلام یا لونڈی) تو حضرت عبداللہ نے فرمایا تب تم بادشاہوں میں سے ہو (یعنی اس صورت میں تو تمہارا شمار رئیسوں اور بادشاہوں میں ہونا چاہئیے تمہیں فقیر ومفلس کہنا کسی طرح درست نہیں ہوگا۔

تشریح:

حضرت ابوعبدالرحمٰن نے یہ بیان کیا کہ ایک دن حضرت عبداللہ ابن عمروؓ کے پاس تین آدمی آئے اس وقت میں بھی ان کی خدمت میں حاضر تھا ان تینوں نے کہا ابو قاسم بخدا ہم کسی چیز کی استطاعت نہیں رکھتے نہ تو خرچ کرنے کی (یعنی حج کو جانیکی) نہ کسی جانور کی (کہ جہاد میں شریک ہوسکیں) اور نہ کسی دوسرے سامان کی (کہ جسکو فروخت کر کے اپنے ضروری مصارف کو پورا کر سکیں۔

حضرت عبداللہ نے ان کی یہ بات سنکر فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو اگر تمہاری یہ خواہش

ہے کہ میں تمہارے ساتھ معاونت کروں تمہیں اپنے پاس سے کچھ دوں تو تم لوگ پھر کسی وقت آنا میں تمہیں وہ چیز دونگا جس کا خدا تمہارے لئے انتظام کر دیگا کیونکہ تمہیں دینے کیلئے اس وقت میرے پاس کچھ نہیں اور اگر تم چاہو تو تمہاری حالت بادشاہ سے بیان کروں وہ تمہیں اپنی عطا سے فارغ البال کر دینگے اور سب سے بہتر بات یہ ہے کہ اگر تم اہل کمال کا رتبہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو صبر کرو یعنی اپنی اسی حالت فقر وافلاس پر استقامت اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ فقراء ومہاجرین قیامت کے دن جنت میں دولتمندوں سے چالیس سال پہلے جائینگے ان تینوں نے یہ سنکر کہا بے شک ہم صبر واستقامت ہی کی راہ اختیار کرتے ہیں اب ہم آپ سے کچھ نہیں مانگیں گے یا یہ کہ اب ہم کسی سے کچھ نہیں مانگیں گے۔

(۵۳) عن أبي هُريرةَ أنَّ رسولَ اللّٰهِ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ قالَ ثلثٌ مُنْجِيَاتٌ وثلثٌ مُهْلِكَاتٌ فَأَمَّاالمنجياتُ فتقوى اللّٰه فى السِّرِوالعلانيةِ والقول بالحقِ فى الرضا والسخطِ والقصدِ فى الغنى والفقروأما المهلكاتُ فهوىً متبعٌ وشُحٌّ مُطَاعٌ واِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِيَ أَشَدُّهُنَّ۔ (روی البیہقی فی شعب الایمان۔)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں آخرت میں ہلاک کرنے والی ہیں جو چیزیں نجات

دینے والی ہیں ان میں سے ایک تو ظاہر و باطن میں (یعنی خلوت وجلوت) خدا سے ڈرنا ہے۔

دوسری چیز خوشی و ناخوشی یعنی ہر حالت میں حق بات کہنا ہے تیسری چیز دولت مندی وفقیری دونوں حالتوں کے درمیان میانہ روی اختیار کرنا ہے اور جو تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں ان میں سے ایک تو خواہش نفس ہے جس کی پیروی کی جائے دوسری چیز حرص وبخل ہے انسان جس کا غلام بن جائے اور تیسری چیز مرد کا اپنے نفس پر گھمنڈ کرنا ہے (یعنی کسی شخص کا اپنے آپ کو نیک اور اچھا سمجھنا اور اپنے اوصاف کا خود مداح ہونا کہ جس سے کبر پیدا ہوتا ہے اور کبر سے غرور وتکبر وجود میں آتا ہے) اور یہ تیسری چیز ان سب میں بدترین خصلت ہے ۔ یہ روایت امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ذکر کی ہے۔

تشریح:

اس حدیث پاک میں تین نجات دینے والی اور تین ہلاک کرنے والی اشیاء کا تذکرہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، تقوی و پرہیزگاری کی اصل بنیاد ہے خدا کا خوف ہی ہر خیر و بھلائی کی اساس ہے خوف خداوندی جس قدر ہوگا اسی قدر آدمی متقی وصالح بن جائے گا، تقوی سے متعلق تفاصیل کے لئے فضیلت تقوی کا مطالعہ کیا جائے، دوسری بات رضامندی اور ناراضگی کی حالت میں حق بات کہنا ہے جو بہت بڑی صفت ہے اور بہت کم لوگوں کو یہ بات حاصل ہوتی ہے ورنہ اکثر لوگ رضامندی میں غلط باتوں کی بھی تاویل کرتے ہیں اور ناراضگی کے دور میں اچھی باتوں پر بھی تنقید کرتے ہیں اور فساد

وفتنہ کا باب کھولتے ہیں اور تیسری بات وہ ہے مالداری اور غربت میں اعتدال اختیار کرنا یہ وصف بھی بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے ورنہ مالداری کے زمانہ میں اسراف کرتے ہیں:

جس کو اللہ پاک نے فرمایا:

إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔

ترجمہ:

یقیناً فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

تین چیزیں جو ہلاک کرنے والی ہیں انمیں خواہش کی اتباع بھی ہے جس کی وجہ سے آدمی طرح طرح کی تباہیوں میں گھر جاتا ہے اور ذلیل وخوار ہوتا ہے دنیا اور آخرت کی بربادی خریدتا ہے آج دنیاء کے اکثر انسان خواہشات نفس کی پیروی میں گمراہ ہورہے ہیں۔

اللہ پاک فرماتے ہیں **إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ۔**

دوسری چیز بخل ہے بخل بھی ایک مذموم صفت ہے ایک روایت میں ہے کہ سخاوت ایک درخت ہے جس کی شاخیں جنت میں ہیں اور بخل کی شاخیں جھنم میں پہونچاتی ہیں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ سخی اللہ کے قریب ہوتا ہے جنت سے قریب ہوتا ہے لوگوں سے قریب ہوتا ہے جھنم سے دور ہوتا ہے اور بخیل آدمی اللہ سے دور ہوتا ہے جنت سے دور ہوتا ہے اور لوگوں سے دور ہوتا ہے ہاں جھنم سے قریب ہوتا ہے۔

تیسری چیز خود پسندی اور گھمنڈ ہے اس سلسلہ میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم جامعہ مظاہر علوم کے اشعار پیش خدمت ہیں:

ہے حماقت زہد وطاعت پر گھمنڈ　　بے وقوفی ہے عبادت پر گھمنڈ
مال ودولت کا نہیں کچھ اعتبار　　رائگاں ہے مال ودولت پر گھمنڈ
کیا مناسب ہے گناہوں پر غرور　　جب ہے ناجائز عبادت پر گھمنڈ
علم وحکمت روکتے ہیں فخر سے　　ہے جہالت علم وحکمت پر گھمنڈ
زہد وطاعت بھی اسی کا فیض ہے　　لغو ہے پھر زہد وطاعت پر گھمنڈ
چار دن کی چاندنی ہے بے گماں　　کیجئے کیا حسنِ صورت پر گھمنڈ
کیجئے ہرگز نہ قوت پر گھمنڈ　　جاہ پر نازش نہ عزت پر گھمنڈ
جن کو دیتا ہے خدا عقلِ سلیم　　وہ نہیں کرتے لیاقت پر گھمنڈ
دیکھئے قارون کا انجامِ بد　　کیجئے کیا مال ودولت پر گھمنڈ
قابلیت پہلے پیدا تو کرو!　　پھر ہی کرنا قابلیت پر گھمنڈ
عزت ورفعت پر کرو شکرِ خدا　　بد نما ہے عزورفعت پر گھمنڈ
علم پر بھی ناز کرنا عیب ہے　　لوگ کرتے ہیں جہالت پر گھمنڈ

مال ودولت میں انسان کا اصل حصہ:

(٥٥) وعن أبي هُريرة قال: قَالَ رسولُ اللّٰهِ ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ يقولُ العبدُ مالي مالي وَاِنَّ مَالَهٗ مِنْ مَالِهٖ ثلٰث مَاأَكَلَ فَأَفْنىٰ أوْلَبِسَ فَأَبْلىٰ أوأعطىٰ فَاقْتَنىٰ وَمَاسِوى ذالِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِكُهٗ لِلنَّاسِ۔ (مشکوۃ شریف ص۴۴۰، ج۲)

ترجمه:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا بندہ کہتا رہتا ہے میرا مال میرا مال، (یعنی جو شخص مالدار اور دولت مند ہوتا ہے وہ اپنے مال دولت پر بہت فخر کرتا ہے اور دوسروں پر یہ جتانے کی کوشش کرتا ہے کہ میرے پاس مال دولت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کو اس مال ودولت میں سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے) وہ فی الجملہ تین چیزیں ہیں اور ان تین چیزوں میں سے بھی صرف ایک چیز ایسی ہے جو اس کے لئے حقیقی نفع بخش اور باقی رہنے والی ہے جبکہ بقیہ دو چیزیں ایسی ہیں جن کا تعلق دنیا سے ہے اور جو فنا ہو جانیوالی ہیں ایک تو وہ چیز جسکو اس نے کھالیا اور ختم کر دیا، دوسری وہ چیز جس کو اس نے پہن لیا اور بوسیدہ کر دیا اور تیسری وہ چیز جسکو اس نے خدا کی راہ میں خرچ کر دیا اور آخرت کے لئے ذخیرہ کر لیا ان تین چیزوں کے سوا اور جو کچھ ہے جیسے زمین جائداد مویشی نوکر چاکر، روپیہ پیسہ اور دیگر قیمتی چیزیں سب ایسی ہیں جن کو وہ لوگوں کیلئے چھوڑ کر اس دنیا سے چلا جانے والا ہے۔

تشریح:

اس ارشادگرامی میں اس حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے کہ انسان محنت ومشقت کر کے دنیا کماتا ہے مال ودولت حاصل کرتا ہے اور لوگوں پر اپنی امارت وثروت کا سکّہ جمانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن وہ اس بات کو محسوس نہیں کرتا کہ اول تو اس مال ودولت اور زمین وجائداد کا وبال بہت سخت ہے اور اسکی جواب دہی بہت مشکل ہے۔

دوسرے یہ کہ اس کے پاس جو کچھ مال ودولت اور زمین جائداد ہے اس سے خود اس کی ذات کو بہت معمولی فائدہ پہنچتا ہے اور یہ چیزیں بہت کم عرصہ تک اسکا ساتھ دینے والی ہیں۔

چنانچہ حضورﷺ نے بڑی نفسیاتی طریقہ سے واضح فرمایا کہ مال ودولت میں انسان کا اصل حصہ اور اسکا فی الجملہ فائدہ بس اتنا ہوتا ہے کہ وہ کچھ چیزوں کو تو کھا پی کر ختم کردیتا ہے اور کچھ چیزوں کو پہن کر برت کر پرانا کردیتا ہے اور اگر اسے توفیق ہوتی ہے تو کچھ چیزوں کو خدا کی راہ میں خرچ کر کے ان کو اپنے لئے ذخیرہ آخرت بنالیتا ہے باقی تمام مال واسباب ساری زمین جائداد اور سب روپیہ پیسہ وغیرہ دوسروں کیلئے چھوڑ کر دنیا سے چلا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا صورتوں میں سے آخری صورت یعنی اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا بے شک ایسی چیز ہے جو انسان کو اسکے مال ودولت سے سب سے بیش قیمت اور ہمیشہ باقی رہنے والا نفع پہنچاتی ہے اور اگر اس اصل نفع کیلئے مال ودولت کو حاصل کیا جائے اور جمع کیا جائے تو یقیناً سمجھ میں آنیوالی بات ہوگی، ورنہ محض چندروزہ دنیاوی اور جزوی نفع

کیلئے مال ودولت جمع کرنا اور اسکی وجہ سے اپنی بڑائی کا اظہار کرنا بے حقیقت بات ہوگی

چنانچہ اس ارشادگرامی کے ان الفاظ **أو أعطی فاقتنیٰ** کے ذریعہ اس امر کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ مال ودولت جمع کرنا حقیقت میں یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ جو مال ودولت عطا کرے وہ اسکو خدا کی خوشنودی کے لئے فقراء وغرباء اور حاجت مندوں پر خرچ کرے تاکہ اس کا ثواب جمع ہوتا رہے اور پھر حاجت کے دن روزِ حشر کام آئے۔

حکمرانوں کے ظلم سے حضورﷺ کا اپنی امت پر خوف:

(٥٦) عن جابر بن سمرة قال سمعتُ رسولَ اللّٰه۔صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ یقولُ ثلثة أخافُ عَلیٰ أمَّتِیَ الاستسقاء بالأ نواءِ وحیفُ السلطانِ وتکذیبٌ بالقد ر۔ (مشکوۃ ص۳۲۲، ج۲)

ترجمہ:

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریمﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں اپنی امت کے حق میں تین باتوں سے ڈرتا ہوں کہ (کہیں وہ ان کو اختیار کر کے گمراہی میں مبتلا نہ ہوجائیں) ایک تو چاند کے منازل کے حساب سے بارش مانگنا، دوسرے بادشاہ کا ظلم کرنا اور تیسرے تقدیر کا جھٹلانا یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ تقدیر الٰہی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ انسان جو بھی فعل کرتا ہے وہ خود اسکا خالق ہوتا ہے، جیسا کہ ایک جماعتِ قدریہ

کا مسلک ہے۔

تشریح:

انواء، نوء کی جمع ہے جس کے لغوی معنی تو اٹھنا اور گرنا ہیں لیکن عام طور پر اسکا استعمال چاند کی منازل کے مفہوم میں ہوتا ہے قدیم علماءِ فلکیات کے مطابق چاند کی اٹھائیس منزلیں ہوتی ہیں کہ وہ ہر شب ایک منزل میں رہتا ہے غالبًا اسی لئے اٹھنے اور گرنے سے طلوع اور غروب قرار دے کر انواء کو چاند کی منازل کے مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔

بہر حال عرب کے مشرکین بارش کو ان منازل کی طرف منسوب کرتے تھے اور جب بارش ہوتی تو وہ یہ کہتے کہ چاند کی فلاں منزل کی وجہ سے بارش ہوئی ہے، چونکہ یہ ایک بالکل باطل عقیدہ ہے دوسری احادیث میں یہ عقیدہ رکھنے سے صریح ممانعت مذکور ہے توحید کی اہمیت کو واضح کرنے اور شرک کے ابہام سے دور رکھنے کیلئے اس پر لفظِ کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔

ایک روایت میں حضرت زید ابن خالدؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول پاک ﷺ کے ساتھ تھے حدیبیہ کے سال، رات میں بارش ہوئی، صبح کی نماز کے بعد رسول کریم ﷺ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ رب العزت نے کیا فرمایا ھم نے کہا اللہ ورسولہ اعلم کہ اللہ اور ان کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں پھر فرمایا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ بعض بندے ایمان والے ہوں گے اور بعضے کافر ہونگے جو بارش کو اللہ پاک کے فضل ورحمت کا نتیجہ قرار دیں گے وہ مؤمن ہوں گے اور جو ستاروں کی طرف نسبت کریں گے وہ کافر ہوں گے۔ (بخاری شریف ص/۵۹۷/ج/۲)

جنتی اور دوزخی قاضی:

(۵۷) عن بریدة قال: قالَ رسولُ اللّٰہِ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ۔ القضاة ثلثةٌ واحدٌ فی الجنةِ واثنانِ فی النارِ فأمَّاالَّذِيُ فی الجنةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضٰی بِہٖ ورجلٌ عرف الحقَّ فَجَارَ فی الْحُکْمِ فھوَفی النَّارِ ورجلٌ قضی للناسِ علی جھلٍ فَھُوَفِی النَّارِ۔

(مشکوٰۃ ص/۳۲۴/ج/۲)

ترجمہ:

حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں ایک طرح کے تو جنت میں جائیں گے اور دو طرح کے جہنم میں جانے والے ہیں لہذا جنت میں جانے والا تو وہ شخص ہے جس نے حق کو جانا یعنی یہ جانا کہ اس بات میں حق یہ ہے اور پھر حق ہی کے مطابق فیصلہ کیا اور جس نے حق کو جانا مگر اس کے باوجود اپنے حکم وفیصلہ میں ظلم کیا یعنی اس نے دیدہ ودانستہ حق کو پامال کیا تو وہ دوزخی ہے، اسی طرح جس شخص نے اپنی جہالت کی وجہ سے حق کو نہیں پہچانا اور اسی حالت میں لوگوں کے تنازعات کا فیصلہ کیا تو وہ بھی دوزخی ہے کیونکہ اس نے حق میں کوتاہی اور تقصیر کی۔

تقصیر، عہدۂ قضاء بہت اہم عہدہ ہے اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ نے اس کے قبول کرنے سے انکار فرمایا اور جب امام ابو یوسفؒ نے اسکو قبول کرلیا تو ان سے بھی ناراض ہوئے جس پر انہوں نے معذرت کی کہ اگر کوئی بھی اھل قبول نہیں کرے گا تو جہلا فیصلہ

کریں گے اورامت کا نقصان ہوگا اورامام ابو یوسفؒ کے قاضی بن نے سے فقہ حنفی کو بہت عروج ہوا مگر امام ابو یوسفؒ بہت خائف رہا کرتے تھے، بادشاہ کا ظلم وستم، بہت نقصان دہ ہے اورعدل سلطانی سے دنیا قائم ودائم رہتی ہے اسی وجہ سے عدل سلطان کی نظام عالم میں بہت زیادہ اہمیت ہے اوراس کو ظل رحمانی کہا جاتا ہے اگر وہ ظلم کریگا تو ساری رعایا میں بدامنی اور بے چینی کا ماحول گرم ہوجائے گا اور نقصان عظیم واقع ہوگا عدل کرنے والے سلطان اللہ پاک کے یہاں نور کے منبروں پرہوں گے اورظلم کرنے والے بادشاہ لوگ جہنم کا ایندھن ہوں گے **وَاَمَّاالْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَباً۔**

تیسری چیز تقدیر ہے مسئلہ تقدیر ایمان کا جزٔ لازم ہے اوراس میں بہت بڑی تسلی ہے اورامتحان بھی اوراس میں زیادہ گفتگو کرنا خطرناک ہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہ کرام کواس بارے میں کلام کرتے دیکھا تو سخت ناراض ہوئے اورفرمایا کہ تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ھلاک وتباہ ہوئے تھے کیا تمہیں اسی بات کا حکم دیا گیا ہے زیادہ تفصیل کیلئے فوائد شریفیہ کا مطالعہ کرنا مفید ہے اور تقدیر کے سلسلہ میں بہت اکابر کے رسائل ہیں ان کا مطالعہ کیا جائے۔

منافق اگر جہاد میں شہید بھی ہوجائے تو جنت کا حقدار نہ ہوگا:

(۵۸) عن عتبةَ بن عبد السُّلَمي ؓ قال قال رسولُ اللّٰهِ ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اَلْقَتْلٰے ثَلٰثَةٌ مُؤْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فى سبيلِ اللّٰهِ فَاِذَالَقِىَ الْعَدُوَّ قاتلَ حتى يُقتلَ قالَ النَّبِيُّ ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فِيْهِ فَذٰلكَ الشَّهِيْدُ الْمُمْتَحَنُ فى خِيْمَةِ اللّٰهِ تحتَ عرْشِهٖ لايَفْضُلُه النبيونَ اِلَّا بدرجةِ النبوّةِ ،ومؤمنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحاً وَاٰخَرَسَيِّئاً جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمالهٖ فى سبيلِ اللّٰهِ اِذَالَقِىَ العدوَّ قاتلَ حتى يُقتلَ قَالَ النَّبِيُّ ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فِيْهِ مُمَصْمِصَةٌ مَحَتْ ذنوبه وخطاياه ان السيف محّاءٌ للخطايا وأُدخل من أيّ أبوابِ الجنةِ شَآءَ وَمُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَاِذَالَقِىَ العدوَّقاتلَ حتى يُقتلَ فذٰلك فى النَّارِ ان السيفَ لا يمحوالنِّفَاقَ۔ (مشکوۃ ص۳۳۵/تا۳۳۶/ج۲/)

ترجمہ:

حضرت عتبہ ابن عبد السلمیؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جولوگ جہاد میں مارے جاتے ہیں وہ تین طرح کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ کامل مؤمن جس نے اللہ کی راہ میں اپنی جان اوراپنے مال کے ذریعہ جہاد کیا، چنانچہ جب دشمن سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی تو وہ پوری بہادری اورشجاعت کے ساتھ لڑا یہاں تک کہ مارا گیا، نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ یہ وہ شہید ہے جسکو جہاد کی مشقتوں اورمصائب پرصبر

کرنے کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا یہ شہید آخرت میں عرش الٰہی کے نیچے اللہ کے خیمہ میں ہوگا۔

یعنی اسکو حق تعالیٰ کا کمال قرب اور اس کے حضور میں درجۂ خاص حاصل ہوگا اور **حضرات انبیاء علیھم الصلاۃ والسلام** اس سے صرف درجہ نبوت میں زیادہ ہونگے اور دوسرا وہ شخص مؤمن ہے جس کے اعمال ملے جلے ہوں کہ اس نے کچھ نیک عمل کئے ہوں اور کچھ برے عمل چنانچہ اس نے اپنی جان اور مال کے ذریعہ خدا کی راہ میں جہاد کیا اور جب دشمن سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی تو پوری بہادری اور شجاعت کے ساتھ لڑا یہاں تک مارا گیا نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ شہادت یا خصلت پاک کرنیوالی ہے جو کہ اس کے گناہوں اور خطاؤں کو مٹاتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تلوار گناہوں اور خطاؤں کو بہت زیادہ مٹانے والی ہے یہ وہ شہید ہے جس دروازے سے جانا چاہے گا جنت میں داخل کیا جائیگا، اور تیسرا شخص منافق ہے اگر چہ اس نے بھی اپنی جان اور مال کے ذریعہ جہاد کیا اور جب دشمن سے اسکی مڈبھیڑ ہوئی تو خوب لڑا یہاں تک کہ مارا گیا لیکن یہ شخص دوزخ میں جائیگا کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں مٹاتی ہے۔

چنانچہ بعض منافقین نے جہاد میں خوب حصہ لیا اسکے باوجود اس کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ جہنمی ہے (بخاری ۶۰۵/ج ۲/۔) میں اس قسم کا واقعہ مذکور ہوا ہے ایک شخص بہت شجاعت سے لڑا پھر بھی حضور پاک ﷺ نے فرمایا انہ من اھل النار بعض صحابہ نے اس بات کی کھوج نکالی تو تصدیق ہوئی کہ اس نے خودکشی کر لی اور مر گیا اس میں انہ من اھل النار کی وعید اس کے نفاق کی وجہ سے ہی وارد ہوئی ہر

خودکشی کرنے والے کو جہنمی کہنا درست نہیں کیونکہ قتل نفس ایک گناہ ہے اگر چہ کبیرہ ہے جس کی وجہ سے مؤمن کافر نہیں ہوتا ہے ہاں خودکشی کی وعید بہت سخت ہے اور عذاب بہت خطرناک ہے۔العیاذ باللہ تعالیٰ!

تین دن سوگ کی اجازت:

(۵۸) عن عبد اللّٰہ ابن جعفر أن النبيَّ ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ أمهَلَ آل جعفر ثلثاً ثم أتاهم فقالَ لاتَبْكُواعلى أخي بعد اليومِ ثم قالَ أُدعوالي بني أخي فجئى بنا كَأَنَّا أفراخٌ فقالَ أدعوالِي الحلاق فأمره فحلق رؤسنا۔ (مشکوۃ المصابیح ص۳۸۲/ج۲/)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفرؓ کی اولاد کو تین دن کی مہلت دی یعنی جب حضرت جعفرؓ کی شہادت کی خبر آئی تو آپ ﷺ نے ان کے گھر والوں کو تین دن تک رونے دھونے اور سوگ کرنے کی اجازت دی اور اس عرصہ میں آپ ﷺ ان کے ہاں تشریف نہیں لائے پھر آپ ﷺ ان لوگوں کو تسلی ودلاسہ دینے کیلئے ان کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ بس آج کے بعد میرے بھائی جعفرؓ پر مت رونا پھر فرمایا کہ میرے بھتیجوں یعنی عبداللہؓ عونؓ اور محمدؓ جو جعفر کے لڑکے ہیں میرے پاس لے کر آؤ، چنانچہ ہم سب آپ ﷺ کی خدمت میں لائے گئے اور اس

وقت ہم چوزہ کی طرح یعنی بہت کمسن تھے اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ نائی کو بلاو جب نائی آگیا تو آپ ﷺ نے اسکو ہمارے بال مونڈنے کا حکم دیا اور اس نے ہمارے سروں کو مونڈا۔

تشریح:

حضرت جعفرؓ ابو طالب کے بیٹے اور حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی تھے اس اعتبار سے حضرت نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی ہوئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوحہ اور جزع وفزع کے بغیر میت پر رونا غمگین وافسردہ ہونا اور رنج والم کا اظہار کرنا تین دن تک جائز ہے تین دن کے بعد نہ تو رونا دھونا اور سوگ کرنا جائز ہے۔ یعنی خاص کیفیت کے ساتھ، باقی قلبی غم اور افسوس وہ فطری شئی ہے جو دیر تک رہتا ہے پھر یہ حکم زوجہ کے لئے نہیں ہے، عورت کو اس کے شوہر پر سوگ منانا چار ماہ دس دن تک جائز ہے اوروں کے لئے وہی بات ہے جو حدیث میں آئی ہے، یہاں تک کہ حضرت اُم حبیبہؓ نے (ابوسفیان جواُن کے والد صاحب تھے) کے انتقال کے تین دن بعد سوگ ختم کر دیا اور اس پر عمل کر کے دکھا دیا جو حدیث میں وارد ہوا۔

لا یحل لا مرأۃ أن تحد علیٰ میت فوق ثلاث لیال الا علیٰ زوج أربعة أشهر و عشرا۔ (ترمذی ص ۲۲۷ ج اول۔)

ترجمه:

عورت کے لئے حلال نہیں ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے سوائے شوہر کے کہ چار ماہ دس دن سوگ منائے۔

حج وعمرہ سے فراغت کے بعد تو سر منڈانا افضل ہے لیکن اس کے علاوہ بال رکھنا ہی افضل ہے لیکن باوجود اسکے آنحضرت ﷺ نے حضرت جعفرؓ کے لڑکوں کے سر مونڈنے کا حکم اس لئے دیا کہ ان کی ماں یعنی حضرت اسماء بنت عمیسؓ شوہر کی دائمی جدائی کے سخت ترین صدمہ سے دوچار تھیں ان کو اپنی اس مصیبت سے اتنی فرصت کہاں ملتی کہ وہ بچوں کے سر کے بالوں کی صفائی ستھرائی اور تیل کنگھے کا خیال رکھتی اور اس صورت میں ان کے سروں میں جوئیں پڑ جانے کا خدشہ تھا، لہذا آپ ﷺ نے ان کے بالوں کو منڈوانا ہی بہتر سمجھا۔

حلاوت تین چیزوں میں تلاش کرو:

(۵۹) کان الحسنؒ یقول تَفَقَّدُوا الْحَلَاوَةَ فی ثلاثٍ الصلوةِ والقرآنِ والدعاءِ فَاِنْ وَجَدْ تُمُوْهَا فَاحْفَظُوا واحمدوااللّٰہ عَلیٰ ذٰلِكَ وان لَّمْ تَجِدُوْالَهَا فَاعْلَمُوْا أَنَّ أَبْوَابَ الخيرِعليكم مُغْلَقَةٌ۔

(شعب الایمان ص ۴۴۷ ج ۵)

ترجمه:

حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ حلاوت وشیرینی تین چیزوں میں تلاش کرو (۱) نماز (۲) تلاوتِ قرآن (۳) دعاء اگر مل جائے تو اسکی حفاظت کرو اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اگر حلاوت نہ ملے تو جان لو کہ تم پر جنت کے دروازے بند ہیں۔

تشریح:

حضرت حسن بصریؒ کبارِاولیا اللہ میں شمار ہوتے ہیں علم وعمل، اخلاص وتقوی کے جامع تھے انکا کلام انبیاءؑ کے کلام سے مشابہ ہوتا تھا یہ ان کا ارشاد ہے مطلب یہ ہیکہ نماز، تلاوت، ودعاء میں خوب اور خوب اہتمام کرو مکمل توجہ کے ساتھ ان میں مشغول رہو تب تم کو حلاوت محسوس ہوگی لذت آئیگی جبکہ یہ کیفیت حاصل ہونے لگے تو اب اسکو بر قرار رکھئے اور محفوظ رکھنے کی کوشش کیا کرو کہ اس میں بہت بڑی خیر وبرکت ہے لیکن اگر تمھارا دل نماز میں دعاء میں نہیں لگتا تو سمجھ لو کہ ابھی کمال حاصل نہیں ہوا ہے اور اجر کامل کا دروازہ تمہارے لئے بند ہے، اور اللہ پاک کا قرب حاصل نہیں پایا، مگر دل نہ لگنے کی وجہ سے ان کاموں کو چھوڑنا جائز نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ کرنا ہوگا کہ یہی مجاھدہ ہے۔

وہ تین جن سے اللہ پاک خوش ہوتے ہیں:

(۶۰) عن أبي سعيد ن الخدري قال: قال رسولُ الله -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- ثلٰثةٌ يَضْحَكُ اللّٰهُ اِليهم اَلرَّجُلُ اذاقامَ باللَّيْلِ يُصَلِّي والقومُ اِذَاصفُّوافي الصلوةِ والقومُ اذاصفُّوافي قتالِ العدوّ۔

(مشکوۃ شریف ص/۱۰۹، ج/اول)

ترجمہ:

حضرت ابوسعید خدری راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین قسم کے لوگ ہیں

جنکی طرف (دیکھ کر) اللہ جل شانہ ہنستا ہے (یعنی ان سے بے حد خوش ہوتا ہے اور انکی طرف اپنی رحمت وعنایت کی نظر فرماتا ہے (۱) وہ شخص جو رات میں تہجد کی نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہوتا ہے (۲) وہ لوگ جو نماز پڑھنے کیلئے اپنی صفوں کو درست کرتے ہیں (۳) وہ لوگ جو دشمنوں سے لڑنے کے لئے (یعنی جہاد کے وقت) صف بندی کرتے ہیں۔

تشریح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کا آخری حصہ بایں طور افضل واشرف ہے کہ وہ اپنے دامن میں پروردگار کی رحمتوں اور اسکی عنایتوں کے خزانے سمیٹے ہوئے ہوتا ہے اور یہ قسمت کی بات ہے کہ کون اس خزانے سے مستفیض ہوتا ہے اور کون محروم رہ جاتا ہے۔

خواجہ معصوم سرہندیؒ کا ایک مکتوب:

حضرت خواجہ معصوم قدس سرہ جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادے ہیں ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

بعد الحمد والصلوۃ وتبلیغ الدعوات سعادت آثار برادرم مولانا حسن علی کو واضح ہو کہ یہاں کے فقراء بحمداللہ عافیت سے ہیں احبابِ دورافتادہ کی خیریت مطلوب ہے چاہیئے کہ تم حالات لکھتے رہا کرو اپنے اوقات کو معمور رکھو اور اہم امور پر صرف کیا کرو، سراً وعلانیۃً خوف وتقویٰ کے ساتھ رہو قوت جوانی کو طاعات میں مشغول رکھو شب زندہ داری کو غنیمت سمجھو شبہائے تاریک کو اذکار، افکار، گریہ وزاری؛؛ تذکُّرِ ذنوب، اور فکرِ

گوروقیامت سے منور رکھوحتی الامکان عمل سنت کو ہاتھ سے نہ جانے دو، بدعت اور بدعتی سے اجتناب کرواور کوشش کرو کہ دوام حضور مع اللہ بے مزاحمت اغیار حاصل ہوجائے ،حاصل کلام یہ ہے کہ اگر نجات مطلوب ہے تو اللہ تعالیٰ کی مرادات کو اپنی مرادات پر ترجیح دواور اپنے آپ کو تمام منتسبات سے خالی سمجھو طریقۂ بندگی یہی ہے۔

اِنَّه مُیَسِّرٌ لِکُلِّ عَسِیْرٍ وَهُوَ عَلٰی مَایَشَآءُ قَدِیرٌ وَبِالْاِ جَابَةِ جَدِیْرٌ ․

امید کہ اس بے حاصل کو دعائے سلامتی خاتمہ سے یاد رکھو گے غائبانہ دعا قبولیت سے بہت قریب ہوتی ہے۔

تین جمعہ چھوڑنے والے کا انجام:

(۶۱)عن ابن عباس أن النَّبِيَّ ـصَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ـ قالَ من تَرَكَ الجمعةَ من غیرِ ضُرُوْرَةٍ کُتِبَ مُنَافِقاً فی کتابٍ لایمحیٰ وَلَا یُبَدَّل وفی بعض الروایات ثلثاً۔ (مشکوۃ شریف ص/۱۲۱، ج/اول)

ترجمہ:

حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ سرتاج دوعالم ﷺ نے فرمایا جو شخص بغیر کسی عذر کے نماز جمعہ چھوڑتا ہے وہ ایسی کتاب میں منافق لکھا جاتا ہے جو کبھی نہیں مٹائی جاتی ہے اور نہ تبدیل کی جاتی ہے اور بعض روایات میں ہے کہ جو شخص تین جمعہ چھوڑ دے۔

تشریح:

من غیر ضرورةٍ: کا مطلب یہ ہے کہ ترک جماعت کے عذر میں مثلاً کسی ظالم اور دشمن کا خوف پانی برسنا برف گرنا یا راستہ میں کیچڑ کا ہونا وغیرہ اگر ان میں سے کسی عذر کی بنا پر جمعہ کی نماز کو نہ جائے تو وہ منافق نہیں لکھا جائیگا، ہاں بغیر کسی عذر اور مجبوری کے جمعہ چھوڑنے والا منافق لکھا جائیگا **فی کتاب لایمحی الی آخرہ،** سے مراد نامہ اعمال ہے حاصل یہ ہے کہ نماز جمعہ چھوڑنے والا اپنے نامۂ اعمال میں کہ جس میں نہ تنسیخ ممکن ہے اور نہ تغیر وتبدل منافق لکھا جاتا جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ نفاق جیسی ملعون صفت ہمیشہ کے لئے چپک کر رہ جاتی ہے اور آخرت میں یا تو اللہ تعالیٰ اسکی وجہ سے اسے عذاب میں مبتلا کردے یا اپنے فضل وکرم سے درگزر فرماتے ہوئے بخش دے غور وفکر کا مقام ہے جمعہ چھوڑنے کی کتنی شدید وعید ہے۔

بھر حال قابل غور یہ کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ جمعہ شعائر اسلام میں سے اور ایمان والا جمعہ پڑھتا ہی ہے اور جمعہ گناہوں کے کفارہ کا خاص اثر ودخل رکھتا ہے جیسا کہ روایت میں آرہا ہے کہ ایک جمعہ گذشتہ ایام کے درمیان کیلئے کفارہ ہے۔

(ترمذی شریف)

جن تین سے اللہ تعالیٰ کلام نہیں کریں گے:

(۶۲)عن أبي ذرٍ عن النَّبِيِّ ـصَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ـ قالَ ثَلٰثَةٌ لایُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یومَ القیامةِ وَلَایَنْظُرُ الیهم ولایُزَکِّیْهِمْ ولهم عذابٌ ألیمٌ

قَالَ أبـوذرٍ خـابُـوا وخسِـرُوْا مَـنْ هُـمْ يـارسـولَ اللّٰـه؟ قَالَ اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ والمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بَالْحَلْفِ الْكَاذِبِ۔ (مشکوۃ ص/۲۴۳،ج/اول)

ترجمہ:

حضرت ابوذرؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے کلام کریگا اور نہ انکی طرف دیکھے گا اور نہ انکو (گناہوں سے) پاک کریگا اوران تینوں کے لئے دردناک عذاب ہے ابوذرؓ نے پوچھا خیر وبھلائی سے محروم اوراس ٹوٹے میں رہنے والے کون شخص ہیں؟ اے اللہ کے رسول آپ ﷺ نے فرمایا ایک پاؤنچے لٹکانے والا دوسرا احسان جتلانے والا اور تیسرا جھوٹی قسم کھا کر تجارت کرنے والا۔

تشریح:

پاؤنچے لٹکانے سے مراد وہ شخص ہے جواز راہِ تکبر ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا لنگی پہنتا ہے، چنانچہ اس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو ٹخنوں سے نیچا کرتہ پہنے، احسان جتلانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے ساتھ کوئی اچھا سلوک کرکے مثلاً کسی کو کوئی چیز دیکر یا کسی کے ساتھ ہمدردی کا کوئی معاملہ کرکے اسے زبان پر لایا جائے۔

چنانچہ جو شخص کسی کے ساتھ ہمدردی واعانت کا کوئی معاملہ کرکے پھر اس پر احسان جتاتا ہے تو وہ ثواب سے محروم رہتا ہے، جھوٹی قسمیں کھا کر تجارت بڑھانے والے سے مراد وہ تاجر ہے جو زیادہ نفع حاصل کرنے کے لئے یا اپنا مال تجارت بڑھانے کے لئے جھوٹی قسمیں کھائے مثلاً کوئی چیز نوے ۹۰ روپے کی خریدی ہو مگر اپنے خریدار

سے اسکی زیادہ قیمت وصول کرنے کیلئے یا اسکی مالیت بڑھانے کے لئے جھوٹی قسم کھا کر کہے کہ خدا کی قسم میں نے یہ چیز سو۱۰۰/روپئے میں خریدی ہے۔

ہر ماہ کے تین روزے:

(۶۳) عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال كان رسول اللّٰه ـ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَصُومُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شهرٍ ثلثةَ أيامٍ وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يوم الْجُمُعَةِ۔ (مشکوۃ ص/۱۸۰،ج/اول)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کبھی مہینہ کے شروع کے تین دنوں میں بھی روزہ رکھا کرتے تھے اور ایسا کم ہی ہوتا تھا کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن روزہ نہ رکھتے ہوں۔

تشریح:

اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے ساتھ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھا کرتے تھے یا یہ کہ جمعہ کا روزہ رکھنا آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ وصال کے روزے صرف آپ ﷺ کے لئے مخصوص تھے لیکن یہ تاویل ان حضرات کے مسلک کے پیش نظر ہے جو صرف جمعہ کے روز روزہ رکھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں حنفی مسلک کے مطابق چونکہ جمعہ کے دن روزہ رکھنا جائز ہے اس لئے حنفیہ کے

یہاں اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ تو جمعہ کے دن روزہ کے جواز کو ہی حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔

بہر حال معلوم ہوا کہ ہر ماہ میں روزے رکھنا مستحب ہے پھر وہ تین دن کونسے ہوں بعض روایات سے ایام بیض ۱۳/۱۴/۱۵۔ اور بعض روایات سے شروع ماہ اور بعض سے اخیر ماہ اور بعض سے مطلق تین دن ثابت ہوتے ہیں۔ (ترمذی)

حضورﷺ کی نمازِ تہجد کی کیفیت اور تین بار اللہ اکبر کہنا:

(۶۴) عن حذيفة أنّه رأى النّبِيَّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ- يُصَلّي من اللَّيلِ وكانَ يقولُ: اللّٰهُ أكبر ثلثاً ذوالملكوتِ والجبروتِ والكبرياءِ والعظمةِ ثم استفتحَ فقرأَ البقرةَ ثم ركعَ فكانَ ركوعه نحواًمن قيامهِ فكان يقولُ فی ركوعهِ سبحان ربي العظيم ثم رفعَ رأسَه من الركوعِ فكانَ قيامه نحواًمن ركوعهِ يقولُ لربي الحمد ثم سجدَ فكانَ سجوده نحواًمن قيامهِ فكانَ يقولُ فی سجودهِ سبحان ربي الأعلىٰ ثم رفعَ رأسَهٗ من السجودِ وكانَ يَقۡعُدُ فيما بين السجدَتَيۡنِ نحواً من سجودهِ وكانَ يقولُ رب اغۡفرلي رب اغۡفرلي فصلى أربعَ ركعاتٍ قرأفِيۡهِنَّ البقرةَ وآلَ عمرانَ والنسآءَ والمائدةَ أوالأنعام شك شبعةُ۔ (مشکوۃ ص/۱۰۶ تا ۱۰۷، ج/اول)

ترجمہ:

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں انہوں نے نبی کریم ﷺ کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر یہ کہا **ذوالملكوت والجبروت والكبرياء والعظمة** (اللہ تعالیٰ ملک، غلبہ، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے) اس کے بعد آپ ﷺ کا رکوع قیام کے برابر تھا رکوع میں آپ ﷺ نے **سبحان ربي العظيم** کہا پھر رکوع سے سر اٹھایا اور آپ کا کھڑا ہونا یعنی قومہ آپ کے رکوع کے برابر تھا رکوع سے سر اٹھا کر آپ ﷺ **سمع الله لمن حمده** کہنے کے بعد آپ کہتے **لربي الحمد** پھر سجدہ کیا اور آپ ﷺ کے سجدہ کی مقدار آپ ﷺ کے قومہ کے برابر تھی اور سجدہ میں آپ کہتے **سبحان ربي الأعلى** پھر آپ ﷺ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور آپ ﷺ دونوں کے درمیان اپنے سجدے کے برابر بیٹھتے اور یہ کہتے **رب اغفرلي** اسی طرح آپ نے چار رکعت پڑہی اور ان میں سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء اور سورۂ مائدہ، یا سورۂ انعام پڑھی، شعبہ کو شک واقع ہوا ہے کہ حدیث کے آخر میں سورہ مائدہ کا ذکر کیا گیا تھا یا سورۂ انعام کا۔

تشریح:

آپ ﷺ کا رکوع قیام کے برابر تھا کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حقیقۃً آپ ﷺ کا رکوع تقریباً قیام کے برابر تھا یا یہ آپ ﷺ رکوع میں اتنی ہی دیر تک رہتے تھے جتنی دیر تک قیام کرتے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ ﷺ نے معمول سے کچھ زیادہ قیام کو طویل کیا تھا اسی طرح رکوع کو بھی مقدار معمول سے زیادہ دراز کیا ہاں

کبھی دونوں یعنی قیام اور رکوع برابر بھی ہوتے تھے جیسا کہ نسائیؒ نے عوف بن مالک کی روایت نقل کی ہے، رب اغفرلی دو مرتبہ ذکر کیا گیا ہے اس سلسلہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ آپ ﷺ رب اغفرلی دو ہی مرتبہ کہتے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس احتمال سے دو سے زائد مرتبہ کہنا ہو۔

وہ تین بچے جنہوں نے اللہ کے حکم سے اپنی ماں کی گود میں کلام کیا:

(۶۵)عن أبي هُريرة رضى اللّٰه عنه عنِ النبيِّ ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ قالَ لَمْ يَتَكَلَّمْ فى المهدِ الاثلاثةٌ عيسىٰ ابن مريمَ وصاحبُ جريج وكانَ جريجُ رجلًا عَابِداً فاتَّخَذَ صومعةً فَكَانَ فيها فَاَتَتْهُ أمُّه وهو يُصَلِّي فَقَالت يا جريج فقال يارب أمي وصلوتي فأقبلَ علىٰ صلاتِهِ فانصرفَتْ فَلَمّا كانَ من الغدِ أتَتْهُ وهو يُصلِّي فقالتْ ياجُريج فقالَ رب أمي وصلوتي فأقْبَلَ علىٰ صلاتِهِ فَلَمَّا كا نَ من الغدِ أتَتْهُ وهو يُصلِّي فقالتْ يا جُريج فقالَ اَىْ ربي أمي وصلا تي فأقبلَ علىٰ صلاتـهِ فقالتْ اللّٰهم لا تُمِتْهُ حتى ينظر اِلىٰ وجوه المؤمِسَات فتذاكرَ بَنُوْاسرائيلَ جُريجاً وعبادته وكانت امرأةَ بغيٍ يُتمثَّلُ بِحُسْنِهَا فقالت اِنْ شِئْتُمْ لُافتننه فتعرضت له فلم يلتفت اليها فأتت راعياً كانَ يأوي اِلٰى صَوْمِعتهِ فأمكنته من نفسِها فوقعَ عليها فحملت فلماّ

ولدت قالتْ هومن جريجٍ فاستنزلوه وهدموا صومِعَتَهٗ وجعلوا يضربُونَهٗ فقالَ مَاشَأْنُكُمْ قالوا زنيتَ بهذه البغى فولدتْ منكَ قالَ أين الصبىُ؟ فجاؤابهِ فقالَ دعُوني حتى أصلي فصلّى فلما انصرف الى الصبي فَطَعَنَ فى بطنه وقال ياغلامُ من أبوكَ قالَ فلانُ الرَّاعي فأقبلو اعلى جُريج يُقَبِّلُوْنَهٗ وَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهٖ وقالوا نَبْنِىْ لكَ صومِعَتَكَ من ذهبٍ قالَ لا:أعيدوها من طينٍ كما كانتْ ففعلوا وبينا؟ صبى يرضع من أمه فَمَرَّ رجلٌ راكبٌ على دابّةٍ فارهةٍ وشارةٍ حسنةٍ فقالت أمُّهُ اللّٰهم اجعلْ اِبنى مثل هذا فترك الثدىَ وأقبل اليه فنظر اليه فقال اللّٰهم لا تجعلنى مثله ثم أقبلَ على ثديها فجعلَ يَرْضِعُ فكأنى أنظر اِلىٰ رسولِ اللّٰهِ ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وهويحكى اِر تضاعه باِصبعه السبَّابَةِ فى فيه فجعلَ يَمُصُّهَا ثُمَّ قالَ ومَرُّوْا بجارِيَةٍ وهم يضربُونَها ويقولونَ زَنَيْتِ سَرَقْتِ وهى تقولُ "حسبى اللّٰهُ ونعم الوكيل فقالتْ أمُّه" اَللّٰهم لاتجعل ابنى مثلها فترك الرَّضَاعَ ونظرَاليها فقالَ: "اللّٰهم اجعلنى مثلها فهنالك تراجعا الحديثَ فقالت مرَّرجلٌ حَسَنُ الهيئةِ فَقُلْتُ اللّٰهم اجعل ابنى مثلَهٗ فَقُلْتَ اللّٰهم لاتجعلنى مثلَهٗ وَمَرُّوْابهذه الأمةِ وهم يضربونها ويقولون زنيتِ سرقتِ فقلتُ اللّٰهم لاتجعل ابنى مثلها فقلتَ اللّٰهم اجعلنى مثلها قال اِنَّ ذالك الرجلَ جبارٌ فقلتُ اللّٰهم لاتجعلنى مثلَه

وَاِنَّ هٰذه یـقـولـون زنیـتِ ولـم تَزْنِ وسرقتِ ولم تَسْرِقْ فقلتُ اللّٰهم اجعلنی مثلها۔
(ترجمان السنۃ ص از ۳۵۵،۵۶،۵۷،۵۸۔)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ گود کے بچوں میں سے صرف تین ہی بچے بولے ہیں۔(۱) ایک تو حضرت عیسی ابن مریم۔(۲) اور ایک جریج عابد والا لڑکا ہے قصہ یہ ہے کہ جریج ایک عابد شخص تھا اس نے اپنی عبادت کے لئے کوٹھری بنا رکھی تھی ایک دن اسی میں عبادت کر رہا تھا اسکی ماں نے اسکو پکارا اے جریج، جریج نے خیال کیا کیا کروں اے اللہ ادھر خدا کی نماز کا لحاظ ادھر ماں کا لحاظ پھر نماز ہی کو ترجیح دی اور وہ اسی میں لگا رہا، ماں واپس چلی گئی دوسرا دن ہوا تو ماں پھر اس کے پاس آئی اور وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہا تھا اس نے پکارا اے جریج اس نے دل میں سوچا اے اللہ کیا کروں ادھر ماں ادھر نماز پھر نماز ہی میں لگا رہا ماں کے بلانے پر نہیں گیا پھر تیسرے دن ماں آئی اور اس نے پکارا اے جریج اس نے دل میں سوچا اے اللہ کیا کروں ادھر ماں ادھر نماز پھر نماز ہی کی طرف متوجہ ہو گیا بس ماں نے جھنجھلا کر بد دعا دی اے اللہ اسکو اس وقت تک موت نہ آئے جب تک کہ اسکو پہلے فاحشہ عورتوں سے پالا نہ پڑے اس کے بعد بنو اسرائیل میں جریج کی عبادت اور زہد وغیرہ کا شہرہ اڑنے لگا ایک بدکار عورت تھی جس کا حسن و جمال ضرب المثل تھا اس نے بنو اسرائیل سے کہا اگر تم کہو تو میں جا کر اسکو لبھاؤں یہ کہکر وہ ایک دن اسکے پاس آئی اس نے اسکی طرف نظر تک نہ اٹھائی وہ فاحشہ عورت کھسیا کر جذبۂ انتقام میں بھر گئی اور وہ گڈرئے کے پاس گئی جو اس عبادت خانے

میں سویا کرتا تھا اور اس گڈرئے کو اپنے اوپر قابو دیا اور اسکے ساتھ منہ کالا کیا اس سے حمل ٹھہر گیا جب اس نے بچہ جنا تو جریج سے انتقام لینے کیلئے مشہور کیا کہ یہ لڑکا جریج سے ہوا ہے بس یہ سننا تھا کے لوگ جریج پر ٹوٹ پڑے اس کو عبادت خانے سے نیچے گھسیٹ لائے اس کا عبادت خانہ ڈھا دیا اور اسے مارنے لگے کہ عابد بنکر حرام کاری کرتا ہے جریج نے کہا بتاؤ تو مجھے کیوں مار رہے ہو؟ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا تو نے اس فاحشہ کے ساتھ زنا کیا اور اس نے تیرے نطفہ کا بچہ جنا ہے جریج نے کہا اچھا تو وہ بچہ کہاں ہے لوگ وہ بچہ لیکر اس کے سامنے آئے اس نے کہا ذرا مجھے نماز پڑھ لینے دو، اجازت ملی، اس نے نماز پڑھی، پھر جریج اس بچہ کی طرف متوجہ ہوا پھر اس بچہ کے پیٹ میں انگلی چھو کر بولا اے بچے سچ سچ بتا تیرا باپ کون ہے؟ تو وہ چند دنوں کا بچہ قدرتِ خدا سے بولا کہ فلاں گڈریا، یہ کرامت دیکھ کر اب وہی لوگ جریج کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور اسے تبرک بتا کر چھونے لگے، کہنے لگے اب ہم تمہارا عبادت خانہ سونے کا بنائے دیتے ہیں اس نے کہا یہ سب رہنے دو جیسا مٹی کا پہلے تھا ویسا ہی بنا دو لوگوں نے ویسا ہی بنا دیا۔

(۳) اور تیسرا بچہ جو گود میں بولا اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں دودھ پی رہا تھا سامنے ایک سوار عمدہ گھوڑے پر اچھے لباس اور اچھی شکل و صورت والا گزرا ماں نے دعا کی کہ اے اللہ میرے بچہ کو بس اسی جیسا شاندار بنانا بچہ نے ماں کی پستان چھوڑ کر اس سوار پر نظر ڈالی اور صاف الفاظ میں کہا نہیں اے اللہ مجھے اس سوار جیسا نہ بنانا یہ کہکر پستان چوسنے لگا اور دودھ پینے لگا راوی کہتے ہیں کہ یہ قصہ سناتے وقت آنحضرتﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی (سبابہ) اپنے دہن مبارک میں ڈالی اور

بچہ کے دودھ پینے کو بتانے کیلئے انگلی کو چوسا وہ منظر اس وقت میری نگاہوں کے سامنے ہے پھر حضور ﷺ نے بقیہ قصہ سنایا کہ تھوڑی دیر بعد کچھ لوگ ایک لڑکی کو پکڑے ہوئے اور اسے مارتے ہوئے سامنے سے گزر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ کمبخت تو نے زنا کیا اور چوری کی اور وہ بیچاری کہے جارہی تھی کہ بس میرا سہارا اللہ ہی ہے اور وہ کیسا اچھا کام بنانے والا ہے، ماں نے یہ ذلت کا منظر دیکھ کر شفقت سے بچہ کے لئے دعا کی اے اللہ میرے بچہ کو اس لونڈی کی طرح نہ بنانا بچہ نے پھر دودھ چھوڑ کر ایک نظر اس لڑکی پر ڈالی اور صاف صاف کہا اے اللہ مجھے اسی جیسا بنانا اس پر ماں بیٹوں میں تکرار و حجت ہونے لگی ماں بولی جب ایک آدمی اچھی حالت میں گزرا تو میں نے تیرے لئے دعا کی یا اللہ میرے بچے کو ایسا شاندار بنانا تو اس پر کہنے لگا کہ نہیں یا اللہ مجھے ایسا نہ بنانا اور اب جو لوگ ایک لڑکی کو ذلت کے ساتھ پکڑ کر مارتے ہوئے لے جارہے ہیں اور میں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ میرے بچے کو ایسا نہ بنانا تو تو کہنے لگا کہ اے اللہ مجھے ایسا ہی بنانا یہ کیا بے عقلی ہے؟ تب وہ بچہ پھر بولا اصل بات یہ ہے کہ وہ آدمی بڑا ظالم و جابر تھا تو میں نے کہا اے اللہ مجھے اسکی طرح ظالم و جابر نہ بنانا اور بیچاری یہ لڑکی لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے زنا کیا ہے اور چوری بھی کی ہے مگر اس بیچاری نے چوری کی ہے نہ زنا کیا ہے تو میں نے کہا کہ اے اللہ مجھے ایسا ہی مظلوم بے گناہ بنانا۔

نقضِ عہد، آزاد کی بیع، اجرت نہ دینے والا:

(۲۶) عن أبی هريرة أن النبی ﷺ قال ثلاثةٌ أنا أخاصِمُهُمْ يومَ القيمةِ ومن كنت خَصَمَهُ خَصَمْتُه رجلٌ أعطی بی ثُمَّ غَدَرَ ورجلٌ بَاعَ حُرا فأكل ثمنه ورجلٌ استأجر أجيراً فاستوفی منه ولم يُوَفِّهُ أجرَهٗ.

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے میں قیامت کے دن جھگڑوں گا اور جن کا مجھ سے جھگڑا ہوگا تو میں ان پر غالب آکر رہوں گا ایک تو وہ شخص جس نے تیرے نام پر قسم، یا سوگندھ کے ذریعہ کوئی عہد کیا اور پھر اسکو توڑ دیا اور دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد شخص کو فروخت کیا اور اسکی قیمت کھائی اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور کو مزدوری پر لگایا اور اس سے کام لیا یعنی جس کام کیلئے لگایا تھا وہ پورا پورا کام اس سے کرایا لیکن اسکو مزدوری نہیں دی۔ (کنز العمال ص۲۸/۱۶)

تشریح:

اس حدیث میں ایسے تین اشخاص کی نشان دہی کی گئی ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا خاص طور سے نشانہ ہوں گے۔

پہلا شخص تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نام پر یعنی اسکی قسم کھا کر کوئی عہد و معاہدہ کرتا ہے اور پھر اسکو توڑ دیتا ہے، یوں تو عہد و معاہدہ کی پاسداری بہر صورت ضروری چیز ہے کیونکہ انسان کی شرافت و انسانیت کا تقاضہ یہی ہے کہ جو عہد و معاہدہ کرے اسے پورا

کرے کسی معاہدہ کو بلا عذر ختم کر دینا انسانی شرف کے خلاف بھی ہے اور انسانیت کی توہین بھی ہے لیکن اگر کوئی عہد ومعاہدہ اللہ کے نام پر کیا جاتا ہے تو پھر اسکی تکمیل کہیں زیادہ ضروری ہوجاتی ہے اسلئے جو اللہ کے نام پر کیئے ہوئے عہد ومعاہدہ کو توڑتا ہے وہ بجا طور پر عذابِ خداوندی کا مستحق ہوجاتا ہے۔

دوسرا وہ شخص جو کسی آزاد انسان کو بیچ ڈالے شرف انسانی کی توہین اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک انسان اپنے ہی جیسا ایک دوسرے آزاد انسان کو ایک بازاری مال بنادے اس کی خرید وفروخت کرے ایسے شخص کو قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا، اس بار یہ نکتہ یہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ مذکورہ بالا ارشاد گرامی ''اس کی قیمت کھانا'' کی قید محض زیادتی تنبیہ کیلئے ہے مطلب یہ ہے کہ کسی آزاد انسان کو فروخت کرنا ہی بڑا گناہ ہے خواہ اسکی قیمت کھانا یا نہ کھانا تک بھی اس عہد میں داخل ہوگا۔

تیسرا وہ شخص جو کسی مزدور کو اپنے کسی کام کیلئے مزدوری پر لگائے اور اپنا وہ کام پورا کرانے کے بعد اسکی مزدوری نہ دے یہ ایک انتہائی قابل نفرت فعل ہے کسی شخص کی محنت اس کی زندگی کا ایک قیمتی اثاثہ ہوتا ہے جسے حاصل کر کے اسکی اجرت نہ دینا شیوہ انسانیت کے خلاف ہے یہ کتنے ظلم کی بات ہے کہ کوئی غریب اپنا پیٹ بھرنے کیلئے اپنا خون پسینہ ایک کر کے کسی کے یہاں محنت کرے مگر اسکی محنت کی مزدوری اسے نہ دی جائے، چنانچہ ایسے شخص کے بارے میں بھی کہ جو مزدور کی مزدوری نہ دے اللہ تعالیٰ نے آگاہی دی ہے کہ ایسا شخص قیامت کے دن اپنے اس انتہائی ظلم کی سزا ضرور پائے گا۔

تین دیوان:

(۶۷) عن عائشة قالت: قالَ رسولُ اللّٰهِ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ الدواوينُ ثَلٰثَةٌ دِيْوَانٌ لَايغفراللّٰهُ الاشراكَ باللّٰهِ يقولُ اللّٰهُ عزوجلَّ اِنَّ اللّٰهَ لَايَغْفِرُاَنْ يُشْرِكَ بِهٖ وَ ديوانٌ لايترُكه اللّٰهُ ظلم العباد فيما بينهم حتىٰ يَقْتَصَّ بعضُهم من بعضٍ وديوانٌ لايعبأ اللّٰه بهٖ ظلم العباد فيما بينهم وبين اللّٰهِ فذاك الى اللّٰهِ اِن شآءَ عَذَّبَهٗ وان شآءَ تَجَاوَزَعَنْهُ۔ (مشکوۃ ص ۴۳۵، ج ۲)

ترجمہ:

حضرت عائشہ ؓ کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دفتر (یعنی نامۂ اعمال) تین طرح کے ہیں ایک تو وہ نامۂ اعمال جسکو اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اور وہ نامۂ اعمال وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیا گیا ہو (یعنی کفر وشرک کا گناہ جس نامۂ اعمال میں ہوگا اسکی بخشش ممکن نہیں ہوگی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ خدا شرک کو نہیں بخشتا، دوسرا نامۂ اعمال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ یوں ہی نہیں چھوڑے گا بلکہ اسکے بارے میں ضرور حکم کرے گا اور وہ نامۂ اعمال وہ ہے جس میں بندوں کے مظالم درج ہیں۔

تیسرا اعمال نامہ وہ ہے جسکی اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہیں ہوگی یعنی اگر وہ چاہیں تو اس اعمال نامہ کے مطابق سزا وعذاب کا فیصلہ صادر کریں اور اگر چاہیں تو اس پر کوئی کاروائی

نہ کریں اوروہ اعمال نامہ وہ ہے جس میں بندوں کا اللہ کے ساتھ ظلم کرنا یعنی ان کی طرف سے حقوق اللہ میں تقصیر وکوتاہی کا مرتکب ہونا درج ہے۔

تشریح:

پہلی چیز جواس حدیث پاک میں بیان کی گئی ہے اسکا تعلق شرک سے ہے جسکا مطلب یہ ہیکہ اللہ پاک کی ذات وصفات میں معاملات وکمالات میں کسی فرشتہ یا کسی نبی یا کسی بھی طاقت کو انکا ہمسر، مماثل ومساوی یا دخیل وشریک قرار دینا اسکو شرک فی العقیدہ کہتے ہیں، یا حق جل مجدہ کے ساتھ کسی اور چیز کی عبادت کرنا اور اسکو معبود سمجھنا جیسا کہ بہت سے مشرک لوگ سورج کی، یا چاند کی، بہت سے آسمان کی، بہت سے پہاڑوں کی، بہت سے دریاؤں کی، بہت سے جانوروں کی، بہت سے ہر فائدہ یا نقصان دینے والی چیز کی، جیسے آگ، جنات، سانپ، یہاں تک ایک دور میں ہندوستان میں تین کروڑ دیوتاؤں کی پوجا ہوتی تھی ہر وہ چیز جس سے کسی بھی قسم کا فائدہ یا نقصان وابستہ ہوسکتا ہے اسکی عبادت کرتے تھے شیطان نے انسان کو اپنے جال میں ایسا پھنسایا تھا کہ اسکو مخلوقات کی پوجا پاٹ اور خرافات میں لگا کر خالق تعالیٰ جل شانہ کو ایسا بھلا دیا کہ ان کے ساتھ انکی ذات انکی صفات انکے کمالات کو جاننے اور پہچاننے کی طرف التفات ہی نہو، ذہن ہی نہ چلے، دماغ ہی نہ دوڑے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ دنیا میں بندے جن برائیوں اور گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں ان میں سے جن کا تعلق حقوق العباد سے ہوگا جیسے کسی نے کسی پر ظلم کیا ہوگا، کسی کا حق مارا ہوگا، کسی کی عزت وآبرو کو نقصان پہنچایا ہوگا وغیرہ وغیرہ، تو آخرت

میں ان گناہوں پر ہر حالت میں مواخذہ ہوگا اور اس مواخذہ سے کسی کو نجات نہیں ملے گی اسی طرح جن برائیوں اور گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہوگا ان میں سے شرک کا گناہ بخشش ومعافی کے قابل نہ ہوگا البتہ شرک کے علاوہ تمام گناہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہونگے کہ چاہے وہ ان گناہوں پر عذاب دیں اور چاہے اپنے فضل وکرم سے بخش دیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایک دوسرے سے بدلہ لیں گے یعنی اللہ تعالیٰ مظلوم کو ظالم سے اسکے ظلم کا بدلہ دلوائے گا یا یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جس پر اپنا فضل کرنا چاہے گا اسکو صاحبِ حق کے مطالبے سے بری کردے گا بایں طور کہ وہ صاحب حق کو اپنے خزانۂ رحمت سے اسکے حق کے بقدر یا اس سے زائد نعمتیں عطا فرما کر راضی کردے گا اور کہے گا کہ اب تم اس شخص کو معاف کردو جس نے تم پر ظلم کیا تھا یا تمہارا کوئی حق غصب کیا گیا تھا، چنانچہ وہ راضی وخوش ہوکر اس شخص کو معاف کردے گا اور اسطرح اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں گویا اسکے حق کا اور دنیا کی دیت کا قائم مقام ہوجائینگی، یہ بات اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہوگی کہ چاہے وہ بندے کو اسکے عمل کے مطابق سزا دے اور چاہے اس سے درگذر وعفو کا معاملہ کرے اور اسکو کوئی سزا نہ دے۔

تین چیزوں کے نکلنے بعد ایمان کارآمد نہیں۔

(۶۸)عن أبی هُريرة قال: قالَ رسولُ اللّٰهِ ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ثلاثٌ اذا خرجنَ لَايَنْفَعُ نَفْساً اِيْمَانُها لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْكَسَبَتْ فِى اِيْمَانِهَا خَيْراً طلوعُ الشمسِ من مغربِها والدَّجَالُ ودابةُ الأرْضِ۔ (مشکوۃ شریف ص۴۷۲،ج۲/۳۴۸)

ترجمه:

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریمﷺ نے ارشادفرمایا کہ تین باتیں جب ظہور میں آجائیں گی تو پھر کسی ایسے شخص کا ایمان (اور کفر سے توبہ کرنا) کہ جس نے اس سے پہلے ایمان قبول نہیں کیا ہوگا کوئی فائدہ نہیں دیگا اور نہ اس شخص کا اپنے ایمان کی حالت میں نیک عمل کرنا فائدہ مند ہوگا اگر اس نے اس سے پہلے وہ نیک عمل نہ کیا ہوگا (یعنی اس وقت گناہوں سے توبہ کرنا بھی معتبر نہ ہوگا) اور وہ تین باتیں یہ ہیں (۱) آفتاب کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا (۲) دجال کا ظہور ہونا (۳) اور **دا بۃ الارض** کا نکلنا۔

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ ان نشانیوں کو دیکھ کر چونکہ قیامت کا آنا متعین ہوجائیگا اور اس وقت اس دنیا کی پُرفریب زندگی کا پردہ اس طرح چاک ہوجائیگا کہ آخرت کی زندگی اور وہاں کے احوال نظر ومشاہدہ میں آجائینگے اس لئے اس وقت کفر اور گناہوں سے توبہ کرنا

اور ایمان کو قبول کرنا معتبر نہیں ہوگا کیونکہ ایمان تو وہی معتبر ہے جو غیب پر یقین کے ساتھ ہو۔

یہاں حدیث میں مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع ہونے کو باقی دونوں سے پہلے ذکر کیا گیا ہے جبکہ وقوع پذیر ہونے کے اعتبار سے اسکا نمبر بعد میں ہے، تو اسکی وجہ یہ ہے کہ ایمان کے قبول نہ ہونے کا اصل مدار اسی پر ہے یعنی توبہ اور ایمان کا قبول نہ ہونا اسی وقت ہوگا جب آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا لہذا پہلے اسکو ذکر کیا گیا اور اسکے ساتھ دو اور نشانیاں یعنی دجال اور دابۃ الارض کے نکلنے کو بھی ملا دیا گیا۔

ایمان کی لذت تجھے اللہ چکھائے!

دربار نبی پھر تجھے اللہ دکھائے
پھر ہند سے طیبہ کی طرف جلد تو جائے
لبیک کی کانوں میں صدا پھر ترے آئے
ساقی تجھے پھر جام محبت کے پلائے
اللہ تجھے شرک سے بدعت سے بچائے
تاعمر تجھے سنتِ نبوی پہ چلائے
ایمان کی لذت تجھے اللہ چکھائے
دیوانہ تجھے عشقِ محمد کا بنائے
ہے میری دعاء اب ترا مقصود برآئے
زمزم سے تیری پیاس کو اللہ بجھائے
پھر گنبدِ خضرا کا ہو دیدار میسر
کعبہ تجھے پھر اپنے کلیجہ سے لگائے

(۴)

چار مضمون والی روایات:۔

حیاء کا حق اور کمال:

(۱) عن ابي ايوب قال: قَالَ رسولُ اللّٰهِ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ۔ أربعٌ مِنۡ سُنَنِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اَلۡحَيَاءُ، وَالتَّعَطُّرُ، وَالسِّوَاكُ،والنِّكاحُ۔

(رواہ الترمذی ص۱۲۸؍،ج۱؍)

ترجمہ:

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا چار چیزیں نبیوں کی سنت میں سے ہیں (۱) حیاء (۲) خوشبو کا استعمال (۳) مسواک کرنا (۴) نکاح کرنا۔

تشریح:

اس روایت کے راوی حضرت ابوایوب انصاریؓ ہیں جن کا نام خالد بن زید ہے غزوۂ بدر غزوۂ احد غزوۂ خندق اور تمام غزوات میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے اور دشمنان اسلام کا مقابلہ کرتے تھے جنگ جمل اور صفین میں حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اور ان کے خواص میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت معاویہؓ کے دور حکومت میں ان کے بیٹے یزید کی امارت میں جو قافلہ غزوۂ قسطنطنیہ کیلئے روانہ ہوا تھا اس پیرانہ سالی کے باوجود اور اولاد واحباب کے منع کرنے پر شریک ہوئے جذبہ ہی عجیب تھا لوگ منع کرتے اور آپؓ فرماتے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے اِنۡفِرُوۡا خِفَافاً وَثِقَالاً ہلکے ہو یا بھاری اللہ کے راستہ (جہاد) میں نکل جاؤ یعنی درست ہو یا بیمار، راہ خدا میں نکلو اور اگر مر جاؤں تو وہیں دفن کر دینا، چنانچہ اسی غزوہ میں

انتقال فرمایا اور قسطنطنیہ کی دیوار کے پاس دفنا دیئے گئے، لکھتے ہیں کہ اس سفر میں ایک عام وبا پھیل گئی تھی جسمیں مجاہدین کی ایک بڑی تعداد انتقال کرگئی تھی اسمیں حضرت ابوایوبؓ بھی تھے تفصیل کیلئے دیکھیں۔ (سیرۃ الصحابہ ص۱۰۱؍،ج۳؍)

امام مجاہد فرماتے ہیں کہ قحط سالی کے دور میں لوگ جب بارش نہونے کی وجہ سے پریشان ہوجاتے تھے تو آپؓ کی قبر کے پاس جا کر دعا کرتے اور ان کی دعاء قبول ہوتی تھی۔

یہی وہ بزرگ صحابی ہیں جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا ان کے مکان میں حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا۔

(اسد الغابہ ص۲۷؍،۲۶۔ج۶؍)

ارشاد نبوی ہے رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ چار چیزیں انبیاء کرام (علیهم السلام) کی سنتوں میں سے ہیں (۱) حیا وشرم جس کی وجہ سے انسان بہت سے برے کاموں سے بچ جاتا ہے اصل حیاء وشرم یہ ہے کہ آدمی سب سے پہلے اپنے مالک وخالق کے ساتھ کفر وشرک کرنے سے بچے کہ یہ کس قدر بے حیائی کی بات ہے کہ اس کی دی ہوئی نعمتوں کو استعمال کرے پھر اس کے ساتھ کفر وشرک کرے لہذا جو کفر وشرک سے نہیں بچتا ہے وہ حقیقتاً حیا دار نہیں، چاہے عرفی حیاء رکھتا ہو، حیاء وشرم کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ تمام ممنوع کاموں سے اپنے آپ کو بچائے جو اللہ پاک اور بندوں کی نظروں میں انسان کو ذلیل ورسوا کرنے والے ہیں اسی وجہ سے دوسری روایات میں حیاء کو ایمان کا ایک بڑا شعبہ قرار دیا گیا، ایک صاحب اپنے بھائی کو حیاء سے روک رہے تھے کہ بھائی اتنی زیادہ

حیاء نہیں کرتے حضرت رسول کریم ﷺ وہاں سے گذر رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو حیاء سے نہ روکو کیونکہ حیاء ایمان کا حصہ اور جزء ہے

(بخاری شریف باب الحیاء من الایمان ص؍۸)

حضرات انبیاء (علیھم الصلاۃ والسلام)، صلحاء اور اہل اللہ بزرگوں کے یہاں حیاء کی کیفیت جملہ انسانوں سے زیادہ ہوتی ہے وہ حق جل مجدہ سے بیحد حیاء کرتے ہیں اللہ پاک کے احسانات کو دیکھتے ہیں اور اپنے اعمال کو کم تصور کر کے شرمندہ ہوتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ کون اللہ پاک کا حق کما حقہ ادا کرسکتا ہے، حضرت آدم (علیہ الصلاۃ والسلام) کی حیاء وشرم کا یہ حال ہوا کہ ایک زمانہ تک نظر آسمان کی جانب نہیں اٹھائی اور روتے رہے۔

حضرت رسول کریم ﷺ کی حیاء تو کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ تھی حضرت موسی (علیہ الصلاۃ والسلام) کو اپنے بدن کا کوئی عضو کسی کے سامنے کھولنا سخت ناگوار تھا یہاں تک کہ لوگوں نے تہمت لگادی جس کی اللہ پاک نے برأت فرمائی کہ ایک پتھر جس پر آپ (علیہ الصلاۃ والسلام) نے کپڑے رکھے تھے کپڑے ہی لیکر فرار ہوگیا اور سب نے دیکھ لیا اور آپ (علیہ الصلاۃ والسلام) نے غصہ میں اس کی مرمت کی جس سے چشمے بہہ نکلے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح حیاء کا حق ہے اس طرح حیاء کرو صحابہ کرامؓ نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ یارسول اللہ ہم تو اللہ سے حیاء کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ

پاک سے حیاء کا جو حق ہے اس طرح حیاء کرو، اور وہ یہ ہے کہ سر اور آنکھ اور جو اعضاء اسمیں ہیں ان سب کی حفاظت کرو اور ان سب کو اللہ پاک کی نافرمانی سے بچاؤ اپنے پیٹ کو اکلِ حرام سے دور رکھے اپنی شرم گاہ کو حرام سے بچائے، موت کو یاد کرے اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہوجانے کا خیال کرے کہ یہ جسم کی تروتازگی برقرار نہیں رہے گی جو آدمی آخرت کو اپنا مقصود سمجھتا ہے وہ دنیا کی زیب وزینت اور دنیا کی طرف توجہ نہیں دیتا، جو آدمی یہ کام کرتا ہے وہ درحقیقت حیاء کا حق ادا کرتا ہے۔ (ترمذی شریف ج؍دوم)

دوسرا جز ہے تعطر یعنی عطر کا استعمال کرنا خوشبو کا استعمال تروتازگی بخشتا ہے اپنی طبیعت کو بھی اچھا لگتا ہے اور دوسروں کو بھی اچھا لگتا ہے عطر کا استعمال سنت ہے رسول کریم ﷺ باوجود خوشبودار ہونے کے بکثرت خوشبو کا استعمال فرمایا کرتے حالانکہ آپ کا پسینہ مبارک ہی بے حد خوشبودار تھا عطر کے استعمال سے دوسروں کو بھی راحت پہنچتی ہے اور اپنے آپ کو بھی، بدبو سے ماحول مکدر ہوجاتا ہے اور تکلیف بھی ہوتی ہے اور صحت کیلئے بھی بدبو نقصان دہ ہے۔

تیسرا جزء ہے مسواک کا استعمال کرنا، اولاً تو مسواک کی فضیلت میں روایات کثرت سے وارد ہوئی ہیں یہی وجہ ہے کہ بعض بزرگوں نے مسواک کو دین کی سنت قرار دیا ہے رسول کریم ﷺ سے مسواک کی ترغیب بہت زیادہ وارد ہوئی ہے آپ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو ان پر ہر نماز کے وقت مسواک کو ضروری قرار دیتا سمجھ دار مخلص ایمان والوں کیلئے اس حدیث پاک میں بڑی زبردست تنبیہ ہے کہ ہمارے محبوب رسول کریم ﷺ ہم سے کیا چاہتے ہیں اور پھر

ہمارے اوپر زحمت کے اندیشہ سے حکم نہیں فرمارہے ہیں مگر ہمیں آپ ﷺ کی اس تمنا کو کس قدر اہتمام سے پورا کرنا چاہیئے اسمیں غفلت نہ برتنی چاہیئے۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسواک سے منہ کی صفائی ہوتی ہے اور اللہ پاک راضی ہوتے ہیں اور شیطان دور بھاگتا ہے مسواک عمومی حالات میں مستحب ہے اور بعض فقہاء کرام نے سنت مؤکدہ فرمایا ہے روایات کی کثرت اسی قول کو ثابت کرتی ہے اور جب دانت پیلے ہوجائیں اور منہ سے بدبو آنے لگے تو مسواک واجب ہوجاتی ہے، مسواک وضوء کے وقت اور عام مجمع میں لوگوں سے ملاقات کے وقت اور گھر والی کے پاس جاتے وقت اور دوسرے ایسے ہی موقعوں پر کرنی چاہیئے۔

مسواک کے فضائل اور فوائد:

علامہ طحطاوی نے مراقی الفلاح میں بہت عمدہ لکھا ہے وہ یہاں لکھا جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ مسواک کے فضائل وفوائد کے بارے میں بہت کچھ نقل کیا گیا ہے۔

(۱) اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔

(۲) اور نماز کا ثواب ننانوے درجے۔

(۳) یا چارسو درجے تک بڑھ جاتا ہے۔

(۴) کشادگی اور غناء حاصل ہوتا ہے۔

(۵) رزق میں آسانی ہوتی ہے۔

(۶) منہ میں خوشبو پیدا ہوتی ہے۔

(۷) مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں۔

(۸) درد کو تسکین دیتی ہے۔

(۹) سر کی رگوں کو تسکین دیتی ہے حتی کہ ساکن رہنے والی رگ ساکن ہی رہتی ہے کبھی چلتی نہیں اور چلنے والی رگ چلتی ہے رکتی نہیں۔

(۱۰) سر کی تکلیف اور بلغم کو دور کرتی ہے۔

(۱۱) دانتوں کو مضبوط کرتی ہے۔

(۱۲) بینائی کو تیز کرتی ہے۔

(۱۳) معدے کو صحیح رکھتی ہے۔

(۱۴) بدن کو قوت دیتی ہے۔

(۱۵) زبان کی حفاظت و بلاغت۔

(۱۶) عقل۔

(۱۷) اور حافظے کو بڑھاتی ہے۔

(۱۸) دل کو پاک کرتی ہے۔

(۱۹) نیکیوں میں اضافہ کرتی ہے۔

(۲۰) فرشتوں کو خوش کرتی ہے۔

(۲۱) اسکے چہرے کی نورانیت کی وجہ سے فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں

(۲۲) اور جب وہ نماز کے لئے جاتا ہے تو اسکے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔

(۲۳) حاملین عرش فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں جب کہ وہ مسجد سے نکل کر چلتا ہے۔

(۲۴) انبیاء اور تمام رسولؑ اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

(۲۵) اور مسواک شیطان کو ناراض کرتی ہے۔

(۲۶) اور اسکو دھتکارتی ہے۔

(۲۷) ذہن کو صاف کرتی ہے۔

(۲۸) کھانے کو ہضم کرتی ہے۔

(۲۹) اولاد کی کثرت ہوتی ہے۔

(۳۰) پل صراط سے تیز بجلی کی طرح گذار دے گی۔

(۳۱) بڑھاپا دیر سے لاتی ہے۔

(۳۲) اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دلائیگی۔

(۳۳) عبادت خداوندی کے سلسلے میں بدن کو قوی بناتی ہے۔

(۳۴) بدن سے حرارت کو دور کرتی ہے۔

(۳۵) کمر کو قوت دیتی ہے۔

(۳۶) موت کے وقت کلمۂ شہادت یاد دلائیگی۔

(۳۷) نزع کی تکلیف کو دور کرتی ہے۔

(۳۸) دانتوں کو سفید کرتی ہے۔

(۳۹) منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔

(۴۰) حلق کو صاف کرتی ہے۔

(۴۱) زبان کے میل کو دور کرتی ہے۔

(۴۲) سمجھ میں پاکیزگی پیدا کرتی ہے۔

(۴۳) رطوبت کو ختم کرتی ہے۔

(۴۴) بینائی کو تیز کرتی ہے۔

(۴۵) ثواب کو بڑھاتی ہے۔

(۴۶) مال اور اولاد کو بھی بڑھاتی ہے۔

(۴۷) ضرورتوں کو پورا کرنے میں بھی معین ہے۔

(۴۸) قبر میں کشادگی پیدا ہونے کا ذریعہ ہے۔

(۴۹)اور قبر میں انس پیدا کرتی ہے۔

(۵۰)اور اگر کسی دن مسواک نہ کرسکا تو اس دن بھی مسواک کا ثواب لکھا جائیگا

(۵۱)اسکے لئے جنت کے دروازے کھولے جائینگے۔

(۵۲)اور فرشتے اسکو کہیں گے کہ یہ انبیاء کا مقتدی ہے اور انکی پیروی کرنے والا ہے۔

(۵۳)اور ہر روز انکی ہدایت کی جستجو کرنے والا ہے۔

(۵۴)اور جہنم کے دروازے اس پر بند کردئے جاتے ہیں۔

(۵۵)اور دنیا سے بالکل پاک وصاف جائیگا۔

(۵۶)اور روح قبض کرنے کے وقت ملک الموت اس شخص کے پاس اس صورت میں آئیگا جس صورت میں وہ انبیاء اور اولیاء کے پاس جاتا ہے۔

(۵۷) اور اسکی وفات اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک کہ وہ حوض کوثر سے سیراب نہ ہوجائے۔

(۵۸)اور ان سب میں مسواک کی اعلیٰ فضیلت یہ ہے کہ منہ کو صاف کرتی ہے۔

(۵۹)اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔

(۶۰)قرآن کا راستہ پاکیزہ ہوتا ہے۔

(۶۱)روح نکلنے میں سہولت ہوتی ہے۔

(۶۲)موت کے علاوہ امراض کے لئے شفاء ہے۔ (مراقی الفلاح)

چار اہم چیزیں:

(۲)عن عبد اللّٰہ بن عمر أن رسول اللّٰہ ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔قال أ ربعٌ اذا کُنَّ فِیْکَ فلا علیکَ ما فا تکَ الدُّنیَا حِفْظُ أمَا نَۃٍ ،وَصِدْقُ حَدِیْثٍ وَحُسْنُ خَلِیْقَۃٍ ،وَعِفَّۃٌ فِیْ طُعْمَۃٍ۔ (مشکوۃ ص/۴۴۵ ج/۲)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا چار چیزیں ایسی ہیں کہ جب وہ تمہارے اندر پائی جاتی ہوں تو تمہارے لئے کوئی غم کی، یا گھبرانے کی بات نہیں جس وقت تم دنیا سے رخصت ہوجاؤ،

(۱)امانت کی حفاظت۔(۲)بات کی سچائی۔(۳)حسن اخلاق۔(۴)لقمۂ حلال کا استعمال:

توضیح:

یہ ایک مختصر حدیث پاک ہے لیکن اس میں مضمون بہت اہم ہے نبی پاک ﷺ کے کلام کی بڑی عجیب خصوصیت ہے آپ ﷺ کا کلام مختصر لیکن معنی اس میں بہت ہی وسیع ہوتے ہیں، پھیلے ہوئے ہوتے ہیں، جامع ہوتے ہیں، اسی لئے نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو جامع کلمے دئے گئے **أوتیت جوامع الکلم.** (بخاری)

بات مختصر لیکن مضمون اس کا بہت لمبا چوڑا ہوتا ہے بہر حال تمہید میں نہ جاتے ہوئے جو مضمون اس حدیث پاک میں نبی پاک ﷺ کی زبان مقدس سے ادا ہوا ہے اس کو سمجھ لینا چاہئے اللہ کے پیارے حبیب حضرت نبی پاک ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں: کہ

چار چیزیں، چار صفتیں چار خوبیاں اگر تم اپنے اندر پیدا کرلوتو پھر کوئی پرواہ نہ کروکوئی غم نہ کروکوئی افسوس نہ کرو چاہے ساری دنیا کی دولتیں مال ومتاع تمہارے ہاتھ سے جاتی رہیں کتنی بڑی بات ہے کہ چار صفتیں چار باتیں اگر تمہارے اندر پیدا ہوجائیں تو بالفرض ساری دنیا کی نعمتیں اور دولتیں تمہارے ہاتھ سے جاتی رہیں لیکن تم اس پر کوئی غم اور افسوس نہ کرو وہ چار باتیں کونسی ہیں کہ جو اتنی زیادہ اہمیت رکھتی ہیں کہ ان چار باتوں کا حاصل ہوجانا گویا ساری دنیا کی نعمتوں کا حاصل ہوجانا ہے ان چار چیزوں کا اپنے اندر پیدا کرلینا گویا کہ وہ ساری دنیا کی خیر اور برکتوں کو اپنے اندر جمع کرلینا ہے وہ چار باتیں کون سی ہیں پہلی بات تو یہ فرمائی۔

امانت داری

اللہ کے پیارے حبیب نبی پاک ﷺ نے امانت داری کی حفاظت کے بارے میں فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو تم اسکی پوری طرح حفاظت کرو، اور وہ امانت جس کی ہے اس کو خوبصورتی کے ساتھ اچھے انداز سے اس تک پہنچادو

حفظ أمانة

پہلی چیز وہ امانت کی نگہداشت وحفاظت ہے اب اگر اس تفصیل میں جایا جائے کہ امانت کیا ہے، تو امانتیں بہت سی قسم کی ہوسکتی ہیں لیکن ان تمام قسموں کا خلاصہ دو قسموں میں آجاتا ہے، ایک تو وہ امانتیں جو اللہ کی بندوں کے ذمّہ ہیں یعنی اللہ پاک کی طرف سے فرض وضروری ہیں، اور دوسری وہ امانتیں ہیں جو بندوں کے پاس ہوتی ہیں

،یعنی ایک تو وہ چیزیں ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور کچھ وہ چیزیں ہیں جن کا تعلق حقوق العباد سے اللہ پاک کی امانت ہمارے پاس ان کے احکامات ان کی شریعت انکا سارا دین، یہ سب سے بڑی امانت ہے اور اس امانت کو اللہ پاک نے آسمانوں اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن آسمان جیسی طاقت اس کو اٹھانے سے عاجز آگئی انسان نے اس کو اٹھایا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهُ كَانَ ظَلُوْماً جَهُوْلاً ٠

ترجمه:

ہم نے دکھلائی امانت آسمانوں کو اور زمین اور پہاڑوں کو پھر کسی نے قبول نہ کیا کہ اسکو اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے اور اٹھالیا اس کو انسان نے یہ ہے بڑا بے ترس نادان۔

وہ امانتیں احکاماتِ شریعتِ دین کی شکل میں ہیں ان کا ٹھیک ٹھیک ادا کرنا اور پہونچانا اللہ کے بندوں تک، شریعت کی بات، دین کی بات پہونچانا یہ ایک مستقل ذمّہ داری اور ان احکامات پر عمل کرنا اور عمل کرانا یہ ایک مستقل ذمّہ داری ہے دونوں کی ذمّہ داری اللہ کے تمام احکامات پر عمل ہو شریعت کی ساری باتوں پر عمل ہو یہ بھی بڑی بھاری ذمّہ داری ہے اور دوسروں تک اس شریعت کی تبلیغ، کتاب اللہ کی تبلیغ، سنت رسول اللہ کی تبلیغ، سب سے بڑی امانت ہے، ہمارے پاس کتاب اللہ ہے، اس پر عمل کرنا یہ ایک بڑی بھاری ذمّہ داری ہے اور پھر اس کو دوسروں تک پہونچانا عمل کے ساتھ ساتھ

الفاظ کا پہونچانا معنی کا پہنچانا، قرآن کے حقائق کا پہونچانا یہ ایک مستقل ذمّہ داری ہے ، یہ امانت کی تفصیلات ہیں اور پھرہ دوسرے نمبر پر وہ امانتیں ہیں، جو بندوں کے پاس رکھتے ہیں، کسی بندے نے کسی کے پاس امانت رکھی تو جب وہ مانگنے آئے طلب کرنے آئے تو فوراً اس کو نکال کر دیدو کہ بھائی یہ آپ کی امانت ہے۔

امانت کی حفاظت اور مالک تک اس کو پہونچانا تو یہ بڑی عظیم الشان صفت ہے وہ بندہ بہت ہی خوش قسمت ہے کہ جو اللہ پاک کے احکامات کو بھی امانت جانتا ہے اسپر کار بند ہو رہا ہے اور دوسروں تک پہونچا رہا ہے اور جو بندوں کی امانتیں ہیں، ذمہ داریاں ہیں ان کو بھی ان تک پہونچا رہا ہے، یہ بڑی صفت ہے قیامت کے قریب امانت داری کا وصف بہت کم ہو جائیگا یہاں تک کہ کہا جائیگا کہ فلاں آدمی تو بہت ہی امانت دار ہے، بہت ہی عقل مند ہے۔

حالانکہ اس کے دل میں امانت کا کوئی خانہ بھی نہیں ہوگا، سب سے پہلے قیامت کے قریب کیا اٹھے گا؟ نمازیں اور نمازوں کا خشوع، خضوع اور دوسرے امانت، سب سے پہلے جو چیز ختم ہوگی وہ نمازوں کی اہمیت ختم ہوگی جیسا کہ عموماً دیکھنے میں آرہا ہے کہ ہمارے دلوں سے نمازوں کی اہمیت ختم ہوتی جارہی ہے، یہ بات بالکل سامنے ہے اور جو پڑھتے بھی ہیں کتنا خشوع وخضوع ہے تو سب سے پہلے نمازیں اٹھیں گی اور نمازوں کا خشوع وخضوع اور اس کے بعد اگر کوئی چیز اٹھے گی قیامت کے قریب سب سے پہلے تو وہ کیا ہے؟ وہ امانت ہے، اور خیانت کا دور دورا ہوگا اللہ پاک ہم سب کی خیانت سے حفاظت فرمائے وہ بہت ہی خطرناک ترین چیز ہے!

امانتوں کو صحیح طریقہ پر مالکان تک پہونچانیکی تعریف اور نہ پہونچانے والوں پر تعریض:

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَادُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۰

ترجمه:

اور بعض اہل کتاب میں وہ ہیں کہ اگر تو انکے پاس امانت رکھے مال کا ڈھیر تو ادا کردیں تجھکو اور بعضے ان میں وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت رکھے ایک اشرفی تو ادا نہ کریں تجھ کو مگر جب تک کہ تو رہے اس کے سر پر کھڑا یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ نہیں ہے ہم پر امی لوگوں کے حق لینے میں کچھ گناہ اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر اور وہ جانتے ہیں۔

توضیح:

ویسے تو آیت کریمہ مخصوص لوگوں کے متعلق نازل ہوئی لیکن عموم میں سب داخل ہیں، اہل کتاب کی دینی خیانت ونفاق کے سلسلہ میں دنیوی خیانت کا ذکر آگیا جس سے اس پر روشنی پڑتی ہے کہ جولوگ چار پیسہ پر نیت خراب کرلیں اور امانتداری نہ برت سکیں ان سے کیا توقع ہوسکتی ہے کہ دینی معاملات میں امین ثابت ہونگے۔

چنانچہ ان میں بہت سے وہ ہیں جن کے پاس زیادہ تو کیا ایک اشرفی بھی امانت رکھی جائے تو تھوڑی دیر بعد مُکر جائیں اور جب تک کوئی تقاضہ کے لئے ہر وقت ان کے سر پر کھڑا نہ رہے اور پیچھا کرنے والا نہ ہو امانت ادا نہ کریں بیشک ان میں سب کا حال ایسا نہیں بعض ایسے بھی ہیں جنکے پاس اگر سونے کا ڈھیر رکھ دیا جائے تو ایک رتی بھر خیانت نہ کریں لیکن یہ ہی خوش معاملہ اور امین لوگ ہیں جو یہودیت سے بیزار ہوکر اسلام کے حلقہ بگوش بنتے جارہے ہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہؓ یعنی پرایا حق کھانے کو یہ مسئلہ بنالیا کہ عرب کے اُمی جو ہمارے مذہب پر نہیں ان کا مال جس طرح ملے روا ہے غیر مذہب والوں کی امانت میں خیانت کی جائے تو کچھ گناہ نہیں خصوصا وہ عرب جو اپنا آبائی دین چھوڑ کر مسلمان بن گئے ہیں خدا نے انکا مال ہمارے لئے حلال کردیا ہے یعنی جان بوجھ کر خدا کی طرف جھوٹی بات منسوب کررہے ہیں امانت میں خیانت کرنے کی خدا نے ہرگز اجازت نہیں دی آج بھی اسلامی فقہ کا مسئلہ یہی ہے کہ مسلم ہو یا کافر کسی کی امانت میں خیانت جائز نہیں، یعنی خیانت وبدعہدی میں گناہ کیوں نہیں جب کہ خدا تعالیٰ کا عام قانون یہی ہے کہ جو کوئی خدا کے اور بندوں کے جائز عہد پورے کرے اور خدا سے ڈر کر تقوی کی راہ چلے یعنی فاسد خیالات مذموم اعمال اور پست اخلاق سے پرہیز کرے اسی سے خدا محبت کرتا ہے اس میں امانت داری کی خصلت بھی آگئی یعنی جو لوگ دنیا کی متاع قلیل لیکر خدا کے عہد اور آپس کی قسموں کو توڑ ڈالتے ہیں نہ باہمی معاملات درست رکھتے ہیں نہ خدا سے جو قول وقرار کیا تھا اس پر قائم رہتے ہیں بلکہ مال وجاہ کی حرص میں احکام شرعیہ کو بدلتے اور کتب سماویہ میں تحریف

کرتے رہتے ہیں انکا انجام آگے مذکور ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یہ یہود میں صفت تھی کہ اللہ نے ان سے اقرار لیا تھا اور قسمیں دی تھیں کہ ہر نبی کے مددگار رہیو پھر غرض دنیا کے واسطے پھر گئے اور جو کوئی جھوٹی قسمیں کھائے دنیا لینے کے واسطے اسکا یہی حال ہے، یہ اہل کتاب کی تحریف کا حال بیان فرمایا یعنی آسمانی کتاب میں کچھ چیزیں اپنی طرف سے بڑھا گھٹا کر ایسے انداز اور لہجہ میں پڑھتے ہیں کہ ناواقف سننے والا دھوکہ میں آجائے اور یہ سمجھے کہ یہ بھی آسمانی کتاب کی عبارت ہے یہی نہیں بلکہ زبان سے دعوی بھی کرتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے حالانکہ نہ وہ مضمون کتاب میں موجود ہے اور نہ خدا کے پاس سے آیا ہے بلکہ خود اس تحریف شدہ کتاب کو بھی بہیأت مجموعی خدا کی کتاب نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس میں طرح طرح کے تصرفات اور جعلسازیاں کی گئی ہیں، آج بائبل کے جو نسخے دنیا میں موجود ہیں ان میں باہم شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور بعض ایسے مضامین درج ہیں جو قطعاً خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتے اس کی کچھ تفصیل روح المعانی میں موجود ہے اور اثبات تحریف پر ہمارے علماء نے مبسوط بحثیں کی ہیں۔

جزاہم اللہ احسن الجزاء ترجمہ شیخ الھند

امانت داری کی ادائیگی کی تاکید

اِنَّ اللّٰہَ یَأْ مُرُکُمْ اَنْ تُؤ دُوا الْاَ مَانَاتِ اِلیٰ اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بینَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعاً بَصِیْراً۔

ترجمہ:

بیشک اللہ تم کوفرماتا ہے کہ پہنچادو امانتیں امانت والوں کواور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو بیشک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا ہے۔

حاصل اس ارشاد کا یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں کوئی امانت ہے اس پر لازم ہے کہ یہ امانت اس کے اہل و مستحق کو پہونچادے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اداء امانت کی بڑی تاکید فرمائی ہے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوگا کہ رسول کریم ﷺ نے کوئی خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو!

لاایمانَ لمن لَّاأمانةَ له ولَادینَ لمن لَّاعھدَ لہٗ: یعنی جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس شخص میں معاہدہ کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔

اس جگہ یہ بات غور طلب ہے کہ قرآن حکیم نے لفظ امانت بصیغہ جمع استعمال فرمایا جس میں اشارہ ہے کہ امانت صرف یہی نہیں کہ کسی کا کوئی مال کسی کے پاس رکھا ہو جس کو عام طور پر امانت کہا اور سمجھا جاتا ہے بلکہ امانت کی کچھ اور قسمیں بھی ہیں، جو واقعہ آیت

کے نزول کا ابھی ذکر کیا گیا خود اس میں بھی کوئی مالی امانت نہیں بیت اللہ کی کنجی کوئی خاص مال نہ تھا بلکہ یہ کنجی خدمتِ بیت اللہ کے ایک عہدہ کی نشانی تھی اس سے معلوم ہوا کہ حکومت کے عہدے اور منصب جتنے ہیں وہ سب اللہ کی امانتیں ہیں، جس کے امین وہ حکام اور افسران ہیں جن کے ہاتھ میں عزل ونصب کے اختیارات ہیں ان کے لئے جائز نہیں کہ کوئی عہدہ کسی ایسے شخص کے سپرد کردیں جو اپنی عملی یا علمی قابلیت کے اعتبار سے اس کا اہل نہیں ہے بلکہ ان پر لازم ہے کہ ہر کام اور ہر عہدہ کے لئے اپنے دائرۂ حکومت میں اس کے مستحق کو تلاش کریں پوری اہلیت والا سب شرائط کا جامع کوئی نہ ملے تو موجودہ لوگوں میں قابلیت اور امانت داری کے اعتبار سے جو سب سے زیادہ فائق ہو اس کو ترجیح دی جائے۔

ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی وتعلق کی مد میں بغیر اہلیت معلوم کئے ہوئے دیدیا اس پر اللہ کی لعنت ہے نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل یہاں تک کہ وہ جھنم میں داخل ہوجائے۔ **اللھم احفظنا منه!**

بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدہ کے لئے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ کی خیانت کی اور رسول ﷺ کی اور سب مسلمانوں کی آج جہاں نظامِ حکومت کی ابتری نظر آتی ہے وہ سب اس قرآنی تعلیم کو نظر انداز کردینے کا نتیجہ ہے کہ تعلقات اور سفارشوں اور رشتوں سے عہدے تقسیم کئے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے

کہ نااہل اور نا قابل لوگ عہدوں پر قابض ہو کر خلقِ خدا کو پریشان کرتے ہیں اور سارا نظام حکومت برباد ہو جاتا ہے۔

اسی لئے آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا **اذا وُسِّدَ الْأَمْرُ اِلیٰ غیرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ**: یعنی جب دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کردی گئی جو اس کام کے اہل اور قابل نہیں تو اب اس فساد کا کوئی علاج نہیں قیامت کا انتظار کرو یہ ہدایت صحیح بخاری کتاب العلم میں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے لفظ امانات بصیغہ جمع لا کر اس کی طرف اشارہ کردیا کہ امانت صرف اسی کا نام نہیں کہ ایک شخص کا مال کسی دوسرے شخص کے پاس بطور امانت رکھا ہو بلکہ امانت کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں حکومت کے عہدے بھی داخل ہیں۔

نیز ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **اَلْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَۃِ**: یعنی مجلسیں امانتداری کے ساتھ ہونی چاہئیں مطلب یہ ہیکہ مجلس میں جو بات کہی جائے وہ اسی مجلس کی امانت ہے ان کی اجازت کے بغیر اس کو دوسروں سے نقل کرنا اور پھیلانا جائز نہیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے **اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ** یعنی جس شخص سے کوئی مشورہ لیا جائے وہ امین ہے اس پر لازم ہے کہ مشورہ وہ ہی دے جو اس کے نزدیک مشورہ لینے والے کے حق میں مفید اور بہتر ہو اگر جانتے ہوئے خلاف مشورہ دیدیا تو امانت میں خیانت کا مرتکب ہوگیا۔

اسی طرح کسی نے آپ سے اپنا راز کہا تو وہ اس کی امانت ہے بغیر اس کی اجازت کے کسی سے کہہ دینا خیانت ہے آیتِ مذکورہ میں ان سب امانتوں کا حق ادا کرنے کی تاکید ہے۔

حقیقتِ امانت:۔

(۱) امانت کی حقیقت یہ ہے کہ جس کسی کا جو حق تم پر واجب ہو اس کو طیب خاطر کے ساتھ ادا کردو۔

(۲) آیت کا نزول اگرچہ خاص واقعۂ مفتاح میں ہوا ہے لیکن بالاجماع یہ آیت مال ودیعت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ لفظ امانات میں جملہ اقسام کی امانتیں داخل ہیں کیوں کہ الامانات پر جو الف لام داخل کیا گیا ہے وہ استغراق کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ جملہ اقسام کی امانتوں کی رعایت واجب ہے کسی امانت میں بھی خیانت روا نہیں۔

(۳) جاننا چاہئیے کہ انسان کے معاملات کی کل تین قسمیں ہیں ۱یا تو انسان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے ۲یا اور لوگوں کے ساتھ ۳ یا اپنے نفس کے ساتھ ہے تینوں قسموں میں امانت کی رعایت ہر انسان پر فرض ہے۔

(۱) خدا تعالیٰ کے ساتھ امانت کی رعایت یہ ہے کہ جن باتوں کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے انکو بجالائے اور جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے رُکا رہے احکامِ خداوندی

کی بجا آوری میں خیانت نہ کرے۔

(۲) اور لوگوں کے ساتھ امانت کی رعایت یہ ہے کہ ان کی ودیعتیں اور انکے قرض ادا کرے ناپ تول میں کمی نہ کرے اور بادشاہوں کی امانت یہ ہے کہ رعایا کے حقوق ادا کریں عہدہ اور منصب کسی نااہل کو نہ دیں نااہل کو عہدہ اور منصب دینا رعایا کے ساتھ خیانت ہے اور علماء کی امانت یہ ہے کہ احکامِ خداوندی بلا کم وکاست شریعت کے مطابق لوگوں تک پہنچا دیں۔

(۳) اور اپنے نفس کے ساتھ امانت کی رعایت یہ ہے کہ اپنے اعضاء وجوارح سے وہ کام نہ لے جو دنیا اور آخرت میں اس کے لئے مضر ہوں مثلاً زبان کو کلمات کفر اور بدعت اور کذب وغیبت سے محفوظ رکھے اور آنکھ کی امانت یہ ہے کہ اس کو حرام کی طرف دیکھنے سے محفوظ رکھے اور شرمگاہ کی امانت یہ ہے کہ اس کو حرام سے بچائے قرآن کریم میں جا بجا امانت ادا کرنے کی تاکید آئی ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس کو اپنے عہدہ کا پاس نہیں اس میں دین نہیں۔

(۴) دوسری آیت یعنی **وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ** میں حکام کو حکم دیا گیا کہ لوگوں کے اختلافات اور نزاعات کا فیصلہ عدل اور انصاف کے ساتھ کریں، حق کے مطابق فیصلہ کریں ذرہ برابر کسی کی رعایت نہ کریں۔

صِدُقِ حَدِیُثٍ :۔

دوسری بات جو اس حدیث پاک میں فرمائی گئی وہ کونسی صفت ہے؟ فرمایا کہ سچی بات کرنا، سچائی کے ساتھ کلام کرنا، آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ سچ کتنا ہے نبی پاک ﷺ نے ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے قریب سچ کم ہو جائیگا اور جھوٹ کا دور دورا ہوگا، افسوس کی بات ہے، کذب پھیل جائیگا جھوٹ پھیل جائیگا، عموماً لوگ اس دور میں جھوٹ بولا کریں گے، یہ بھی ہو رہا ہے آپ ﷺ نے جو بات بیان فرمائی وہ باتیں آج آنکھوں سے دیکھنے کو مل رہی ہیں۔

صدق حدیث سچی بات کرنا اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے جس بندے کے اندر یہ صفت پیدا ہو جائے یہ سمجھو کہ اس بندے کو اللہ پاک کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت حاصل ہے۔

رسول پاک ﷺ نے سچائی پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

(۳) عن عبد اللّٰه بن مسعود قال: قال رسولُ اللّٰهِ ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ عليكم بالصدقِ فاِنَّ الصدق يهدي اِلى البرِ وان البرَ يهدي الى الجنةِ وما يزالُ الرجلُ يصدق وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حتى يُكتبَ عِندَ اللّٰهِ صِدِّيْقاً واِيَّاكُمْ والكذبَ فَاِنَّ الكذبَ يهدي اِلى الفُجورِ وَاِنَّ الفُجورَ يهدي الى النارِ وما يزالُ الرجلُ يكذِب ويتحري

الکذبَ حتی یُکتبَ عنداللّٰہِ کذا باً ۔

.متفق علیہ

وفی روایۃ لمسلم: قال ان الصدق برٌ وان البرَّ یھدي الی الجنۃِ وان الکذبَ فُجورٌ وان الفُجورَ یھدي اِلی النا رِ۔(مشکوۃ ص/۴۱۲۔)

ترجمہ:

فرمایا رسول کریم ﷺ نے سچائی کو لازم پکڑ و سچائی نیکی تک پہونچاتی ہے اور نیکی جنت تک پہونچاتی ہے، آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کی ہی طلب کرتا ہے یہاں تک کہ سچا لکھا جاتا ہے اور فرمایا کہ جھوٹ سے بچو جھوٹ برائی، غلط اور بے حیائی تک پہونچاتا ہے، آدمی برابر جھوٹ بولتا جاتا ہے یہاں تک کہ جھوٹا لکھا جاتا ہے۔

مسلم کی ایک روایت میں اتنا زائد ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ سچائی نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، اور جھوٹ جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔

فائدہ:

دیکھئے سچ ذریعہ ہے جنت میں جانیکا اور جھوٹ ذریعہ ہے جھنم میں جانیکا نیز فرمایا گیا ہے: **الصدق یُنجی والکذب یُھلك** سچ بولنا نجات دیتا ہے اور جھوٹ بولنا ہلاک کرتا ہے، قیامت میں بھی سچ ہی نجات دلائیگا، اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت پڑتی ہے

عفۃ فی طعمۃ:

تیسری چیز لقمۂ حلال کا میسر آنا آدمی حلال غذا کو استعمال کرے آج لوگ کہتے ہیں کہ صاحب نمازوں میں جان نہیں رہی دعا کرتے ہیں قبول نہیں ہوتی ہے ،اثرات نہیں ہیں، عبادات بے جان ہیں دعائیں قبول نہیں ہوتیں کہ دعاؤں کی قبولیت میں سب سے زیادہ دخل رزقِ حلال کا ہے جب تک کہ لقمۂ حرام پیٹ میں ہوتا ہے تو اس وقت تک دعا کی قبولیت کا کوئی موقع نہیں ہوتا ہے، نہ عبادت میں جان آسکتی ہے، نہ عبادت قبول ہوسکتی ہے اور نہ اسوقت تک دعا قبول ہوسکتی ہے، رزقِ حلال بہت اہمیت والی چیز ہے۔

اکابر اہل اللہ اسکا بہت خیال رکھتے تھے جتنے ہمارے بڑے اسکا خیال رکھتے تھے اتنے ہی ہم چھوٹوں نے اسکا خیال ختم کردیا یہاں تک کہ نبی پاک ﷺ کی وہ بات ثابت ہوگئی اور آنکھوں سے نظر آنے لگی کہ قیامت کے قریب ایک دور آئیگا کہ آدمی پرواہ نہیں کریگا کہ مال کہاں سے آرہا ہے حلال طریقہ سے آرہا ہے، یا حرام طریقہ سے آرہا ہے ، یہ تمیز کرنا اور فرق کرنا ختم ہوجائیگا اسکا بھی دور دورا ہورہا ہے یہ بھی آنکھوں کے سامنے ہے رزقِ حلال اتنا اہم مسئلہ ہے!

اکلِ حلال کاایک واقعہ:۔

ایک بہت بڑے بزرگ ہیں، شیخ ابومحمد الجوینی امام الحرمین کہلاتے ہیں فرمایا

کرتے تھے کہ میرے والدین نے اس بات کا اتنا زیادہ خیال کیا تھا کہ میری پرورش میں ایک لقمۂ حرام بھی میرے پیٹ میں داخل نہیں ہونے دیا لیکن ایک بات ایسی ہوئی کہ میری والدہ جب کے میں چھوٹا تھا وہ کہیں چلی گئی تھی اور میں بلبلا رہا تھا دودھ پینے کے مارے تڑپ رہا تھا تو قریب کی ایک عورت نے مجھ کو اٹھایا اور اس نے اٹھا کر اپنا دودھ مجھ کو پلایا اور اس کے یہاں حلال اور حرام کا فرق نہیں تھا وہ کہتے ہیں کہ اتنی مقدار جو اس عورت نے مجھے دودھ پلایا اس کا اثر یہ ہے کہ کبھی کبھی مناظرے میں ہار جاتا ہوں، کبھی کبھی مناظرے میں مجھے جو شکست ہو جاتی ہے، وہ اس لقمۂ حرام کے اثرات ہیں جو اس کے دودھ سے میرے اندر منتقل ہوئے، باقی میرے والدین نے کبھی بھی لقمۂ حرام میرے پیٹ میں داخل نہیں ہونے دیا۔

اکابر حلال کھانے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ ان کی دعائیں قبول ہوتی تھیں اور ان کو عبادات میں نور نظر آتا تھا آج جو عبادات میں نور نظر نہیں آتا اس کی وجہ بھی یہی ہے اور جو دعاؤں کی قبولیت اٹھ رہی ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے **عفة فی طعمة** جس آدمی کو اس کی فکر مل جائے رزق حلال پاکیزہ طیب چیز کا ہی استعمال کرے تو وہ آدمی بہت خوش قسمت ہے۔

حُسن خلیقة

چوتھی چیز اچھے اخلاق کا ملنا آج اچھے اخلاق کی بھی بہت زبردست کمی آرہی ہے

اور ہم سب میں اس بات کی کمی ہے حالانکہ اچھے اخلاق سے صحیح اسلام کی تصویر سمجھ میں آتی ہے۔

آپ تاریخ اٹھا کر دیکھیں گے کہ اچھے اخلاق کو بہت زیادہ دخل ہے، اخلاق کا ہونا ہر مسلمان کے لئے اور بالخصوص علماء کے لئے اور بالخصوص داعی اور مبلغین حضرات کے لئے اچھے اخلاق کا ہونا ریڈھ کی ہڈی کی طرح ہے، یہی وجہ ہے کہ جب چھ نمبر کی تشکیل دی جارہی تھی تو اکرام علماء رکھا گیا تھا۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب بھی وہاں موجود تھے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ یہاں اکرام علماء کی جگہ اکرام مسلم کر دیا جائے ورنہ بہت سے لوگ یہ سوچیں گے کہ شاید یہ تبلیغی کام مولویوں نے جو چلایا ہے اپنے اکرام کے لئے اور اپنے مصافحوں کے لئے چلایا فرمایا کہ اس کو ختم کر کے اکرام مسلم کردو ہر مسلمان کا اکرام ہونا چاہئے اب جب مسلمانوں کا اکرام ہوگا تو علماء اور مشائخ کا اکرام خود بخود ہوگا اصل دین تو مشائخ سے آتا ہے، اور علماء سے آتا ہے، ان کے اکرام کے بغیر تو دین سیکھا ہی نہیں جاسکتا دین کی تبلیغ کا مدار تو اچھے اخلاق پر ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ سے جو لوگ متأثر ہوئے ان کے اخلاق سے متأثر ہوئے ان کے اخلاق کتنے عمدہ تھے؟ کہ لوگ دیکھ کر کلمہ طیبہ پڑھنے پر مجبور ہو جاتے تھے، تجارت کر رہے ہیں، صحابہ کی تجارت ایسی ہوتی تھی، انتہائی شاندار، سچائی اور امانت داری کے ساتھ کہ اگر ایک دفعہ ان کی دوکان سے کسی نے کوئی چیز لے لی تو زندگی بھر وہاں کا غلام ہوگیا، دوسری دوکان پر وہ جاتا ہی نہیں تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ چار صفتیں جو شخص اپنے اندر پیدا کرلے تو اسکو دنیا کی ساری چیزیں مل گئیں اور دنیا کی مال ومتاع اگر چھوٹ جائے تو اس پر افسوس نہ کرے جب کے یہ چار باتیں اپنے اندر پیدا کرلے پہلی بات ہے امانت کی حفاظت اور اس کو ٹھیک سے ادا کرنا اور دوسری چیز ہے بات کی سچائی اور تیسری چیز حلال کا استعمال اور چوتھی چیز ہے اچھے اخلاق: حق تعالی جل شانہ ہمیں ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین یا رب العالمین!!!

عورت سے نکاح کی وجوہاتِ اربعہ

(۴)عن أبي هُريرة قال: قالَ رسولُ اللّٰهِ ـ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ تُنْكَحُ المرأةُ لأرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسْبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔ (مشکوۃ ر ص ۲۶۷، ج ۲)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کسی عورت سے نکاح کرنے کے بارے میں چار چیزوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اول اسکا مالدار ہونا دوم اسکا حسب ونسب والی ہونا سوم اسکا حسین وجمیل ہونا اور چہارم اسکا دین دار ہونا، لہذا دیندار عورت کو اپنا مطلوب قرار دو اور خاک آلود ہوں تیرے دونوں ہاتھ۔

تشریح:

حسب ونسب والی سے مراد وہ عورت ہے جو نہ صرف اپنی ذات میں شرف وبلندی رکھتی ہو بلکہ وہ جس خاندان وقبیلہ کی فرد ہو وہ خاندان وقبیلہ بھی عزت اور شرف وبلندی کا حامل ہو، چنانچہ انسان کی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایسی عورت سے بیاہ کرے جو باحیثیت وباعزت خاندان وقبیلہ کی فرد ہوتا کہ اس عورت کی وجہ سے اپنی اولاد کے نسب میں شرف وبلندی کا امتیاز حاصل ہو۔

بہرکیف حدیث کا حاصل یہ ہے کہ عام طور پر لوگ عورت سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں مذکورہ چار چیزوں کو بطور خاص ملحوظ رکھتے ہیں کہ کوئی شخص تو مالدار عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے، بعض لوگ اچھے حسب ونسب کی عورت کو بیوی بنانا پسند کرتے ہیں، بہت سے لوگوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ایک حسین وجمیل عورت انکی رفیقۂ حیات بنے اور کچھ اللہ کے نیک بندے دین دار عورت کو ترجیح دیتے ہیں لہذا دین و مذہب سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ دین دار عورت ہی کو اپنے نکاح کیلئے پسند کرے کیونکہ اسی میں دنیا کی بھلائی ہے اور آخرت کی بھی سعادت ہے اور خاک آلود ہوں تیرے دونوں ہاتھ ویسے تو یہ جملہ لفظی مفہوم کے اعتبار سے ذلت وخواری اور ہلاکت کی بددعا کے لئے کنایہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہاں اس جملہ سے یہ بددعا مراد نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد دین دار عورت کو اپنا مطلوب قرار دینے کی ترغیب دلانا ہے، بلکہ اس جملہ کو دشنام محبت کہنا چاہیے، یا مطلب یہ ہیکہ اگر ایسا نہ کریگا تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی یعنی اخیر میں چل کر ندامت وشرمندگی اُٹھانی پڑے گی۔ تیسیر الباری ر ص ۲۳ ر ج ر ۷، ونیل الاوطار ص ر ۱۱۳ ر ج ر ۶۔

جولوگ دین داری کے علاوہ دوسری وجوہات کی بنا پر نکاح کریں گے بجائے فائدہ کے نقصان اٹھائیں گے۔

چنانچہ اس بارے میں یہ روایت ہے۔

عن أنس بن مالك رضؓ قال سمعتُ النَّبِيَّ ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ يقول: من تزوجَ اِمرأةً لِعِزِّهَالم يزده اللّٰه الاذُ لًّاومن تزوجها لمالِها لم يزده اللّٰه الافقراً ومن تزوجها لِحُسْنِها لم يزده اللّٰه الا دَنَاءَ ةً ومن تزوجَ امرأة لم يتزوجها الاليُغضَّ بَصَرَهٗ أوليُحصنَ فرجَه أويصلَ رَحِمَهٗ بارك اللّٰهُ له فيها وبارك لها فيه۔

(باب نية الزواج ۔مجمع الزوائد۔ص/۲۵٤ ۔ج/ ٤۔)

ترجمه:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے نکاح کیا کسی عورت سے عزت کے لئے ،نہیں زیادہ کریگا اللہ تعالیٰ مگر ذلت میں اور جس شخص نے نکاح کیا کسی عورت سے اس کے مال کے لئے ،تو نہیں زیادہ کریگا اللہ تعالیٰ مگر فقر کو اور جس شخص نے نکاح کیا اس کے حسن کی وجہ سے تو نہیں زیادہ کریگا اللہ تعالیٰ مگر کمینگی کو اور جو شخص کسی عورت سے نہیں نکاح کرتا ہے مگر اسلئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور صلہ رحمی کرے تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے اس میں برکت دیگا (مرد کے لئے عورت میں برکت دیگا) اور اس کو اس میں برکت دیگا (عورت کے لئے مرد میں) (روایت کو طبرانی نے اوسط میں نقل کیا ہے۔)

دین داری کو مدنظر رکھنے کی برکت سے حضرت عبداللہ ابن المبارک جیسے پیدا ہوں گے چنانچہ ان کے والد کے تعلق سے بستان المحد ثین ص/۱۴۹ پر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے یہ قصہ ذکر کیا ہے۔

اُن کے والد بزرگوار شہر حران کے ایک ترک تاجر کے غلام اور مملوک تھے اور وہ تاجر، بنی حنظلہ میں سے تھا جو بنی تمیم کا ایک قبیلہ ہے تاریخ عامری میں مذکور ہے کہ والد مبارک بہت متقی اور پرہیزگار تھے ان کے مالک نے انہیں اپنے باغ کا داروغہ مقرر کیا تھا۔

ایک دن اس نے یہ کہا کہ اے مبارک باغ سے ایک ترش انار لے آؤ وہ گئے اور ایک انار لائے جو شیریں نکلا مالک نے کہا میں نے تم کو ترش انار لانے کے لئے کہا تھا مبارک نے جواب دیا کہ میں کس طرح معلوم کرسکتا ہوں کہ کون سے درخت سے انار شیریں اترتے ہیں اور کونسے درخت سے ترش جس کسی نے ان درختوں سے کھایا ہے وہ جانتا ہے، مالک نے کہا کہ تم نے اب تک کوئی انار نہیں کھایا؟ مبارک نے کہا کہ آپ نے میرے ذمہ اس باغ کی حفاظت اور نگہبانی لازم کی ہے کھانے اور چکھنے کی اجازت نہیں دی۔

میرے ذمہ جو خدمت لازم ہے اسے بجالاتا ہوں، مالک اُن کی اس دیانت اور امانت سے بہت خوش ہوا اور کہا کہ تم اس قابل ہو کہ میری مجلس میں رہو اور باغبانی کسی دوسرے شخص کے سپرد کردی۔

ایک روز مالک نے اپنی نوجوان دختر کے نکاح کے بارے میں ان سے مشورہ کیا تو

مبارک نے کہا کہ جاہلیت کے عرب تو اپنی لڑکی کا نکاح حسب ونسب کے اعتبار سے کرتے تھے، یہود مال کے عاشق ہیں، نصاریٰ جمال پر فریفتہ ہوتے ہیں مگر اسلام میں دین کا اعتبار ہے، ان چاروں میں سے جو پسند خاطر ہو اس پر عمل کرنا چاہئے۔

مالک کو ان کی یہ عاقلانہ بات بہت پسند آئی گھر جا کر اس مشورہ کو اپنی بیوی سے بیان کیا اور کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اپنی لڑکی کا نکاح مبارک سے کردوں، اگرچہ وہ غلام ہے مگر پرہیزگاری تقویٰ اور دینداری کے اعتبار سے وہ اپنے زمانہ کا سردار ہے دختر کی ماں نے بھی اسے پسند کیا تو اس کا نکاح ان سے کردیا، اسی لڑکی سے یہ عبداللہ پیدا ہوئے، اس تاجر کی وراثت سے بہت سا مال ان کو ملا، عبداللہ کا سال ولادت ۱۱۸ھ یا ۱۱۹ھ ہے، جو اپنے دور کے امام اور مقتدا بزرگ تھے۔

وہ چار جن کا ثواب دوہرا ہے:

(۵) عن أبي أمامة قال قال رسول اللّٰهِ ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ قال أربعٌ يؤتَونَ أجرهم مَرَّتَيْنِ أزواجُ النبي ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَمَنْ أَسلَمَ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ ورجلٌ كانت عنده أمة فأعجبتْهُ فأعتقَهَا ثم تزوجَها وعبدٌ مملوكٌ أدَّى حقَّ اللّٰهِ وحقَّ سادته۔

(مجمع الزوائد ص ۲۶۰، ج ۴)

ترجمہ:

حضرت ابوامامہ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چار لوگوں کو دوہرا اجر دیا جاتا ہے اول ازواجُ نبی ﷺ اور دوسرا وہ ہے جو اہل کتاب میں سے ہے اور وہ اسلام لایا اور تیسرا وہ مرد جس کے پاس باندی ہو اور وہ اس کو اچھی لگتی ہو اور وہ اس کو آزاد کردے اور اس سے نکاح کرلے اور چوتھا وہ غلام جو اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے آقا کا بھی حق ادا کرے۔

تشریح

ازواج النبی ﷺ کی قربانیاں بہت زیادہ ہیں ان کی وجہ سے نبی پاک ﷺ کو بہت قوت اور راحت ملی جو دین کی اشاعت وقوت کا سبب بنی ہے پھر ازواج مطہرات کو آپ علیہ السلام کے وصال کے بعد نکاح کی اجازت بھی نہیں تھی ساری زندگی صبر کرنا آسان کام نہیں ہے، انکے فضائل وکمالات اور ان کی وجہ سے امت کو حاصل ہونے والی برکات بہت زیادہ ہیں اس وجہ سے ان کا ثواب دوہرا ہے بہ نسبت عام عورتوں کے اور دوسرا شخص چونکہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور پھر حضور پاک ﷺ پر بھی ایمان لایا اس وجہ سے اس کا ثواب دوہرا ہونا ظاہر ہے اور تیسرا شخص اس وجہ سے کہ اس نے ایک عورت کو ذلت سے عزت کا مقام دیا اور اس کے ساتھ صبر کیا یہ بہت بڑی بات ہے جو اللہ پاک کو پسند ہے۔

چار ملعون افراد:

(۶)عن أبی أمامةؓ عن النَّبِیّ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ۔ قال أربعةٌ لعنهم اللّٰه فوق عرشه وَاَمَّنَتۡ علیهم الملائكة الذی یحصن نفسه عن النساء ولایتزوج ولایتسریٰ لأن یُولدله والرجل یتشبه بالنساء وقد خلقه اللّٰه ذكراً والمرأة تتشبه بالرجال وقد خلقهااللّٰهُ أنثی ومضلل المساكین۔ قال خالدبن الزبرقان یعنی یهزأ بهم یقول للمسكین هلم أعطك فاذا جاء ه قال لیس معي شئٌ ویقول للمكفوف اتق البئر اتق الدَّابةَ ولیس بین یدیه شئٌ والرجل یسأل عن دار القوم فیرشده الیٰ غیرها۔ (مجمع الزوائد ص/۲۵۱، ج/۴)(باب الحث علی النكاح)

ترجمه:

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا چار لوگوں پر اللہ تعالیٰ عرش پر لعنت بھیجتا ہے اور فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں (۱) وہ شخص جو اپنے آپ کو عورتوں سے محفوظ رکھے اور نہ شادی کرے اور نہ باندی بنائے کہ کہیں اولاد نہ ہو جائے (۲) اور وہ شخص جو عورتوں سے مشابہت رکھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو مرد بنایا اور وہ عورت جو مردوں سے مشابہت رکھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عورت بنایا (۳) اور وہ شخص جو مسکین کو دور بھگائے اور دھوکہ دے اور خالد بن زبرقان نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ مساکین سے مزاق کرتا ہو کہ واپسی میں آؤ میں تمہیں کچھ دوں گا اور جب واپس آتا ہے

تو یوں کہکر ٹال دیتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے اور اندھے سے کہتا ہے، کنویں سے ڈر اور چوپائے سے ڈر، حالانکہ اس کے سامنے کچھ نہیں ہوتا (۴) اور وہ شخص جس سے کسی کے گھر کا پتہ پوچھا جاتا ہے تو وہ دوسری طرف رہنمائی کرتا ہے۔

چار خیر وبرکت کی اشیاء:

(۷)عن ابن عباس أن النَّبِیَّ ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ۔ قال أربعٌ من أُعۡطِیَهُنَّ فقد أُعۡطِیَ خیری الدُّنۡیَا والآخرةِ قَلۡباً شَاكِراًو لساناً ذاكِراً وبدناً علی البلاءِ صابراً وزوجةً لاتبغیه خوناًفی نَفۡسِهَا ولامالهِ۔ مجمع الزوائد ص/۲۷۳، ج/۴)(باب فی المرأة الصالحة وغیرها)

ترجمه:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو چار چیزیں عطا کی گئی تحقیق کے اسکو دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا کی گئی،

(۱) شکر کرنے والا دل۔

(۲) ذکر کرنے والی زبان۔

(۳) اور ہر مصیبت پر صبر کرنے والا بدن۔

(۴) اور ایسی بیوی جو خیانت وشرارت نہ کرے اپنی ذات میں اور نہ شوہر کے مال میں۔

تشریح:

اس حدیث پاک میں پہلی چیز قلب شاکر ہے شکر گزاری یعنی اللہ پاک کی نعمتوں کا

زبان و دل سے اقرار و اظہار بہت بڑی صفت ہے اللہ پاک شکر گزاروں کی تعریف و مدح فرماتے ہیں: ایک جگہ ارشاد باری ہے: ''اِعْمَلُوْ آلَ دَاؤدَشُکْراً وَقَلِیْلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّکُوْرِ ٭ ''

ترجمه:

اے داود شکر کرو پھر بہت کم بندے ہیں جو شکر گزاری کرتے ہیں اس حکم پر حضرت داوٗد مستقل عمل کیا کرتے تھے اور کثیر شکر کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ پاک کے سامنے عرض کیا کہ اے اللہ میں آپ کا شکر کرنے سے اپنے آپ کو قاصر پاتا ہوں، واقعی بندہ اللہ پاک کے احسانات و انعامات کا شکر ادا کرنے سے عاجز و قاصر ہے کتنا ہی شکر کرلے آخر کار اپنی عاجزی کا اقرار کرنا ہی پڑتا ہے اللہ پاک نے فرمایا ہمارے شکر گزار بندے کم ہیں لوگ اللہ پاک کی نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں مگر حق ادا نہیں کرتے اصل شکر یہ ہے کہ اللہ پاک نے جو نعمتیں دی ہیں ان کا استعمال بھی صحیح ہو اور زبان و دل سے اعتراف بھی کرے جب قلب میں اللہ پاک کی نعمتوں کی عظمت ہوگی، تو زبان سے اعتراف بھی کرے گا اور بار بار الحمد اللہ اس کی زبان پر ہوگا، شکر کرنے سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے: چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِذْ تَأَذَّنَ رَبُکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَأَزِیْدَنَّکُمْ'' وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِي لَشَدِیْدٌ ٭

ترجمه:

اگر شکر کروگے تو نعمتوں کو بڑھادوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو جان لو کہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔ (شکر موجبِ از زیادہ نعمت باری تعالیٰ ہے اور کفر باعث نقصان ہے۔

دوسری چیز ذکر اللہ کرنے والی زبان ہے اللہ پاک کا ذکر لسان سے بہت بڑی نعمت اور بابرکت شئی ہے اور اس کے ساتھ اگر دل کا ذکر اور مل جائے تو سبحان اللہ کیا کہنا ذکر قلبی کو ذکر لسان پر ستر گنا زیادہ فضیلت حاصل ہے یہی وجہ ہے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ذکر قلبی پر زور دیتے ہیں۔

تیسری چیز صبر، اس کے فضائل و برکات بہت ہیں صابرین کیلئے بشارتیں جگہ جگہ وارد ہوئی ہیں اور نیک بیوی کو خیر متاع الدنیا فرمایا ہے یعنی دنیا کی بہترین نعمت و دولت اور رَبَّنَا آتِنَافِی الدُّنْیَا کی تفسیر میں ایک قول الزوجة الصالحة بھی آیا ہے جس سے دین کے کاموں میں مدد ملتی ہو سکون و راحت بچوں کی پرورش وغیرہ برکات حاصل ہوں شوہر جب اسکو دیکھے خوش کردے گھر میں نہ ہو تو پوری حفاظت کرنے والی ہو۔

چارگراں بار اعمال:

(۸) عن عائشة قالت: كانَ أحبُّ الأعمالِ الیٰ رسولِ اللّٰهِ۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ أربعةٌ عَمَلانِ يُجْهِدَانِ نَفْسَه وَعَمَلَانِ يُجْهِدَانِ مالَهٗ فَاللَّذَانِ يُجهدانِ نفسَه، الصومُ والصلاةُ، واللَّذانِ يُجهدانِ مالَه الجهادُ والصدقةُ۔

(حلیۃ الأولیاء ص/۲۰۹ ج/۵)

ترجمه:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ تمام اعمال میں پسندیدہ عمل چار ہیں دو عمل ایسے ہیں

جن کا تعلق انسان کے نفس سے ہے اور وہ نفس کو مشقت میں مبتلا کرتے ہیں اور دو عمل ایسے ہیں جن کا تعلق انسان کے مال سے ہے اور وہ مال کو مشقت اور جہد میں ڈالتے ہیں وہ دو عمل جو نفس سے متعلق ہیں وہ روزہ اور نماز ہیں اور وہ دو عمل جن کا تعلق مال سے ہے وہ جہاد اور صدقہ ہے۔

یہاں یہ ارشاد کہ دو عملوں سے نفس کو مشقت اور تکلیف ہوتی وہ اس پر شاق وگراں گزرتے ہیں اور اسی طبعی گرانی پر ثواب کثیر حاصل ہوتا ہے اگر بالکل مجاھدہ نہ ہوتو ثواب میں زیادتی نہ ہوالا یہ کثرت عبادت سے جو مجاھدہ اور گراں ختم ہوکر لذت وحلاوت اولیاءاللہ کو حاصل ہوتی ہے وہ اور شئی ہے یہاں گفتگو عام طبیعتوں کو سامنے رکھ کر ہے کہ یہ دونوں اعمال عام طباع پر بھاری ہوتی ہیں بہرحال کثیر ثواب ملتا ہے نماز اورصوم میں اسی وجہ فرمایا گیا وانها لكبيرة الا على الخاشعين ۔ اور یقیناً نماز بھاری ہے مگر خشوع خضوع اختیار کرنے والوں پر اور صوم بسا اوقات گرمیوں میں بہت زیادہ گراں ہوتا ہے بہرحال اسپر ثواب بھی بہت ہے جس کے لئے فضائل صوم کا مطالعہ کیا جائے اور جہاد اور صدقات کے فضائل بہت زیادہ ہیں جن کے لئے مستقلاً کتابیں تالیف ہوچکیں ہیں وہ دیکھیں جائیں یہاں صرف اشارے کئے گئے ہیں۔

مدینہ کے کہسار یاد آرہے ہیں

غلامان سرکار یاد آرہے ہیں	وہ اعوان وانصار یاد آرہے ہیں
جو چون و چرا جانتے ہی نہیں تھے	خدا کے وفادار یاد آرہے ہیں
خدا ان سے راضی وہ راضی خدا سے	محبت کے بیمار یاد آرہے ہیں
ہے خود دین کو نازجن ہستیوں پر	وہی مجھکو دین دار یاد آرہے ہیں
جو پیتے تھے ہردم شرابِ محبت	وہی مجھکو میخوار یاد آرہے ہیں
مسخر ہوئے جن سے اغیار کے دل	وہ اخلاق وکردار یاد آرہے ہیں
وہ صدیق وفاروق وعثمان وحیدر	وہ ابرار واخیار یاد آرہے ہیں
لٹا دی خدا کے لئے ساری دولت	وہ امت کے سردار یاد آرہے ہیں
وہ دو نور والے رفیق پیمبرؐ	وہ عثمان زردار یاد آرہے ہیں
تھے حسان جو عاشق فخرِ عالم	ہمیں ان کے اشعار یاد آرہے ہیں
میں جنت کو بھی بھول بیٹھا ہوں اب تو	صحابہ کے گھر بار یاد آرہے ہیں
محبت صحابہ کی پیدا ہوجن سے	وہ اخبار وآثار یاد آرہے ہیں
تڑپنے لگا دل میرا اللہ اللہ	مدینہ کے کہسار یاد آرہے ہیں
وہ حرمین کے رات دن اللہ اللہ	وہ برکات وانوار یاد آرہے ہیں
غلامان احمد پہ قربان احمد	حقیقی وہ احرار یاد آرہے ہیں

(۵)

پانچ مضمون والی روایات:

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:۔

(۱)عن ابن عمر قال: قالَ رسولُ اللّٰہِ ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔بُنیَ الا سلامُ علیٰ خمسٍ شہادۃِ أن لاالٰہ الااللّٰہ وأنَّ محمداً عبدہ ورسولہ واقامِ الصلوۃِ وایتاءِ الزَّکٰوۃِ والحجِ وصومِ رمضانَ۔

(مشکوۃ ص/۱۲، ج/۱)

ترجمہ:

فرمایا رسول پاک ﷺ نے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) توحید ورسالت کا اقرار اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس بات کی گواہی دینا کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوۃ دینا (۴) حج کرنا (۵) رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

تشریح:

اس روایت میں ایمان کے ارکان کی تفصیل بیان کی گئی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان کے ارکان میں سے سب سے پہلی چیز توحید ہے توحید کا مطلب یہ ہے کہ دل کی گہرائی سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ایک جانے ان کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اس بات پر مکمل عقیدہ رکھتا ہو کہ اللہ پاک واحد ہیں یکتا ہیں سب سے بڑے ہیں سب سے اچھے ہیں۔

☆ وہ واحد ہیں وہ یکتا کوئی نہیں انکے جیسا ☆

☆ وہی خالق ہیں وہی مالک وہی رزاق ہیں ☆

انکی ذات تمام صفاتِ عالیہ کی جامع ہے تمام نقائص، تمام کمیوں تمام، برائیوں سے بالکل پاک وصاف ہے ہر قسم کے عیب سے بری ہے تمام کمالات اُنکی ذات میں موجود ہیں اور جس جس کو جو کمال نصیب ہوا وہ انہی کے کمالات کا معمولی جز ہے۔

بقول امام طحاویؒ کے اللہ پاک واحد لاشریک لہ ہیں ان کے مشابہ کوئی چیز نہیں ہوسکتی، **لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡئٌ ،لَامِثۡلَ لَہٗ،وَلَامِثَالَ لَہٗ،وَلَامَثِیۡلَ لَہٗ، لَاضِدَّ لَہٗ،وَلَانِدَّلَہٗ**، ان کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی وہ قدیم ہے ان کی ذات ازلی ہے ابدی ہے ،نہ انکی ابتدا کا علم ہے، نہ انکی انتہا کا پتہ ،فنا اور زوال سے پاک وصاف، انسان کے اوہام اُن کی ذات کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے، انسانوں کے افہام انکے ادراک سے عاجز ہیں آدمیوں کی عقلیں ان کو نہیں پاسکتیں اُسکے باوجود ہر دل میں اُن کا جلوہ کائنات کا ہر ذرہ اُن کے وجود کا شاہد عدل ہے۔

یعنی الظاہر، الباطن انکی شان، ہر چیز میں اُن کا ظہور، پھر باطن اُن کی شان عجیب اور نرالی ہے ہر چیز سے ظاہر، پھر باطن ہے، **حیٌ لایموت قیومٌ ولاینام رزاقٌ وخلاقٌ محیٌ و ممیتٌ**۔ جب چاہے زندہ کردے، جب چاہے جس کو ماردے نہ مارنے میں کوئی خوف اور نہ زندہ کرنے میں کوئی مشقت آسمانوں وزمینوں اُوپر نیچے کائنات کے ہر ہر ذرہ میں اُنہی کا حکم اُنہی کا آرڈر چلتا ہے۔

اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

أَلاَ لَہُ الۡخَلۡقُ والۡاَمۡرُ تَبَارَکَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعَالَمِیۡنَ ۰

ان کے علاوہ اور کوئی معبود ہوتا تو آسمان زمین کا سارا نظام درہم برہم ہوجاتا ارشاد باری تعالیٰ ہے **لَوۡ کَانَ فِیۡھِمَا اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا**.

(الآیۃ۔پ۱۷س انبیاء آیت نمبر۲۲)۔

اور اللہ پاک کے ساتھ اور بھی کوئی معبود ہوتا تو وہ اپنے بندوں کو اپنے ساتھ لیجاتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتے۔

مسئلۂ توحید اتنا اہم ہے کہ وہ ساری عبادات اور طاعات کی بنیاد ہے اور تمام اعتقادات کا لب لباب ہے، تمام عبادات کی جان اور تمام قربات کی جڑ ہے تمام انبیاء (علیھم الصلاۃ والسلام) کی دعوت وتبلیغ کا نقطۂ اساس کلمۂ اُولی توحید ہی رہا ہے توحیدِ خالص اور تام وہ ہے کہ دل کی گہرائی میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے متعلق عظمت کا، کبریائی کا، یعنی بڑائی اور یکتائی کا وہ درجہ موجود ہو کہ اُن کے ساتھ کسی کو بھی خاطر میں نہ لاتا ہو اور یہ کیفیت دل کی گہرائی میں راسخ ہوچکی ہو، زبان سے نیز اعضاء وجوارح سے بار بار اظہار بھی کرتا ہو اگر زبان اور عضاء وجوارح سے کوئی ایسا کام کریگا جو اسکی قلبی کیفیت کے خلاف ہو تو توحید میں خلل پیدا ہوگا اور اگر دل کے اندر ہی یہ کیفیت موجود نہ ہو تو یہ توحید منافقانہ توحید ہوگی کہ صرف زبان سے کہتا ہے اور دل میں اللہ عزوجل کی ذات پاک اور صفات عظمی اور کمالات عالیہ کا یقین نہیں رکھتا ہے۔

پھر توحید ہی کیسی ہوگی توحید کے حقیقی مرتبہ پر آنے کے بعد اور توحید کی لذت اور

ذائقہ چکھنے کے بعد اس بات کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے کہ اللہ کے غیر سے مدد مانگی جائے اور اسکے سامنے جھکا جائے اور اس غیر کیلئے ناز و نیاز کیا جائے ان کے علاوہ کسی کو نافع اور ضار سمجھا جائے۔

شعر

☆ نافع اور ضار جز اللہ نہیں ہے کوئی ☆
☆ مؤمن ہو کے پھر شرک سے تجھ کو کیا کام ☆

توحید کی لذت صحابہ کرام سے پوچھو ان کے قلوب میں توحید کی تجلی حضور پاک ﷺ کی برکت سے ایسی واقع ہوئی جس نے ان کے قلب دماغ کو منور کر دیا اور توحید کی لذت سے ایسے آشنا ہوئے کہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار ہو گئے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ فاتح توحید جب کسی اقلیم میں اپنی پوری طاقت کے ساتھ جلوہ افروز ہو جاتا ہے تو تمام چیزیں خاکستر ہو جاتی ہیں اور اس اقلیم میں صرف اسی کی حکومت و سلطنت باقی رہ جاتی ہے۔

یاد رکھئے کہ توحید کے کمال کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہو سکتی چاہے اسکی عبادت رات دن ہی کیوں نہ ہو پھر توحید کے کمال حاصل ہونے کے بعد رسول اکرم ﷺ کی پیروی از حد ضروری ہے رسول پاک ﷺ کی اتباع کے بغیر توحید کے حقیقی انوار و برکات کا حاصل ہونا ناممکن ہے کیونکہ رسول پاک ﷺ ہی توحید کے حقائق کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے تو توحید پر چلنے کا جو راستہ اور طریقہ آپ نے فرمایا وہ سب سے اکمل اور احسن طریقہ ہے۔

شعر

☆ اسکو مل ہی نہیں سکتا کبھی توحید کا جام ☆
☆ جسکی نظروں سے ہو پوشیدہ رسالت کا مقام ☆
☆ یوں تو قادر قیوم کی رحمت ہے عام ☆
☆ پر مقدر سے ملا کرتا ہے توحید کا جام ☆

از / عرفان محبت

الغرض!

توحید تمام ادیان و ملل کا ایک متفق علیہ عقیدہ ہے۔

دوسری چیز توحید کی تکمیل کے ساتھ ساتھ رسالت کا عقیدہ ہے اگر کوئی شخص صرف توحید کا قائل ہو اور رسالت پر ایمان نہ ہو تو اس کا ایمان معتبر نہیں ہے رسول پاک ﷺ کی ذات بابرکت پر ایمان لائے اس حیثیت سے آپ اللہ کے سب سے بڑے سچے اور اچھے پیغمبر ہیں تمام ظاہری باطنی کمالات آپ کی ذات میں موجود ہیں، آپ بشر ہیں لیکن آپ کی بشریت سب انسانوں سے اعلیٰ اور مکمل ہے بقول شیخ ابو الحسن شاذلیؒ کے۔

بشر لا کَکُلِ البشر بل کالیاقوت بین الحجر یعنی آپ بشر ہیں لیکن آپ کی بشریت تمام انسانوں کی بشریت کی طرح نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں میں سب سے اعلیٰ و اکمل ترین بشریت ہے رسالت کے ساتھ آپ کی بشریت کا عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے، تب ایمان درست ہو گا۔ کذا فی مراقی الفلاح

دوسری چیز جواس حدیث پاک میں بیان کی گئی ہے وہ ہے نماز نماز کو قائم کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ تمام شرائط، فرائض، واجبات، آداب اور مستحبات واوقات تخشع وتضرع کی کیفیت کے ساتھ ادا کرے تب حقیقت میں وہ نماز قائم کرنے والا شمار ہوگا نماز کے سلسلہ میں بہت سی تفصیلات گذشتہ احادیث کی شرح میں گزر چکی ہیں۔

تیسری چیز ! اسلام کا عظیم الشان رکن جو اس حدیث میں بیان کیا ہے وہ زکوۃ ہے زکوۃ کی اہمیت وعظمت پر قرآن میں بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے جن فضائل واحکامات، زکوٰۃ کی عدم ادائیگی پر وعیدات مذکور ہوئی ہیں یہاں ان امور میں سے چند چیزیں لکھی جاتی ہیں۔

نیز اللہ پاک ارشاد فرمارہے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنْفِقُوْنَهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ۰

اور جولوگ گاڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو ان کو خوشخبری سنادے دردناک عذاب کی، جس مال کی زکوۃ ادا نہ کی گئی ہو وہ گنجا سانپ بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائیگا اور کہا جائیگا یہ تیرا مال ہے جس کی تو نے زکوۃ نہیں دی تھی۔

نیز فرمایا رسول پاک ﷺ نے ہر وہ مال جو ساتوں زمینوں کے نیچے ہو اور تو نے اس کی زکوہ دیدی وہ کنز نہیں ہے اور جس مال کی تو نے زکوۃ نہیں دی اگر چہ وہ ظاہر ہو وہ کنز ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۶۴)

حضرت انسؓ سے منقول ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا مالداروں کیلئے ہلاکت ہے قیامت کے دن فقراء وغرباء رب العزت والجلال کے دربار میں عرض کریں گے اے ہمارے رب ان لوگوں نے ہمارے وہ حقوق نہیں دیئے تھے جو ان پر فرض کئے گئے تھے حق تعالی فرمائیں گے میری عزت وجلال کی قسم میں تم کو تمہارے وہ حقوق ضرور دلواؤں گا اور ان کو اپنی رحمت سے دور کردونگا پھر نبی پاک نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُوْمٌ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۰

اور انکے اموال میں حق تھا مانگنے والے کا اور غریب کا یعنی جو انکو دینا چاہئے تھا جسکے نہ دینے کی وجہ سے وہ گناہ گار بنیں گے نیز نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا جب بھی ایمان والے کا مال ھلاک ہوتا ہے وہ زکوۃ نہ دینے کی وجہ سے ہی ھلاک ہوتا ہے نیز فرمایا رسول پاک ﷺ نے جب لوگ زکوۃ روک لے تے ہیں اللہ پاک بارشیں روک لے تے ہیں۔ (مجمع الزوائد ص ۶۲،۶۳، ج ۳)

نیز فرمایا رسول پاک ﷺ نے زکوۃ کو روکنے والا جھنم میں جائے گا نیز حضرت عبداللہ ابن عمر نے فرمایا کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ نماز کا معاملہ ظاہر میں رکھا گیا اسلئے لوگ اسکو پڑھ لیتے ہیں اور زکوۃ کا معاملہ پوشیدہ رکھا گیا ہے اس لئے لوگ اسکو کھا جاتے ہیں ایسے لوگ منافقین ہیں۔ (مجمع الزوائد)

نیز فرمایا رسول پاک ﷺ نے جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان رکھتا ہو اسکو چاہئے کہ اپنے مال کی زکوۃ ادا کرے۔

نیز فرمایا حضرت عبداللہ ابن مسعود نے جس شخص نے مال حلال کمایا ہو لیکن اسکی

زکوۃ نہیں دی تو مال خبیث بن جائے گا اور جس شخص نے مال خبیث کمایا ہو اور اس کی زکوۃ دی تو وہ زکوۃ دینے سے پاک نہیں ہوگا۔ (مجمع الزوائد ص ۶۴/۶۵/ ج ۳/)

نیز فرمایا کرتے تھے عبداللہ ابن مسعودؓ کہ اللہ پاک نے ہمیں نماز قائم کرنے کا زکوۃ دینے کا حکم فرمایا لہذا جو آدمی زکوۃ نہیں دیگا تو اس کی نماز بھی قبول نہیں ہوگی۔

چوتھی چیز ! چوتھا اسلام کا عظیم رکن روزہ ہے جس کے سلسلے میں آیات و احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے یہاں صرف ایک آیت ذکر کی جاتی ہے ،

يَـا أَيُّهَـا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥ (پ/۲ سورۂ بقرہ)

اے ایمان والوں فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسا کہ فرض کیا گیا تم سے اگلوں پر تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

مِنْ قَبْلِكُمْ کا جملہ روزہ سے متعلق ہے جو ارکان اسلام میں داخل ہے اور نفس کے بندوں ہوا پرستوں کو نہایت ہی شاق ہوتا ہے اسلئے تاکید واہتمام کے الفاظ سے بیان کیا گیا اور یہ حکم حضرت آدم کے زمانہ سے اب تک برابر جاری رہا ہے۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی روزہ سے نفس کو اسکے مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑے گی تو پھر اس کو ان مرغوبات سے جو شرعاً حرام ہیں روک سکو گے اور روزہ سے نفس کی قوت وشہوت میں ضعف بھی آئے گا تو اب تم متقی بن جاؤ گے بڑی حکمت روزہ میں یہی ہے، روزے سے مقصود قوت نفسانی کو توڑنا ہے اور قوت روحانی کو بڑھانا ہے روزے سے قوت عقل میں اضافہ ہوتا ہے صبر کی طاقت بڑھتی ہے، دوسروں کے ساتھ غم خواری کا

جذبہ ابھرتا ہے فرشتوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے، صائم اللہ کا محبوب بن جاتا ہے ان میں سے بہت سے مضامین روایات میں وارد ہوتے ہیں مثلاً رمضان کے مہینے کو **شہر الصبر** : کہا گیا شہر المواسات کہا گیا اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جنت کے ابواب کھول دئے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں۔

اللہ پاک کی رضامندی حاصل ہوتی ہے لوگوں کو نیکیوں کی توفیق ہوتی ہے اچھائیوں کی طرف میلان عام ہو جاتا ہے برکتوں ورحمتوں کا نزول ہوتا ہے نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ۷۰/ ستر فرضوں کے برابر ہو جاتا ہے اور بہت ساری برکتیں ماہ رمضان میں محسوس ہوتی ہیں جو دوسرے مہینوں میں محسوس نہیں ہوتی نیز روزے کا ثواب بہت زیادہ ہے حدیث قدسی ہے۔

الصوم لی وأنا أجزى به روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی روزے کا بدلہ دونگا باقی تفصلات فضائل صوم میں دیکھی جائے۔

پانچویں چیز : جو اس حدیث پاک میں بیان کی گئی ہے وہ حج ہے! جو اسلام کے ارکان میں سے ایسا عظیم الشان ایک رکن ہے جس سے اسلام کے ارکان کی تکمیل ہوئی۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإسْلَامَ دِيْناً ٥

اسی رکن کے بعد نازل ہوا جس میں دین کے مکمل ہونے کی بشارت دی گئی حج کے اندر عشق کا مظاہرہ ہے حج ایک ایسی عبادت ہے جس میں اللہ کے جلال و جمال نوال کے سمجھنے کا خوب موقع ہوتا ہے اور اللہ پاک کے خصوصی الطاف وخصوصی عنایات سے فیضیاب ہونے کا بہترین موقع ہوتا ہے۔

صاحب دل حضرات حج کے موسم میں اپنی باطنی بصیرت اور باطنی آنکھ سے جو کچھ دیکھتے ہیں وہ اوروں کو نظر نہیں آسکتا جب تک کہ ان کو یہ کیفیت حاصل نہ ہو جو کیفیت ذکر اللہ سے حاصل ہوتی ہے عوام الناس کا حج ظاہری ارکان کی ادائیگی تک محدود رہتا ہے اور وہ بھی ٹھیک سے ادا کرلیں تو غنیمت ہے یہی بہت بڑی بات ہے کہ وہ حج کے ظاہری ارکان ہی صحیح صحیح ادا کرلیں اور اہل اللہ انوار الٰھیہ اور تجلیات ربانیہ کا مشاہدہ کرتے ہیں باقی تفصیلات حج کے سلسلہ میں فضائل حج میں دیکھیں۔

وہ پانچ چیزیں جو فطرت میں سے ہیں:

(۲) عن أبي هُريرةَ قال: قالَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اَلْفِطْرَةُ خمسٌ اَلْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيْمُ الْأَظْفَارِ وَنَتْفُ الاِبطِ. (مشکوۃ ۳۸۰، بخاری ص/۸۷۵، ج/۲)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ چیزیں فطرت

میں داخل ہیں ایک تو ختنہ کرانا، دوسرے زیر ناف بالوں کو صاف کرنے کیلئے لوہے (یعنی استرے وغیرہ) کا استعمال کرنا، تیسرے لبوں کے بال ترشوانا، چوتھے ناخون کٹوانا اور پانچویں بغل کے بال صاف کرانا۔

تشریح:

پہلی چیز جو اس حدیث پاک میں بیان کی گئی ہے وہ ہے ختنہ کرانا، ختنہ اسلام کا شعار ہے اور اتنی اہم چیز ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اسکا حکم دیا تو انہوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں اس قدر جلدی کی کہ ایک لوہے کا بسولہ لیکر ختنہ کرلی حالانکہ اس وقت انکی عمر ۸۰/سال تھی، ظاہر ہے کہ انکو اس عمل میں تکلیف بھی ہوئی ہوگی مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں انہوں نے ذرا بھی تاخیر کرنا صحیح نہیں سمجھا۔

مشکوۃ شریف ص/۵۱۶، ج/۲۔

اس سے ختنہ کی اس قدر اہمیت معلوم ہوتی ہے چنانچہ اس زمانہ میں ختنہ کے فائدہ کو دیکھ کر غیر مسلم لوگ بھی اپنے بچوں کی ختنہ کرانے لگے ہیں ختنہ امور فطرت میں سے ہے تمام انبیاء نے اپنی قوم کو اسکی ترغیب دی ہے اور وہ چیز جسکی تمام امتوں کو ترغیب دی جاتی ہے وہی امرِ فطرت ہوتا ہے، ختنہ کا وقت بہتر یہ ہیکہ بچپن میں ہی ختنہ کرائی جائے کیونکہ بڑے ہونے کے بعد ختنہ میں دشواری ہوتی ہے اسلئے بچپن میں کرادینا مناسب ہے۔

دوسری چیز استحداد بیان کی گئی استحداد کا مطلب ہوتا ہے لوہے کا استعمال زیر ناف کو صاف کرنے لئے کرنا، لوہے کا استعمال مقصود زیر ناف کی صفائی ہے چاہے وہ

لوہے سے ہو یا کسی اور چیز سے اسلئے کہ زیر ناف کا تعلق مرد اور عورت دونوں سے ہے اسلئے جس چیز سے بھی صفائی حاصل ہوجائے اسکا استعمال کرنا چاہئے جسکی مدت بعض علماء تو فرماتے ہیں کہ ہر چالس دن میں اسکی صفائی کرلی جائے اور بعض اکابر علماء کا یہ خیال ہے کہ ہر ہفتہ عشرہ کی مدت میں صفائی کرلینا چاہئے بالخصوص ان علامتوں میں جہاں بال جلدی بڑے ہوتے ہیں جلدی صفائی کرلینا چاہئے چالیس دن کا انتظار نہ کیا جائے۔

تیسری چیز مونچھوں کا کم کرانا یہ ان امور میں سے ہے جنکو شریعت نے پسند کیا ہے حضور پاک ﷺ نے کثرت کے ساتھ ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھوں کو کم کرانے کی ترغیب دی ہے بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھوں کو کم کراؤ اور مشرکین کی مخالفت کرو کیونکہ مشرک لوگ مونچھوں کو بڑھاتے ہیں اور ڈاڑھی کو کٹاتے ہیں انکو دیکھ کر ہمارے بہت سے مسلمان بھائی بھی ایسا کرنے لگے ہیں جو خلاف سنت ہے جو محبوب رب العالمین ﷺ کی سنت کے منافی ہے اور دشمنوں کی مشابہت اپنانا اچھا نہیں بہت نقصان دہ ہے محبوبؐ کی صورت وسیرت اختیار کرنے سے ہی نجات اور عنداللہ محبوبیت حاصل ہوسکتی ہے۔

جو شخص اللہ کے دشمنوں کی مشابہت اختیار کرے پھر اللہ پاک کا محبوب بننا یہ کیسے ہوسکتا ہے اے مسلمان اگر تجھے اللہ سے محبت ہے تو اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی سنتوں سے کیوں تو اعراض کرتا ہے، صورت وسیرت میں رسول پاک ﷺ کی اتباع و تقلید ضروری ہے اسی پر مدار نجات ہے۔

چوتھی چیز ناخنوں کا تراشنا ناخنوں کا تراشنا بھی ان کاموں میں سے ہے جو شریعت کی نظر میں محبوب ہے سنت اور فطرت سلیمہ کے مطابق ہے ناخنوں کی صفائی بہت ضروری ہے جو شخص لمبے ناخن رکھیگا تو اسکے اندر میل کچیل ہوگا ان ہی سے وہ کھائے گا اور وہ پیٹ میں جائے گا جس سے بیماری پیدا ہوگی ناخنوں کی ہیئت جانوروں کے مشابہ ہوجائے گی اس لئے ناخنوں کو تراشنا بہت ضروری ہے بعض صوفیاء نے ناخنوں کو تراشنے میں ایک مخصوص طریقہ ذکر کیا ہے جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی نے الاربعین میں ذکر کیا ہے یہ چیز سنت سے ثابت نہیں ہے البتہ اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس طریقہ سے بھی ناخن کو تراشے سنت پر عمل کرنے والا شمار ہوگا۔

پانچویں چیز اس حدیثِ پاک میں جو بیان فرمائی گئی ہے وہ بغل کے بال اکھاڑنا ہے حدیث پاک میں جو لفظ استعمال فرمایا گیا ہے اس کے معنی اکھاڑنا ہے لیکن کاٹنے والی چیز سے کاٹنا بھی درست ہے لیکن اکھاڑنا زیادہ افضل ہے اور چونکہ مقصود نظافت ہے اس لئے کسی بھی چیز سے ان بالوں کا صاف کرنا درست ہوگا۔

اس حدیث پاک سے اس بات پر کس قدر روشنی پڑتی ہے کہ شریعت مقدسہ کو بدن کی صفائی کا اس قدر اہتمام ہے کہ شاید و باید کسی شریعت میں اتنا زور دیا گیا ہو اس سے اسلام کی تعلیمات کی خوبی ظاہر ہوتی ہے مقصد یہ ہے کہ اسلام جہاں بدن کی باطنی صفائی پر زور دیتا ہے وہیں بدن کی ظاہری صفائی پر بھی زور دیتا ہے تاکہ انسان ظاہری و باطنی پاکی کے ذریعہ اللہ پاک کا قرب حاصل کرلے اور اس کو ذات پاک کے قرب میں کوئی دشواری نہ ہو۔

اس حدیث پاک کے علاوہ دوسری احادیث میں امورفطرت کی تعداد دس بھی وارد ہوئی ہیں ان روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے جتنا جتنا رسول پاک ﷺ کو علم ہوتا گیا آپؐ ارشاد فرماتے گئے لہذا ان روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے جہاں دس فرمایا گیا ہے اس حدیث کے دوسرے اورطرق میں جوزیادتی ہے ان کی تشریح دوسری جگہ میں آئے گی، بہرحال یہ امورفطرت سلیمہ کو پسند ہیں، **انبیاء علیھم الصلاۃ والسلام** اورحضرات صالحین نے انکو پسند کیا اوراپنایا تھا اورایسے ہی امورفطرت کہلاتے ہیں۔

پانچ بہترین باتوں کی نصیحت:

(۳) عن أبي هريرةَ قال: قالَ رسولُ اللّٰهِ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ منْ يَأْخُذُ عَنِّي هٰؤلاءِ الكلماتِ فيعمل بِهِنَّ أويعلمُ من يعملُ بِهِنَّ قلتُ أنايارسولَ اللّٰهِ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَأَخَذَ بيدى فَعَدَّ خمساً فقالَ اتقِ المحارمَ تكنْ أعبدَ النَّاسِ وَارْضَ بماقَسَّمَ اللّٰهُ لَكَ تكنْ أغنى الناسِ وأحسنْ الىٰ جارِكَ تَكُنْ مُؤْمِناً وأحبَّ للنَّاسِ ماتُحِبُّ لِنَفْسِكَ تكنْ مُسْلِماً ولاتكثر الضحكَ يُميتُ الْقَلْبَ۔

(مشکوۃ المصابیح ص/۳۸۰/ج دوم)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کون شخص ہے جو مجھ سے پانچ باتوں کو سیکھے اور پھران پرعمل کرے یا اس شخص کو سکھائے جوان پرعمل کرنے والا ہو حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ یہ سنکر میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ وہ شخص میں ہوں حضوراکرم ﷺ نے یہ سنکر میرا ہاتھ پکڑا اوروہ پانچ باتیں شمار کیں اوران کواسطرح بیان فرمایا:

(۱) کہ تم ان چیزوں سے بچو جنکو شریعت نے حرام قرار دیا ہے اگرتم ان سے بچو گےتو تم لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گذار بندہ ہوجاؤ گے۔

(۲) تم اس چیز پر راضی وشاکر رہو جسکواللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں لکھ دیا ہے اگرتم تقدیرالٰہی پرراضی ومطمئن رہوگےتو تمہارا شمار تونگرلوگوں میں ہوگا یعنی جب بندہ اپنے مقسوم ومقدر پرراضی ومطمئن ہوجاتا ہے اورطمع وحرص سے پاک ہوکرزیادہ طلبی کی احتیاج نہیں رکھتا ہےتو وہ مستغنی اور بے نیاز ہوجاتا ہے اورتونگری کا اصل مفہوم بھی یہی ہے۔

(۳) تم اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کرواگرچہ وہ تمہارے ساتھ براسلوک کرے اگرتم ایسا کروگےتو تم کامل مومن سمجھے جاؤ گے۔

(۴) تم دنیا وآخرت سے متعلق جس چیز کو پسند کرتے ہو اس کو دوسرے سب لوگوں کے لئے پسند کرو اگرتم ایسا کروگےتو تم کامل مسلمان سمجھے جاؤ گے۔

(۵) اورتم زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کومردہ اورخدا کی یاد سے غافل بنادیتا ہے اگرتم ہنسنے سے اجتناب کروگےتو تمہارا دل روحانی وتروتازگی اورنور

سے بھرا رہے گا اور ذکر اللہ کے ذریعہ اس کو زندگی وطمانیت نصیب ہوگی اس روایت کو احمد اور ترمذی نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ۔

تشریح:

حدیث کے ابتدائی جملوں سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ علم بذات خود افضل و اشرف ہے کہ کسی شخص کا محض علم کا حامل ہونا اس کی فضیلت کی دلیل ہے ہاں اگر اس علم پر عمل پیرا ہونے کی دولت بھی نصیب ہو جائے تو اس سے بڑی کوئی سعادت ہی نہیں کہ علم کا اصل مقصود حاصل ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی عالم اپنے علم پر خود تو عمل نہ کرے البتہ تعلیم وتلقین کے ذریعہ اس علم کی روشنی دوسروں تک پہنچائے اور سیدھی راہ دکھانے کا فریضہ انجام دے تو اس کو اس صورت میں بھی ثواب ملتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بے عمل عالم کا لوگوں کو نیکی و بھلائی کی تلقین کرنا اور برائی سے روکنا درست ہے، مگر دوسری روایات سے ایسا کرنے کی سخت مذمت ہے اور ایسے عالم کو جو عمل نہ کرے بہت برا کہا گیا ہے۔

محارم کے مفہوم میں وہ چیزیں ہیں جن سے شرع نے منع فرمایا ہے خواہ وہ ممانعت حرمت کے طور پر ہو یا کراہت کے طور پر ہو یا خلاف اولیٰ ہو بہر حال جن چیزوں سے شریعت نے روکا ہے ان سب چیزوں سے بچنا ضروری ہے، تب جا کر عبادت کا مفہوم متحقق ہوگا، یعنی متقی بنے گا اور سب سے زیادہ عابد بنے گا کیوں کہ عبادت کی جان تقویٰ ہے بغیر عبادت کے تقوی بے جان ہے اللہ پاک نے بار بار اپنے سے ڈرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

يَـأَيُّهَـا الَّـذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ، اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور تقوی اختیار کرو یعنی اللہ کی نافرمانیوں سے ڈرو اور جن جن چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ان چیزوں پر چلتے رہو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ تقویٰ اسی چیز کا نام ہے اللہ پاک نے جن چیزوں کا حکم فرمایا ان کو کرنا اور جن چیزوں سے رکنے کا حکم فرمایا ان سے رکنا، بعض اکابر کا ارشاد ہے کہ تقویٰ اس کا نام ہے جس طرح تم اپنے ظاہر کو مخلوق کے لئے مزین کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اس سے زیادہ اپنے باطن کو اللہ کے لئے مزین کرنے کی کوشش کرو اور باطن مزین ہوتا ہے تقویٰ سے اور عبادات میں خشوع وخضوع سے حضرت امام شافعی فرماتے ہیں سب سے زیادہ نفع بخش تمام ذخائیر میں سب سے عمدہ ذخیرہ تقوی ہے، اَنْفَعُ الذَّخَائِرِ التَّقْوٰی، نیز ارشاد ربانی ہے، وَخَيْرُ الزَّادِ التَّقْوٰی وَاتَّـقُـوْنِ يَـآ أُولِي الأَلْبَابِ • بہترین توشہ تقوی ہی ہے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل مندوں اور اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت جگہ فرمایا ہے کہیں امر ہے اور کہیں متقیوں کیلئے فضیلت ہے، کہیں اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے انعامات اور بہت بشارتوں کے تذکرے ہیں مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازاً حَدَآئِقَ وَأَعْنَاباً • وَكَوَاعِبَ اَتْرَاباً • وَكَأْساً دِهَاقاً • لاَيَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْواً وَلاَ كِذَّاباً • جَزَآءً مِنْ رَبِّكَ عَطَاءً حِسَاباً • رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ وَمَابَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لاَيَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَاباً •

ترجمہ:

بے شک ڈرنے والوں کو انکی مراد ملنی ہے، باغ ہیں اور انگور اور نوجوان عورتیں ایک عمر کی ہیں اور پیالے چھلکتے ہوئے، نہ سنیں گے وہاں بک بک اور نہ جھٹلانا (مکرانا) بدلہ ہے تیرے رب کا دیا ہوا حساب سے، جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو انکے بیچ میں بڑی رحمت والا قدرت نہیں کہ کوئی اس سے بات کرے۔

(ترجمہ شیخ الہند پارہ ۳۰، سورۂ نباء، آیت ۳۰)

تقوی کے سلسلہ میں فضیلت تقوی نامی کتاب میں مؤلف نے بہت کچھ لکھا ہے تفصیلات وہاں دیکھئے اللہ تعالیٰ ہمیں متقی بننے کی توفیق عطا فرمائے اور تقویٰ کی صفت ہمارے اندر محقق فرمادے حقیقت میں تقوی بہت مشکل سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے لئے متقیوں کے پاس وقت لگانا پڑتا ہے تم جس چیز کو اپنے لئے پسند کرتے ہو کا مطلب یہ ہے کہ دین و دنیا کی بہتری و بھلائی کی جس چیز کو تم خاص طور پر اپنے لئے پسند کرتے ہو اس چیز کو دوسروں کے لئے بھی پسند کرو یہاں تک کہ کافر کے لئے ایمان اور فاجر کے لئے توبہ اور انابت کو پسند کرو۔ (مظاہر حق ۱۷۱/ج ۶)

وہ پانچ نعمتیں جنکے بارے میں قیامت کے دن جواب دہی کرنی پڑیگی:

(۴) و عن ابن مسعود عن النبیِّ ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ۔ قال لاتزول قدما ابن اٰدم یوم القیٰمۃ حتی یُسئل عن خمس عن عُمُرِہٖ فیما أفناہُ وعن شبابِہٖ فیما أبلاہ وعن مالِہ من أینَ اِکۡتَسَبَہٗ وفیما أَنۡفَقَہٗ وماذاعَمِلَ فِیۡمَاعَلِمَ۔ (مشکوۃ ص/۴۴۳ ج/دوم)

ترجمہ:

حضرت ابن مسعودؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن انسان کے پاؤں سرکنے نہیں پائیں گے اور اس کو بارگاہ رب العزت والجلال میں اسوقت تک کھڑا رکھیں گے جب تک کہ اس سے پانچ باتوں کا جواب لے لیا جائے گا۔

چنانچہ اس سے پوچھا جائیگا کہ اس نے اپنی عمر کس کام میں صرف کی؟ بالخصوص یہ کہ اس نے اپنی جوانی کو کس کام میں بوسیدہ کیا یعنی جوانی گویا نیا لباس ہے، جو رفتہ رفتہ پرانہ ہوتا ہے، اس نے مال کیونکر کمایا، یعنی اس نے دنیا میں جو کچھ مال و دولت اور روپیہ پیسہ کمایا وہ حلال وسائل و ذرائع سے حاصل کیا یا حرام ذرائع سے اس نے مال کہاں پر خرچ کیا یعنی اپنے مال اور پیسہ کو اچھے کاموں میں صرف کیا یا برے کاموں میں گنوایا اور یہ کہ اس نے جو علم حاصل کیا تھا اس کے موافق عمل کیا یا نہیں۔

حضرت ابودرداءؓ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک دن انھوں نے حضرت عویمر ؓ سے فرمایا کہ عویمرؓ (خیال کرو) قیامت کے دن تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب تم سے سوال کیا جائے گا کہ آیا تم عالم تھے یا جاہل اگر تم یہ جواب دوگے کہ میں عالم تھا تو پھر تم سے یہ پوچھا جائیگا کہ تم نے جو کچھ علم حاصل کیا اس کے موافق کیا عمل کیا؟ اور اگر تم نے یہ جواب دیا کہ میں تو جاہل تھا تو پوچھا جائیگا کہ تمہارے لئے جاہل رہنے کی وجہ کیا تھی اور تم نے علم کیوں حاصل نہیں کیا۔

اس حدیث پاک میں ایسی تنبیہ ہے جو انسان کو صحیح انسان بنانے کے لئے کافی ہے یعنی یہی ارشاد اس قدر اہم ہے اسی پر عمل سے زندگی کا ہر کام درست ہوسکتا ہے۔

یہ حدیث پاک ان احادیث میں سے ہے جو **خیر الکلام ماقلّ ودلّ** کا مکمل مصداق ہے یعنی بات بہت مختصر اور اس قدر جامع ہے کہ اگر اس کی تفصیل میں جایا جائے تو گھنٹوں درکار ہونگے چند باتیں عرض کی جاتی ہیں، اس حدیث پاک میں اس بات کو سمجھایا گیا ہے کہ انسان کو اپنی زندگی کے تمام حصوں میں بالکل صحیح چلنا چاہئے اور زندگی کے ہر وقت کو اللہ پاک کی نعمت سمجھ کر استعمال کرنا چاہئے۔

کیونکہ وقت یہ ایسی چیز ہے جو منجانب اللہ ایک خاص لمٹ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور گیا وقت لوٹ کر نہیں آتا، جو لمحات زندگی کے ضائع ہوگئے، معصیت یا گناہ میں برباد کردیئے گئے، یا فضول گزار دیئے گئے تو قیامت کے دن ان لمحات پر بہت افسوس ہوگا اتنا افسوس کسی چیز پر نہیں ہوگا جتنا افسوس اس پر ہوگا۔

جیسا کہ حضرات علماء کرام نے فرمایا ہے **الوقت اثمن من الذهب** کہ وقت

سونے سے زیادہ قیمتی ہے، اسلئے وقت کی بہت زیادہ قدر کرنی چاہئے اور کسی بھی گھڑی کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے، ہر وقت اللہ پاک کی یاد میں گزرنا چاہئے اللہ پاک ہم سب کو ہر وقت اپنی یاد میں لگنے کی توفیق مرحمت فرمائیں! **اللّٰھم وفقنا لما تحب وترضی**

اے کاش اپنے وقت کو اللہ کی عبادت میں گزارتا ذکر وفکر میں لگاتا اور ان اوقات کو اللہ پاک کے انعامات حاصل کرنے کا ذریعہ بناتا ان اوقات میں تسبیحات و تہلیلات پڑھتا تو اللہ پاک کے یہاں اجر وثواب کے پہاڑ حاصل کرتا جیسا کہ ان لوگوں کو حاصل ہونگے جنہوں نے اپنے اوقات کی قدر کی تھی تلاوت میں استغفار میں توبہ میں ذکر وفکر میں اپنے وقت کو لگایا تھا! **اللّٰھم اجعلنا منھم**

بھر حال عمر بہت بڑی اللہ کی نعمت ہے پھر عمر کے مراحل میں بچپن جوانی اور بوڑھاپا تین دور آتے ہیں عموماً لوگ بچپن کو خرافات میں گذارتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ بعد میں کچھ کر لینگے کھیل وکود میں اور خرافات میں ان اوقات کو گزارا جاتا ہے یہاں تک کہ جوانی کا دور آجاتا ہے جب بچپن میں خرافات کے عادی بن جاتے ہیں تو جوانی میں ان عادتوں کی تبدیلی بہت دشوار بن جاتی ہے اور بچپن کی بری عادتیں چھوڑنے میں بہت بڑی مشکل سامنے آتی ہے کتنے لوگوں کو بچپن سے فلم بینی کی عادت ہوتی ہے کتنے لوگوں کو نمازوں سے غفلت یہاں تک کہ نماز کی اہمیت ان کے دلوں سے غائب ہوجاتی ہے برے دوستوں غلط صحبتوں نے غیر اسلامی حرکات وسکنات کو دلوں ودماغ پر اس قدر چڑھا دیا ہوتا ہے کہ جوانی میں شباب کے جوش میں خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور وہ بری عادتیں جوانی کے زمانہ میں جب ظاہر ہوتی ہیں تو پورا معاشرہ متعفن ہوجاتا ہے۔

اگر توفیق الٰہی نے کچھ ساتھ دیا ہو تو اچھے ساتھی اچھے دوست کی طرف میلان ہو جاتا ہے اور اہل اللہ کی طرف جانے کا موقع مل جاتا ہے اور توبہ و استغفار کی توفیق ہو جاتی ہے لیکن اگر یہ سب اسباب سعادت میسر نہ آئے تو پھر اس کی تمام جوانی فسق و فجور غلط امور میں گذر جاتی ہے اور اللہ پاک کی ناراضگی کا مستحق بن جاتا ہے یہاں تک کہ بڑھاپا آ جاتا ہے اس میں بھی بہت سے لوگ اپنی پرانی عادتوں پر ہی چلتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو اپنی اصلاح کا کچھ خیال ہو جاتا ہے اگر بڑھاپے میں بھی اپنی اصلاح کی توفیق نہ ہوئی اور آخرت کا فکر نہیں ہوا تو پھر خسران ہی خسران ہے اور نقصان ہی نقصان ہے اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس طرح حاضر ہوگا کہ اللہ پاک اس پر ناراض ہونگے اور فرمائینگے:

اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَایَتَذَکَّرُ فِیْهِ مَنْ تَذَکَّرَوَجَآءَکُمُ النَّذِیْرُفَذُوْقُوْا فَمَالِظَّالِمِیْنَ مِنْ نَصِیْرٍ ۰

ترجمہ:

کیا ہم نے تمکو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر لیتا اور تمہارے پاس ایک ڈرانے والا آ چکا تھا لھذا تم عذاب کو چکھو اب ظالموں کے لئے کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا۔

لھذا انسان کو چاہئے تھا کہ اپنی زندگی کو کامیاب بناتا یعنی اعمال صالحہ میں لگاتا اور تمہارے پاس تو نذیر بھی آیا تھا نذیر کی تفسیر میں مفسرین نے فرمایا ہے نذیر سے مراد قرآن کریم ہے اور کہا گیا ہے کہ نذیر سے مراد رسول کریم ﷺ ہیں اور کہا گیا ہے کہ نذیر

سے مراد بڑھاپا ہے یہ تینوں ہی نذیر ہیں جس کو سنبھلنا ہو اس کیلئے قرآن کریم کی تنبیہات بہت کافی ہیں اور رسول پاک ﷺ کے ارشادات میں اس کے لئے بہت بڑی عبرت ہے اور بڑھاپا اس کے لئے بہت بڑا واعظ ہے اس کے بعد پھر کوئی منزل باقی نہیں ہے جس میں اس کو تیاری کا موقع مل سکے بچپن خرافات میں گزارا جوانی گزری بڑھاپا آیا اب اس کے بعد کوئی منزل باقی نہیں ہے جس میں اس کو تیاری کا موقع مل سکے۔

دوسری بات جو حدیث پاک میں بیان فرمائی گئی ہے وہ مال ہے جس کے بارے میں سوال ہوگا کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا شریعت کے مطابق کمایا کہ نہیں اور شریعت کے مطابق خرچ کیا کہ نہیں یہ دونوں کام بہت مشکل ہیں شریعت کے مطابق کمانا اور شریعت کے مطابق خرچ کرنا ان دونوں مرحلوں میں اکثر لوگ اس زمانہ میں ناکام ثابت ہو رہے ہیں نہ مال کمانے میں شریعت کا خیال رکھتے ہیں، نہ خرچ کرنے میں۔

ایک طبقہ تو وہ ہے جو بالکل ہی غلط طریقہ سے مال کماتا ہے چوری، ڈاکہ، غصب، سود اور اسطرح کے ناجائز اور حرام طریقہ اختیار کئے ہوئے ہے جس سے ایک بہت بڑے طبقہ کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

ایک طبقہ وہ ہے جو تجارت و کاروبار کرتا ہے لیکن اس میں شریعت کے اصول اور طریقوں کو مدنظر نہیں رکھتا یہ لوگ پہلے طبقہ سے بسا غنیمت ہیں لیکن تجارت میں اصول شریعت کو مدنظر نہ رکھنے کی وجہ سے تجارت کے فضائل سے محروم ہیں اگر تاجر لوگ تجارت کے باب میں شریعت کے اصول کو مدنظر نہیں رکھیں گے تو گنہگار ہونگے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ کا بازار میں تشریف لے جانا:

آپ ﷺ نے تاجروں سے مخاطب ہوکر فرمایا: یَامَعَاشِرَ التُّجَّارِ تُبْعَثُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰی بَرَّ وَصَدَقَ.

یعنی اے تاجروں تم قیامت میں فاجر وفاسق کی صورت میں اٹھو گے ہاں مگر جو اپنی تجارت میں اللہ سے ڈرتا رہا یعنی اصول شریعت پر چلتا رہا اور سچائی وامانتداری سے تجارت کرتا رہا تو ایسے لوگ امید ہے کہ انبیاء کے ساتھ محشور ہونگے اور ایک اور چیز جو اس حدیث پاک میں بیان فرمائی گئی ہے وہ علم ہے یعنی اپنی معلومات پر عمل کرنا یعنی اس بات کا سوال ہوگا کہ جو اللہ پاک نے تم کو علم دیا تھا اس کے مطابق تم نے کتنا عمل کیا اور کس کے لئے کیا کیوں کہ علم سیکھنے کا اصل مقصد عمل کرنا ہے علم برائے علم مقصود نہیں ہے بلکہ علم برائے عمل مقصود ہے اگر عمل نہیں کیا تو یہ علم غیر نافع ہوجائے گا اور علم نافع وہی ہے جس پر عمل مرتب ہو اور علم پر عمل کرنے کا مسئلہ بہت اہم ہے اور فضائل ایسے عالم کے لئے ہیں جو ان پر عمل کرے اور جو عمل نہ کرے وہ بجائے فضائل کے وعیدات کا مستحق بن جائیگا اسلئے علم پر عمل کرنا بہت ضروری ہے علم بغیر عمل کے قبول نہیں ہوسکتا آج ایک بہت بڑا طبقہ صرف علم کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور عمل سے بہت دور ہوتا جارہا ہے اس روایت میں بہت بڑی تنبیہ ہے ان لوگوں کیلئے جو یہ ذہن رکھتے ہیں سوچنا چاہئے کہ آخرت میں سوال اس بات کا ہوگا کہ جو پڑھا تھا اس پر عمل کتنا کیا اس بات پر بار بار غور کرنے کی ضرورت ہے۔

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت سمجھو:

(۵) عن عمرو بن میمون الأ ودي قال: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لِرَجلٍ وَهُوَ يَعِظُهٗ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خمسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ. (مشکوۃ المصابیح ص/۴۴۱ ج/۲)

ترجمه:

حضرت عمرو ابن میمون اودی تابعی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو! یعنی پانچ حالتیں ایسی ہیں کہ وہ جب موجود ہوں تو ان کو ان پانچ حالتوں سے پہلے غنیمت سمجھو جو زمانہ آخرت میں پیش آنیوالی ہیں۔

(۱) بڑھاپے سے پہلے جوانی کو یعنی اپنے اس زمانہ کو غنیمت جانو اور اس سے پورا فائدہ اٹھاؤ جس میں تمہیں عبادت وطاعات کی انجام دہی اور خدا کے دین کو پھیلانے کی طاقت وہمت میسر ہو قبل اسکے کہ تمہارے جسمانی زوال کا زمانہ آجائے اور تم عبادت وطاعت وغیرہ کی انجام دہی میں ضعف وکمزوری محسوس کرنے لگو۔

(۲) بیماری سے پہلے صحت کو یعنی ایمان کے بعد جو چیز سب سے بڑی نعمت ہے وہ صحت وتندرستی ہے لہذا اپنی صحت وتندرستی کے زمانہ میں اگرچہ وہ بڑھاپے کے دور ہی میں کیوں نہ ہو اپنی دینی دنیاوی بھلائی کیلئے جو کچھ کرسکتے ہو کر گذرو۔

(۳) فقر وافلاس سے پہلے تونگری کو یعنی تمہیں جو مال ودولت نصیب ہے قبل اس کے کہ وہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے یا موت کا پنجہ تمہیں اس سے جدا کردے تم اسکو عبادت الٰہی اور صدقات وخیرات میں خرچ کرو اور اس دولتمندی خوشحالی کو ایک ایسا غنیمت موقع سمجھو جس سے تم اپنی اخروی فلاح وسعادت کیلئے بہت کچھ کر سکتے ہو۔

(۴) مشاغل وتفکرات میں مبتلاء ہونے سے پہلے وقت کی فراغت اور اطمینان کو (۵) موت سے پہلے زندگی کو اس روایت کو ترمذی نے بطریق ارسال نقل کیا۔

تشریح:

اغتنم کا لفظ اغتنام سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں غنیمت کا مال لینا اور غنیمت اصل میں تو اس مال کو کہتے ہیں جو مسلمانوں نے لڑکر اور حملہ کر کے حربی کافروں سے حاصل کیا ہو لیکن اس لفظ کا اطلاق اس چیز پر بھی ہوتا ہے جو کسی محنت ومشقت کے بغیر ہاتھ لگی ہو۔

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جوانی صحت دولت فراغت وقت اور زندگی ایسی چیزیں ہیں جو ہمیشہ ساتھ نہیں دیتیں، جوانی کے بعد بڑھاپے صحت کے بعد بیماری دولت کے بعد محتاجگی فراغت وقت کے بعد تفکرات ومشاغل اور زندگی کے بعد موت کا پیش آنا لازمی امر ہے لہذا جب تک یہ چیزیں پیش نہ آئیں موقع غنیمت جانو اور اس میں اپنی دنیاوی واخروی بھلائی بہتری کیلئے جو کچھ کر سکتے ہو اس سے غفلت اختیار نہ کرو۔

(مظاہر حق ص۲۰/ج۶)

امام بخاریؒ کا ایک شعر :

اِغْتَنِمْ فِیْ الْفَرَاغِ فَضْلَ رُکُوْعٍ

عَسٰی اَنْ یَکُوْنَ مَوْتُکَ بَغْتَةً

یعنی فارغ البالی کے زمانہ میں ایک رکوع وسجدہ کو بھی بہت غنیمت سمجھو ہوسکتا ہے کہ تمہاری موت اچانک آجائے جس کی وجہ سے کچھ کرنے کا موقع نہ رہے۔

مسلمان کے پانچ حقوق:

(٦) عن أبي هُريرة قال: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسلِمِ خَمْسٌ رَدُّالسَّلامِ وَ عِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسُ.

(مشکوۃ المصابیح ص/۱۳۳ج/اول)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں (۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیمار کی عیادت کرنا (۳) جنازہ کے ساتھ جانا (۴) دعوت قبول کرنا (۵) چھینکنے والے کا جواب دینا۔

تشریح:

مذکورہ بالا پانچوں چیزیں فرض کفایہ ہیں سلام کرنا سنت ہے اور وہ بھی حقوق اسلام میں سے ہے مگر سلام کرنا ایسی سنت ہے جو فرض سے بھی افضل ہے کیونکہ سلام کرنے سے نہ صرف یہ کہ تواضع وانکساری کا اظہار ہوتا ہے بلکہ یہ ادائے سُنت واجب کا سبب بھی ہے اور اس سے محبت کی زیادتی ہوتی ہے اور محبت جنت میں داخل ہونے کا سبب بنتی ہے جب کہ محبت **للّٰہ فی اللّٰہ** ہو۔

چنانچہ حدیث میں ارشاد مبارک وارد ہوا ہے:

لَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ حَتیٰ تُؤْمِنُوْا وَلَنْ تُؤْمِنُوْا حَتی تَحَابُّوْا وَلَا تَحَابُّوْا اِلَّا اَنْ تُفْشُوْا السَّلَامَ بَيْنَهُمْ.

یعنی کہ تم لوگ جنت میں داخل نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ ایمان لے آؤ اور مؤمن نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ آپس میں محبت نہ کرنے لگو اور آپس میں محبت نہیں ہوسکتی یہاں تک کہ آپس میں سلام کو پھیلاؤ گے تو محبت قائم دائم ہوگی جب **لِلّٰہ فی اللّٰہ** محبت ہوگی تو اسی کی برکت سے جنت میں داخلہ ملے گا۔

بیمار کی عیادت اور جنازہ کے ساتھ جانے کے حکم سے اہل بدعت مستثنیٰ ہیں یعنی روافض وغیرہ کی نہ تو عیادت کی جائے اور نہ ان کے جنازہ کے ساتھ جایا جائے۔

چنانچه ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے جب ان کو کوئی شیعہ یا کوئی تقدیر کا منکر یا کوئی فرقۂ جہمیہ میں سے سلام کرتا تھا جو پہلے زمانے کا ایک باطل فرقہ تھا تو وہ اسکے سلام کا جواب نہیں دیتے تھے۔

حلية الاولياء میں بہت سے بزرگوں کے متعلق ہے کہ وہ گمراہ فرقے اور گمراہ عقائد رکھنے والوں کو نہ سلام کرتے تھے اور نہ ان کو جواب دیتے تھے اور ان پر سخت ناراض ہوتے تھے۔

چنانچه روایت میں فرمایا گیا ہے کہ جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے دین کی عمارت کو منہدم کرنے میں تعاون کیا **مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَهٗ عَلٰى هَدَمِ الدِّيْنِ.**

دعوت قبول کرنے سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی مدد کیلئے بلائے تو اس کی درخواست قبول کی جائے اور اس کی مدد کی جائے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ دعوت قبول کرنیکا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مہمان داری اور ضیافت کے لئے مدعو کرے تو اس کی دعوت کو قبول کر کے اس کی طرف سے دی گئی ضیافت میں شریک ہوجائے، بشرطیکہ ضیافت بھی کسی حیثیت سے ایسی نہ ہو جس میں شرکتِ گناہ کا باعث ہو۔

جیسا کہ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو ضیافت محض از راہِ مفاخرت اور نام ونمود کی خاطر ہو اس میں شرکت نہ کی جائے، چنانچہ سلف یعنی صحابہ اور پہلے زمانہ کے علماء کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ایسی ضیافت کو پسند نہیں کرتے تھے۔

اگر ضیافت میں کوئی منکر چیز دیکھتے تو واپس چلے جاتے تھے اور نکیر کرتے تھے اس پر امام بخاری نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے، باب اذا رأى منكراً فلايُجيبُ.

چھینکنے والے کا جواب دینے کا مطلب یہ ہے کہ اگر چھینکنے والا **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ** کہے تو اس کے

جواب میں **يَرْحَمُكَ اللّٰهُ** کہا جائے،شرح السنہ میں لکھا ہے کہ اسلام کے ان تمام حقوق کا تعلق تمام مسلمانوں سے ہے جوخواہ نیک مسلمان ہوں یا بد،یعنی ایسے مسلمان جو گنہگار تو ہوں مگر مبتدع نہ ہوں، تاہم اس احتیاط اور امتیاز کو مدِ نظر رکھا جائے کہ بشاشت یعنی خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا اور مصافحہ کرنا صرف نیک مسلمان ہی کے ساتھ مختص ہونا چا ہئے ،فاجر بھی یعنی ایسے بداور گناہ گار مسلمان کے ساتھ جوعلی الاعلان معصیت وگناہ میں مبتلا رہتا ہے بشاشتِ مصافحہ ضروری نہیں ہے بلکہ تنبیہً بہتر نہیں ہے اگراس سے اس کی اصلاح کی امید ہواور اگر مصافحہ کرنے میں اور ملنے سے اصلاح کی توقع ہوتو پھر درست ہے اس بارے میں علماء اور مشائخ کے دونوں طرز ملتے ہیں جو سختی برتتے ہیں،ان کا سختی برتنا بھی تنبیہ کے لئے ہوتا ہے اور جو نرمی برتتے ہیں ان کا نرمی اختیار کرنا بھی اسی لئے ہے کہ قریب لاکر اصلاح کی جائے اس طرز کو دیکھ کر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں جو لوگ حقائق پر نظر رکھتے ہیں وہ بزرگوں کے معاملات کی تاویل اور توجیہ کر لیتے ہیں اور جن کو اعتراض کرنا ہے وہ تو اعتراض کرتے ہی رہتے ہیں۔ (مظاہر حق ص۳۳۶؍ج۲)

شہید کی پانچ اقسام:

(۷) عن أبي هُريرة قال: قال رسولُ اللّٰهِ ـ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ اَلشُّهَدآءُ خمسةٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِيْقُ وَصَاحِبُ الْهَدَمِ وَالشَّهِيْدُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۳۵؍ج؍اول)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا شہداء پانچ ہیں (۱) طاعون زدہ (۲) پیٹ کی بیماری (یعنی دست اور استسقاء) میں مرنے والا (۳) پانی میں بے اختیار ڈوب کر مرنے والا (۴) دیوار یا چھت کے نیچے دب کر مرجانے والا (۵) خدا کی راہ میں شہید ہونے والا۔

تشریح:

پانی میں ڈوب کر مرجانے والے اس شخص کو شہادت ملے گی جو بے اختیار و بلا قصد پانی میں ڈوب گیا ہو یعنی باارادہ خودکشی پانی میں نہ ڈوبے، اسی طرح اگر دریا میں کشتی ڈوب جائے یا ٹوٹ جائے اور سب لوگ یا کچھ لوگ دریا میں ڈوب جائیں تو ان میں سے اسی ڈوبنے والے کو ثواب ملے گا شہادت کا جو کسی گناہ ومعصیت کے ارادہ سے کشتی میں نہ بیٹھا ہو۔

اس حدیث میں پانچ قسم کے شہیدوں کا تذکرہ کیا گیا ہے لہٰذا اس سلسلہ میں یہ بات جان لینی چاہئے کہ حقیقی شہید صرف وہی شخص ہے جو اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کردے شہیدوں کی دیگر قسمیں حکمی ہیں یعنی وہ مرنے والے جو حقیقی شہید تو نہیں ہوتے ہاں انکی بے کسی و بے بسی کی بنا پر ان کو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔

اس موقع پر اس بات کی وضاحت یعنی ضرورت ہے کہ یہاں اس حدیث میں چار قسم کے حکمی شہیدوں کا ذکر کیا گیا ہے انکے علاوہ حکمی شہیدوں کی اور بھی بہت زیادہ قسمیں ہیں جن کے بارے میں دیگر مشہور احادیث میں ذکر کیا گیا ہے۔

چنانچہ بعض علماء مثلاً سیوطیؒ وغیرہ نے انکوایک جگہ جمع کیا ہے اس حدیث میں جوشہداءِ حکمی ذکر کئے گئے ہیں انکے علاوہ دوسرے حکمی شہداء یہ ہیں۔

ذات الجنب: یعنی نمونیہ کی بیماری میں مرجانے والا، جل کر مرجانے والا، حالتِ حمل میں مرجانیوالی عورت یا باکرہ مرجانے والی عورت وہ عورت جو حاملہ ہونے کے بعد سے بچہ کی پیدائش تک یا بچہ کے دودھ چھوڑنے تک مرجائے، سل یعنی دق کے مرض میں مرنیوالا، حالت سفر میں مرنیوالا گھوڑے سے گرکر مرنیوالا، سفر جہاد میں گھوڑے سے گرکر مرنیوالا، مرابط یعنی اسلامی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت کرنیوالا، گڑھے میں گرکر مرجانے والا، درندوں یعنی شیر وغیرہ کا لقمہ بن جانیوالا، اپنے مال اپنے اہل وعیال اپنے دین اپنے خون اورحق کی خاطر قتل کیا جانیوالا، دوران جہاد اپنی موت مرنیوالا، اور وہ شخص جسے شہادت کی پرخلوص تمنا اورلگن ہو اورشہادت کا موقع اسے نصیب نہ ہو اوراس کا وقت پورا ہوجائے اور شہادت کی تمنا دل میں لئے وہ دنیا سے رخصت ہوجائے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جس شخص کو حاکم وقت ظلم وتشدد کے طور پر قید خانہ میں ڈال دے اور وہ وہیں مرجائے تو وہ شہید ہے جو شخص مظلومانہ طریقہ پر زدوکوب کیا جائے اور وہ زدوکوب کی وجہ سے بعد میں مرجائے تو وہ شہید ہے اور جو شخص توحید کی گواہی دیتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردے تو وہ شہید ہے۔

حضرت انسؓ سے بطریق مرفوع روایت ہے کہ تپ (بخار) شہادت سے، حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ روایت کرتے ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ شہداء میں

سب سے زیادہ بافضیلت شہید کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جو ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہوکر اسے اچھا اور نیک کام کرنیکا حکم دے اور برے کام سے روکے اور وہ حاکم اس کو ماردے۔

حضرت ابوموسیٰؓ سے مروی ہے کہ جس کو گھوڑا یا اونٹ کچل اور روند ڈالے اور وہ مرجائے، یا زہریلے جانور کے کاٹنے سے مرجائے تو وہ شہید ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جس کو کسی سے عشق ہوگیا اور نہ صرف یہ کہ اس نے اپنے عشق میں پاکباز اور متقی رہا بلکہ اس نے اپنے عشق کو چھپایا بھی اور اسی حال میں اس کا انتقال ہوگیا تو وہ شہید ہے، آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی منقول ہے کہ جو شخص کشتی میں بیٹھا ہو دردِ سر اور قے میں مبتلا ہو تو اسے شہید کا اجر ملے گا۔

حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کیلئے غیرت و خودداری لازم رکھی ہے اور مردوں کے لئے جہاد ضروری قرار دیا ہے لہذا عورتوں میں سے جس عورت نے اپنی سوکن کی موجودگی میں صبر وضبط کے دامن کو پکڑے رکھا تو اسے شہید کا اجر ملیگا۔

حضرت عائشہ بطریق مرفوع روایت کرتی ہیں کہ جو شخص روزانہ دن میں پچیس مرتبہ یہ دعا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْمَا بَعْدَالْمَوْت پڑھے اور بستر مرگ پر اس کا انتقال ہوجائے تو اللہ تعالیٰ شہید کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

نیز حضرت ابن عمرؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جو شخص ضحیٰ یعنی اشراق وچاشت کی نماز پڑھے اور مہینہ میں تین دن روزہ رکھے اور وتر کی نماز نہ حالت سفر میں چھوڑے اور

نہ حالت قیام میں تو اسکے لئے شہید کا اجر لکھا جاتا ہے۔

اسی طرح امت میں عوامی طور پر اعتقادی و عملی گمراہی کے وقت سنت پر مضبوطی سے قائم رہنے والا اور طلب علم میں مرنے والا شہید ہے طلب علم میں مرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو حصولِ علم اور درس و تدریس میں مشغول ہو یا تصنیف و تالیف میں مصروف ہو اور یا محض کسی علمی مجلس میں حاضر ہو جس شخص نے اپنی زندگی اس طرح گذاری ہو کہ لوگوں کی مہمانداری و خاطر تواضع اسکا شیوہ رہا تو وہ شہید ہے۔

مُرتَث: یعنی وہ شخص جو میدان کارزار میں زخمی ہو کر فوراً نہ مر جائے بلکہ کم سے کم اتنی دیر تک زندہ رہے کہ دنیا کی کسی چیز سے فائدہ اٹھائے تو وہ بھی شہید ہے جو شخص مسلمانوں تک غلہ پہونچائے اور جو شخص اپنے اہل و عیال اور اپنے غلام و لونڈی کے لئے کمائے وہ شہید ہے ایسے ہی وہ جنبی جسے کافر میدان کارزار میں مار ڈالیں اور شریق یعنی وہ شخص جو گلے میں پانی پھنس جانے اور دم گھٹ جانے کی وجہ سے مر جائے وہ شہید ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جو مسلمان اپنے مرض میں حضرت یونس علیہ السلام کی یہ دعا پڑھے، لَااِلٰهَ اِلَّااَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ • چالیس مرتبہ پڑھے اور اسی مرض میں انتقال کرے تو اسے شہید کا ثواب دیا جاتا ہے اور اگر اس مرض سے اسے چھٹکارا مل جائے تو وہ اس حال میں صحت مند ہوتا ہے کہ اسکی مغفرت ہو چکی ہوتی ہے۔

یہ بھی حدیث میں وارد ہے کہ سچا اور امانتدار تاجر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ

ہوگا اور جو شخص جمعہ کی شب میں مرتا ہے وہ شہید ہے۔

نیز حدیث میں یہ بھی منقول ہیکہ بلا اجرت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اذان دینے والا مؤذن اس شہید کی مانند ہے جو اپنے خون میں لت پت تڑپتا ہو نیز وہ مؤذن جب مرتا ہے تو اسکی قبر میں کیڑے نہیں پڑتے ہیں۔

منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے جو شخص مجھ پر دس مرتبہ دورد بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر سو مرتبہ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور جو شخص مجھ پر سو ۱۰۰ مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی دونوں آنکھوں کے درمیان برأت یعنی نفاق اور آگ سے نجات لکھ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ رکھے گا، منقول ہے کہ جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ اور سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے مقرر کرتا ہے اور وہ اسکے لئے شام تک بخشش کی دعا کرتے ہیں اور وہ شخص اگر اس دن مر جاتا ہے تو اسکی موت شہید کی موت ہوتی ہے اور جو شخص یہ شام کو پڑھتا ہے وہ بھی اسی اجر کا مستحق ہوتا ہے، منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو وصیت کی کہ جب تم رات میں سونے کے لئے اپنے بستر پر جاؤ تو سورۂ حشر کی آخری آیتیں پڑھ لو اور فرمایا کہ اگر تم رات میں یہ پڑھنے کے بعد سوئے اور اسی رات میں مر گئے تو شہید کی موت پاؤ گے اوجز المسالک ص/۴۹۰، ج ۲ میں بھی یہ سب تفصیلات موجود ہیں۔

پانچ خصوصیات نبویہ:

(۸) عن جابرٍ قال: قالَ رسولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ أُعْطِیتُ خمسًا لم یُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي نُصِرْتُ بالرعبِ مسیرۃَ شهرٍ جُعِلَتْ لِیَ الْأَرْض مَسْجِداً وَطَهُوراً فَاَيُّمَا رجلٍ من أُمَّتِیْ أَدْرَكَتْهُ الصلوٰۃ فَلْیُصَلِّ وأُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ ولم تُحِلَّ لأحدٍ قَبْلِي وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً۔ (مشکوٰۃ ص۵۱۲/ج۲)

ترجمہ:

اورحضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی نبی اور رسول کو عطا نہیں ہوئی ایک تو مجھکو اس رعب کے ذریعہ نصرت عطا ہوئی ہے جو ایک مہینہ کی دوری پر اثر انداز ہوتا ہے، دوسرے ساری زمین کو میرے لئے مسجد اور پاک کرنیوالی قرار دیا گیا چنانچہ میری امت کا ہر وہ شخص جس پر نماز واجب ہے جہاں نماز کا وقت پائے (اگر پانی نہ ہو تیمّم کرکے) نماز پڑھ لے، تیسرے میرے لئے مال غنیمت کو حلال کیا گیا جو مجھ سے قبل کسی کے لئے حلال نہیں تھا، چوتھے مجھ کو شفاعت عظمیٰ عامہؑ کے مرتبہ سے سرفراز فرمایا گیا، اور پانچویں مجھ سے قبل ہر نبی کو خاص طور پر اپنی ہی قوم کے پاس بھیجا جاتا تھا جبکہ مجھکو روئے زمین کے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا۔

تشریح:

مجھ کو اس رعب کے ذریعہ نصرت عطا ہوئی ہے کا مطلب یہ ہیکہ اللہ تعالیٰ نے میرے اور اسلام کے دشمنوں اور مخالفوں کے مقابلہ پر مجھے اس خصوصیت کے ساتھ فتح و نصرت عطاء کرتا ہے کہ ان کے دلوں میں میرا رعب اور خوف پیدا ہوجاتا ہے اور وہ مجھ سے ایک مہینہ کی مسافت کی دوری پر بھی ہوتے ہیں تو میرے نام ہی سے ان کی ہمت پست ہوجاتی ہے اور مارے رعب کے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

ساری زمین کو میرے لئے مسجد کا مطلب یہ ہے کہ مجھ سے قبل کے رسولوں اور نبیوں کی شریعت میں ہر جگہ نماز پڑھنا اور عبادت کرنا درست نہیں تھا انکی نماز وعبادت کے لئے جو جگہ عبادت خانہ کے طور پر متعین اور مخصوص ہوتی ہے بس وہیں نماز وعبادت ہوسکتی ہے لیکن مجھے اس طرح خصوصیت عطا ہوئی کہ میں اور میری امت کے لوگ بیت الخلا وغسل خانہ اور مقبرہ کے علاوہ اور اس جیسے مقامات مثلاً مذبح خانہ، مین روڈ بیت اللہ کی چھت، ان مقامات پر نماز سے ممانعت صاف طور پر روایات میں وارد ہوئی ہے، پورے روئے زمین پر جس جگہ اور جہاں چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں الاّ یہ کہ کسی جگہ کی ناپاکی کا علم یقین کے ساتھ ہوجائے تو اس جگہ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح گذشتہ امتوں میں پانی کے بغیر پاکی حاصل نہیں ہوتی تھی لیکن ہمارے لئے یہ جائز قرار دیا گیا ہے کہ اگر کہیں پانی دستیاب نہ ہو تو پاک مٹی کے ذریعہ تم تیمّم کرکے پاکی حاصل کرلو۔

میرے لئے مالِ غنیمت کو حلال قرار دیا گیا، کی وضاحت یہ ہیکہ مال غنیمت کے بارے میں گذشتہ امتوں میں یہ معمول تھا کہ حاصل ہونے والا مالِ غنیمت اگر جانوروں کے علاوہ کسی اور جنس کا ہوتا تو اس کو جمع کر کے ایک جگہ رکھدیا جاتا اور پھر آسمان سے ایک آگ اُترتی اور وہاں جمع شدہ مال کو جلا کر واپس چلی جاتی اور اگر مالِ غنیمت مویشیوں اور جانوروں کے علاوہ ہوتا تو اس کے حقدار صرف وہی لوگ ہوتے تھے جو اس کو دشمنوں سے چھینتے اور اس پر قبضہ کرتے تھے، نبی اور رسول کو اس میں سے کچھ نہیں ملتا تھا لیکن ہمارے حضرت محمد ﷺ کے لئے نہ یہ کہ صرف خمس یعنی مالِ غنیمت کا پانچواں بلکہ صفی لینا بھی جائز کیا گیا صفی اس کو کہتے ہیں جو مال غنیمت میں سب سے اچھی ہو چنانچہ مال غنیمت میں جو چیز سب سے اچھی معلوم ہوتی تھی جیسے تلوار وغیرہ اس کو آپ ﷺ اپنے لئے مخصوص فرمالیتے تھے۔

مجھ کو شفاعتِ عظمیٰ عامہ کے مرتبہ سے سرفراز فرمایا گیا قیامت کے دن یہ مرتبہ خاص صرف آنحضرت ﷺ کو حاصل ہوگا اور شفاعت کے جتنے بھی مواقع اور مقام ہونگے وہ سب آنحضرت کے اسی مرتبہ کے تحت ہونگے، مجھ کو روئے زمین کے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا کے بارے میں یہ ذہن نشین رہے کہ آنحضرت ﷺ کی رسالت صرف انسانوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ آپ کی بعثت جنات کی طرف بھی ہوئی ہے، اسی طرح جنات کی بھی ہدایت فرمائی اسی لئے آپ ﷺ کو رسول الثقلین کہا جاتا ہے ہوسکتا ہے کہ جس وقت آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا اس وقت تک جنات کی طرف آپ کی بعثت نہ ہوئی ہو بعد میں ہوئی ہو اسی وجہ سے اس حدیث میں جنات کا ذکر نہیں کیا گیا

ہے، ان مذکورہ پانچ خصوصیات منسوبہ کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات ہیں جنکی تفصیل کے لئے خصائص کبریٰ اور مدارج النبوت وغیرہ دیکھنی چاہیئے۔

جمعہ کے پانچ فضائل:

(۹) عن أبي لُبابةَ بن عبدِالمنذر قال: قَالَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- اِنَّ يومَ الْجُمُعَةِ سيدُ الأَيَّامِ وأعظمُها عندَاللّٰهِ وهوأعظم عندَاللّٰهِ من يومِ الأضحٰے ويومِ الفطرِفی خمسِ خلالٍ خلقَ اللّٰهُ فيهِ آدمَ وأهبطَ اللّٰهُ فيهِ آدمَ الى الأرضِ وفيهِ تَوَفّى اللّٰهُ آدمَ وَفِيهِ ساعةٌ لَايَسْأَلُ العبدُ فيها شَيْأً اِلَّا أعطاهُ مالَمْ يَسْأَلْ حَراماً وَفِيْهِ تقومُ السَّاعةُ مامن ملكٍ مُقَرَّبٍ وَلَاسماۤءَ ولاأرضَ ولارياحَ ولَاجِبَالَ ولابحرَاِلَّا هُوَمُشْفِقٌ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ۔

(رواه ابن ماجة وروى احمد عن سعد بن معاذ ان رجلا من الانصارا تى النبى صلى الله عليه وسلم فقال اخبرنا عن يوم الجمعة ماذافيه من الخير قال فيه خمس خلال وساق الى آخرالحديث.

(مشکوۃ المصابیح ص۱۲۰ ج۲)

ترجمہ:

حضرت ابولبابہ ابن عبدالمنذرؓ راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کا دن اللہ کے نزدیک تمام دنوں کا سردار ہے اور تمام دنوں میں سب سے زیادہ باعظمت

ہے اور خدا کے نزدیک جمعہ کے دن کی عظمت عید اور بقرعید کے دن سے بھی زیادہ ہے اور اس دن کی پانچ باتیں ہیں جو اس کی عظمت اور فضیلت کی دلیل ہے (۱) اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی تخلیق فرمائی (۲) اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو جنت سے زمین پر اتارا (۳) اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو وفات دی (۴) اسی دن ایک ساعت آتی ہے کہ اس دن میں بندہ اللہ تعالیٰ سے حرام چیز کے علاوہ جو چیز بھی مانگتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور عنایت فرماتا ہے یعنی حرام مانگنا مقبول نہیں ہے (۵) اور اسی دن قیامت قائم ہوگی تمام مقرب فرشتے آسمان، زمین، ہوا، پہاڑ اور دریا سب جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں اس وجہ سے کہ قیامت جمعہ کے دن آنی ہے نہ معلوم کس وقت آجائے اور امام احمدؒ نے حضرت سعد ابن معاذؓ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ ایک انصاری صحابی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے عرض کیا کہ مجھے جمعہ کے بارے میں بتائے کہ اس دن کی کیا خوبیاں ہیں آپؐ نے فرمایا کہ اس دن کی پانچ باتیں ہیں باقی حدیث اوپر تک اسی طرح ذکر کی ہے۔

تشریح:

وفیہ خمس: اور اس دن کی پانچ باتیں ہیں جمعہ کے فضائل کے بیان میں تحدید اور حصر کے لئے نہیں فرمایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ جمعہ کے دن صرف یہی پانچ باتیں فضیلت کی ہیں، بلکہ اس دن کی اور بھی ایسی باتیں ہیں جو فضیلت کے اعتبار سے جمعہ کو تمام دنوں میں امتیاز بخشتی ہیں مثلاً منقول ہے کہ جنت میں حق تعالیٰ شانہ کی زیارت کا شرف بھی جمعہ کے دن حاصل ہوا کریگا یا اسی طرح اور دوسری باتیں منقول

ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کے ہبوط پر سلسلۂ انبیاء **علیہم السلام** واولیاء کرام کا جاری ہونا اور تمام نظام عالم قائم ہونا موقوف تھا اس وجہ سے یہ بھی فضیلت میں آتا ہے خاص طور پر ان کی اولاد میں سید عالم ﷺ کا وجود ہی ان کی فضیلت کے لئے کافی ہے

دین کے پانچوں ارکان پر عمل ضروری ہے

(۱۰) عن ابن عمر قال قال رسولُ اللّٰہ ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اَلدِّيْنُ خَمْسٌ لَايَقْبَلُ اللّٰه مِنْهُنَّ شَيْئاً دُوْنَ شَيْئٍ شهادةَ أن لااله الااللّٰهُ وأنَّ مُحَمَّداً عبدُه ورسوله وايمانٌ باللّٰهِ وملآئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ والجنةِ والنارِ والحياةِ بعدَ الموتِ هذه واحدةٌ والصلواتُ الخمسُ عُمُودُ الاسلامِ لايقبلُ اللّٰهُ الايمانَ اِلَّابالصلاةِ والزكاةُ طَهُوْرٌ مِنَ الذُّنُوْبِ لايقبلُ اللّٰهُ الايمانَ والصلاةَ والزكاةَ من مثلِ هٰولآءِ ثُمَّ جَآءَ رمضانُ فَتَرَكَ صِيَامَه مُتَعَمِّداً لَمْ يقبلِ اللّٰهُ مِنْهُ الايمانَ ولاالصلاة ولاالزكاةَ ومن مثلِ هولآء الأربعِ وَتَيَسَّرَلُه الحجُ فلمْ يحجَّ ولم يُوصَ بِحَجَّةٍ ولم يحجَّ عنه بعضُ أهلِهٖ لايقبلُ اللّٰهُ منه الايمانَ ولا الصلاةَ ولاالزكاةَ ولاصيامَ رمضانَ، لأنَّ الحجَ، فريضةٌ من فرائِضِ اللّٰهِ ولن يقبلَ اللّٰهُ تَعَالىٰ شيئاً من فَرَائِضِهٖ بعضِها دونَ بعضٍ۔

(حلیۃ الأولیاء ص ۲۰۱، ج ۵)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دین پانچ ارکان واعمال کا نام ہے اللہ پاک انمیں بعض ارکان دوسرے بعض کے بغیر قبول نہیں کرتے۔

پہلی چیز: گواہی دینا اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور یہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول اور اسکے بندے ہیں اور اللہ پاک کی ذات وصفات پر ایمان کے ساتھ ان کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور جنت وجہنم اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر ایمان لانا یہ سب ایک چیز ہوئی۔

دوسری چیز: پانچ نمازیں ہیں جو اسلام کا ستون ہیں اللہ پاک ایمان کو قبول نہیں کرتے بغیر نماز کے اور زکوۃ گناہوں سے پاکی وطہارت کا ذریعہ ہے اللہ پاک ایمان اور نماز قبول نہیں کرتے بغیر ادائیگیٔ زکوۃ کے اور جس نے یہ سب کام کئے پھر رمضان المبارک کا مہینہ آگیا اور اس نے روزے جان بوجھ کر چھوڑ دئے تو اللہ پاک ایمان نماز اور زکوۃ قبول نہیں کریں گے اور جو یہ سب اعمال وارکان ادا کرے پھر حج کا زمانہ آجائے اور حج آسان ہو (اسباب سفر مہیا ہوں) پھر حج نہ کرے یا وصیت نہ کرے گھر والوں کو کہ وہ اس کی طرف سے حج کریں تو اللہ پاک اسکا ایمان، نماز، زکوۃ، روزے، قبول نہیں کریں گے کیونکہ حج اللہ پاک کے فریضوں میں سے ایک اہم فریضہ ہے اللہ پاک نے یہ فرائض، ارکان، اعمال ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دئے ہیں ایک دوسرے کے بغیر یہ سب قبول نہیں ہوتے۔

برادران اسلام محبان شریعت! اس حدیث پاک میں کس قدر اہم نصیحت فرمائی گئی ہے اس پر غور کرنا اور عمل کرنا ضروری ہے، آج کتنے لوگ ہیں جو صرف

اپنے ظاہری مسلمان ہونے کو کافی سمجھتے ہیں نماز، زکوۃ، صیام وحج کی اہمیت اور ادائیگی کی فکر نہیں کرتے ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ حقیقی ایمان کا تصور بغیر ارکان ایمان فرائض اسلام کے بغیر بالکل ناقص اور اپنے آپ کو ایک مغالطہ میں رکھنے کے مترادف ہے اپنے آپ کو دھوکہ دینا حقیقی ایمان ہوا، اور پھر ارکان اسلام سے غافل ہونا یہ ناممکن ہے ایمان واسلام کا مطلب یہ ہے کہ اندر اور ظاہر سے پوری طرح حق جل مجدہ کے تابع اور فرمانبردار ہو، جس طرح کوئی بیٹا باپ سے کہے کہ مجھے آپ سے بڑی محبت ہے مگر جب باپ کسی بات کا حکم کرے فوراً نافرمانی کرے، انکار کرے، تو کیا باپ کی نظر میں اس کا دعوئے محبت سچا ہوسکتا ہے محبت اور چیز ہے اور دعوئے محبت اور چیز ہے اسی طرح ایمان اصل اور حقیقی اور چیز ہے اور دعوئے ایمان اور ہے اللہ پاک ہمیں حقیقی ایمان نصیب فرمائے اور ظاہری اور باطنی طور پر اپنے احکام کا متبع بنائے!

آمین یارب العالمین۔

نیز یہ روایت آیت پاک "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ کَافَّةً" "اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ" کے مفہوم کو واضح کرتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام ارکان واعمال کو بجالانا ضروری ہے، بعض اعمال کو ادا کرنا اور بعض کو ترک کرنا بالکل غلط طریقہ ہے اور منشاء قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے، بلکہ اللہ پاک نے ایسوں کے لئے رسوائی اور ذلت کی وعید سنائی ہے

پانچ خصلتوں سے اللہ کی پناہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ اے جماعتِ مہاجرین، پانچ خصلتیں ہیں جن کے متعلق میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ تمھارے اندر پیدا نہ ہو جائیں، ایک یہ ہے کہ جب کسی قوم میں بے حیائی پھیلتی ہے تو ان پر طاعون اور وبائیں اور ایسے نئے نئے امراض مسلط کردئے جاتے ہیں جو ان کے آباء واجداد نے سنے بھی نہ تھے، اور دوسرے یہ کہ جب کسی قوم میں ناپ تول کے اندر کمی کرنے کا مرض پیدا ہو جائے تو ان پر قحط اور گرانی اور مشقت ومحنت اور احکام کے مظالم مسلط کردئے جاتے ہیں اور تیسرے یہ کہ جب کوئی قوم زکوٰۃ ادا نہ کرے تو بارش بند کردی جاتی ہے اور چوتھے یہ کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے عہد کو توڑ ڈالے تو اللہ تعالیٰ ان پر اجنبی دشمن مسلط فرمادیتے ہیں جو ان کے مال بغیر کسی حق کے چھین لیتا ہے اور پانچویں یہ کہ جب کسی قوم کے اربابِ اقتدار کتاب اللہ کے قانون پر فیصلہ نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام ان کے دل کو نہ لگیں تو اللہ تعالیٰ ان کے آپس میں منافرت اور لڑائی جھگڑے ڈال دیتے ہیں (یہ روایت ابن ماجہ اور بیہقی وغیرہ نے نقل کی ہے، اور حاکم نے اس کو صحیح علیٰ شرط مسلم فرمایا ہے) اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو ان آفات سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں! آمین!

ہمارے شیخ ومرشد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ دردِ محبت کے متعلق یوں گویاں ہیں:

یہ دردِ محبت ہے اب کم نہ ہوگا

کسی کا اگر لطف پیہم نہ ہوگا
محبت کا طاری یہ عالم نہ ہوگا
مداوا کا خطرہ بھی دل میں نہ لائیں
یہ دردِ محبت ہے اب کم نہ ہوگا
جہاں غیروں کا ہوش رہتا ہو باقی
وہ ہرگز محبت کا عالم نہ ہوگا
ہر اک سانس ہے طالبِ دید لیکن
نظر کب وہ آئیں گے جب دم نہ ہوگا

از عرفانِ محبت۔

(۶)

چھ مضمون والی روایات:

شہداء پر حق تعالیٰ کے چھ انعامات:

(۱) عن المقدام بن معدیکرب قال: قالَ رسو لُ اللّٰهِ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ لِلشَّهِيْدِ عندَاللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ يُغفر له فى أولِ دفعةٍ وَيُرا ى مقعده مِنَ الجنةِ ويُجارُمِنْ عذابِ الْقَبْرِوَيَأْ مَنُ من الفزعِ الأ كْبَرِ ويُوضَعُ عَلى رأ سِهِ تَا جُ الوَقَارِاليا قوتَةُ مِنْهَا خيرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَافِيْهَا ويُزوجُ ثِنْتَيْنِ وسبعينَ زوجةً مِنَ الْحُوْرِالعِيْنِ ويُشَفَّعُ فِى سبعينَ مِنْ أَقْرِبآئِهِ۔ (مشکوۃ ص ۳۳۳، ج ۲)

ترجمه:

حضرت مقدام ابن معدی کرب ؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا حق تعالیٰ کے ہاں شہید کے لیے چھ خصلتیں (یعنی چھ امتیازی) انعامات ہیں (۱) اس کی پہلی مرتبہ میں ہی یعنی اس کے خون کا قطرہ گرتے ہی بخش دیا جاتا ہے (۲) اس کو (جان نکلتے وقت ہی) جنت میں اپنا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے (۳) وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے (۴) وہ بڑی گھبراہٹ (یعنی آگ کے عذاب) سے مامون رہے گا (۵) اس کے سر پر عظمت و وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا یاقوت دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر و گراں سرمایہ ہوگا (۶) اس کی زوجیت میں بڑی آنکھوں والی بہتر ۷۲ عورتیں دی جائیں گی اور اس کے عزیز و اقارب میں سے ستر ۷۰ آدمیوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

☆حضرت مقدام ابن معدیکربؓ کا مختصر ترجمہ:☆

یہ روایت حضرت مقدام بن معدی کربؓ سے مروی ہے جن کے متعلق اکمال میں لکھا ہے کہ آپ کی کنیت ابوکریمہ ہے اور علامہ ابن عبدالبر نے ایک کنیت ابویحیٰی بھی ذکر کی ہے، قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتے ہیں اہل شام میں شمار ہوتے ہیں اور ان سے بہت سے حضرات نے روایت کی ہے ملک شام کے اندر ۸۷ھ میں انتقال ہوا ہے جبکہ ان کی عمر ۹۱ رسال تھی وفات کے بارے میں دوسرا قول ۸۳ر کا بھی ہے اور تیسرا قول ۸۸ھ کا ہے ذخیرۂ احادیث میں بہت احادیث ان سے منقول ہیں۔

تشریح:

اس حدیث پاک میں شہید کی فضیلت اور عنداللہ اس کی عزت و مرتبہ کو بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ پاک کے یہاں شہید فی سبیل اللہ کو چھ عزتوں اور کرامتوں سے نوازا جاتا ہے اس پر یہ خصوصی انعامات ہوتے ہیں۔

پہلا انعام: یہ ہوتا ہے کہ اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے اور اس کی مغفرت وبخشش کا اعلان ہوجاتا ہے اور مغفرت سب سے بڑی عزت وکرامت ہے اس کے بعد ہی دوسرے انعامات ملتے ہیں مغفرت اسقدر بلند نعمت ہے کہ بڑے بڑے انبیاء اللہ پاک سے ڈرتے رہے ہیں اور مغفرت طلب کرتے کرتے اللہ پاک کے یہاں پہنچ گئے مغفرت حاصل ہوگئی تو سب کچھ حاصل ہوگیا گویا سارے انعامات اسی پر موقوف ہیں۔

دوسرا انعام: جب اس کی جان نکلتی ہے اس وقت اس کو جنت کا دیدار کرایا جاتا ہے اور اس کا گھر اس کو دکھایا جاتا ہے جس سے اس کو روح نکلنے کی تکلیف کا احساس ختم ہوکر جلدی اپنے ٹھکانہ پر جانے کا شوق ہوجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ شہید کے چہرہ پر مرنے کے بعد ایک خوشی کی کیفیت کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ کسی چیز کے دیدار میں مست ہے اور مسرور نظر آتا ہے یہ سرور اور خوشی جنت کے مشاہدہ ہی کی خوشی ہوتی ہے یہ کسقدر بڑا انعام ہے سبحان اللہ۔

تیسرا انعام: یہ ہے کہ عذاب قبر سے اس کی حفاظت کی جاتی ہے اس کی قبر روضۃٌ من ریاض الجنۃ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جاتا ہے۔

چوتھا انعام: عزت واعزاز اس طرح ہوتا ہے کہ فزع اکبر جس سے سب گھبراہٹ میں مبتلا ہوتے ہیں یعنی عذاب جہنم یا لوگوں کو عذاب جہنم پر جب پیشی کا وقت یا وہ وقت جس وقت جہنمیوں کو جہنم میں جانے کیلئے کہا جائے گا، اور کہا گیا ہے کہ فزع اکبر ہے ذبح موت، جس کے بعد کفار مایوس ہوجائیں گے کہ اب جہنم سے تخلص اور چھٹکارہ کا کوئی موقع اور چانس نہیں رہا ہے اور کہا گیا ہے نفخۂ اخیرہ، جس سے سب گھبرا اٹھیں گے یَوْمَ یُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ ۰ جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی اور سب آسمان والے اور زمین والے گھبراجائیں مگر جس کو اللہ پاک چاہیں گے، اس وقت شہید کو کوئی گھبراہٹ نہ ہوگی کس قدر اور زبردست نعمت ہے جو اس کو حاصل ہوگی۔

جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۂ حج کے آغاز میں قیامت کی ہولناکی والی آیات

میں اسطرح بیان فرمایا:

یَـأُ أیُّهَـا النَّاسُ اِتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّا عَةِ شَيْئٌ عَظِيْمٌ ۰ يَوْ مَ تَـرَوْنَهَـا تَـذْهَـلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَا رَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۰

اے لوگوں اپنے پرورگار سے ڈرو یقیناً بھونچال قیامت کا ایک بڑی چیز ہے جس دن اسکو دیکھو گے بھول جائیگی ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پلائے کو اور ڈالدیگی ہر حمل والی اپنے حمل کو اور تو دیکھے گا لوگوں پر نشہ حالانکہ انپر نشہ نہیں ہوگا اور اللہ کی آفت بڑی سخت ہے۔

پانچواں انعام: شہید کا اعزاز واکرام اسطرح ہوگا کہ اس کے سر پر وقار وعزت کا ایسا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک موتی دنیا اور اس کی ساری نعمتوں سے افضل وبہتر ہے، گویا وہ اس وقت ایک بادشاہ کہلائے گا کیونکہ موتیوں کے تاج بادشاہوں کیلئے ہوتے ہیں، اس سے ان کی ایک شاہانہ شان ظاہر ہوتی ہے۔

چھٹاانعام: یہ ملے گا کہ بہتّر ۷۲ حورعین سے اس کی شادی ہوگی جبکہ ایک ایک حورعین دنیا بھر کی ساری عورتوں سے زیادہ خوبصورت اور خوب سیرت ہوتی ہے حیاداری بھی اور شعار بھی سارے کمالات ان کے اندر ہونگے جو انسان یہاں سوچ بھی نہیں سکتا ہے یہ جنت میں اس کا احترام ہوگا۔

جیسا کہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ آ مَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّا لِحَاتِ اَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِىْ مِنْ

تَـحْتِهَـا الاَنْهَـا رِ كُـلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقاً قَالُوْا هٰذَا الَّذِىْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَا بِهاً وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ۰

ترجمه:

اور خوشخبری سنایئے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک کام کئے کہ ان کے واسطے باغات ہیں کہ بہتی ہیں انکے نیچے نہریں جب ملیگا انکو وہاں کا کوئی پھل کھانے کو تو کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ملا تھا ہمکو اس سے پہلے اور دیئے جائینگے انکو پھل ایک صورت کے اور انکے لئے وہاں پاکیزہ عورتیں ہوں گی اور وہ وہاں پر ہمیشہ رہیں گے۔

نیز اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

وَحُـوْرٌ عِيْـنٌ كَـاَ مْثَـالِ الُّـؤ لُـؤِ الْـمَكْـنُـوْنِ ۰ جَـزَآءً بِمَـا كَـا نُوْا يَعْمَلُوْنَ ۰ لَايَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْواً وَلَا تَاْ ثِيْماً ۰ اِلَّا قِيْلًا سَلَاماً سَلَاماً ۰

اور عورتیں گوری بڑی آنکھوں والیاں جیسے موتی کے دانے اپنے غلاف کے اندر بدلہ ان کاموں کا جو کیا کرتے تھے، نہیں سنیں گے وہاں بکواس اور نہ گناہ کی بات مگر ایک بولنا سلام سلام۔

ان آیات کے کچھ ہی بعد اللہ پاک ارشاد فرما رہے ہیں:

اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنَا هُنَّ اَبْكَا رَ اً ۰ عُرُباً اَتْرَاباً لِاَ صْحَابِ الْيَمِيْنِ ۰

ہم نے اٹھایا ان عورتوں کو ایک اچھی اٹھان پر پھر کیا انکو کنواریاں، پیار دلانے والیاں ہم عمر، واسطے داہنے والوں کے۔

اس کے ساتھ ساتھ رشتہ داروں جو مستحقِ جہنم ہو چکے ہونگے ان کے حق میں اس کی

شفارش قبول ہوگی یعنی عنداللہ اس کی حیثیت ہوگی اتنی بڑی تعداد کو اس کی سفارش کی وجہ اور برکت سے جنت نصیب ہوگی اسقدر اعزازات اور انعامات سن کر ہمارے دلوں میں اللہ پاک کے راستہ میں جان دینا کا جذبہ پیدا ہوجانا ضروری ہے اگر ہمارے دلوں میں راہ حق میں سرفروشی کا جذبہ نہیں ہوگا تو یہ نفاق والا معاملہ ہوا اور موت بھی نفاق پر ہونے کا اندیشہ ہوگا خدا کی پناہ، اتنے انعامات ربانیہ کو حاصل کرنے کیلئے کون مخلص ایمان والا میدان عشق سے پیچھے رہ سکتا ہے۔

ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے چھ حقوق:

(٢) عن أبي هُريرة قال: قَالَ رسولُ اللّٰهِ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ لِلْمُؤْمِنِ عَلى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ يعودُه اِذَامَرِضَ وَيَشْهَدُه اِذَامَاتَ وَيُجِيْبُه اذا دَعَاه ويُسَلِّمُ عليه اذالَقِيَه وَيُشَمِّتُه اذاعَطَسَ وَيَنْصَحُ له اِذَاغَابَ أوشَهِدَلم أَجِدُهُ فى الصحيحين ولافى كتاب الحُميدى ولكن ذكره صاحب الجامع برواية النسائي۔

(مشکوۃ ص/٣٩٧)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان پر مسلمان کے چھ حق ہیں (١) جب کوئی مسلمان بیمار ہوتو دوسرا مسلمان اسکی عیادت کرے (٢) جب کوئی

مسلمان مرجائے تو (دوسرا مسلمان) اسکی نماز جنازہ میں شریک ہو (٣) جب کوئی مسلمان کھانے پر بلائے تو (بلایا جانے والا مسلمان) اسکی دعوت قبول کرے بشرطیکہ کوئی شرعی عذر مانع نہ ہو جیسے اس دعوت میں باجا گاجا وغیرہ ہو یا اس دعوت کا تعلق اظہار، فخر وریاکاری سے ہو (٤) جب کوئی مسلمان ملے تو اس کو سلام کرے (٥) جب کوئی مسلمان چھینکے اور **الحمد للہ** کہے تو اسکا جواب دے یعنی **یرحمک اللہ** کہے اور اگر چھینکنے والا **الحمدللہ** نہ کہے تو وہ جواب کا مستحق نہ ہوگا (٦) اور یہ کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی حالت میں خیر خواہی کرے، خواہ وہ حاضر ہو یا غائب اور مشکوۃ کے مؤلف کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو نہ تو صحیحین میں پایا اور نہ حمیدی کی کتاب میں البتہ اس کو صاحب جامع الاصول نے نقل کیا ہے۔

تشریح:

خیر خواہی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ ہر حالت میں ایک دوسرے کے خیر خواہ و ہمدرد رہیں، جو مسلمان سامنے ہے اس کے ساتھ بھی خیر خواہی کی جائے اور جو نظروں سے دور ہے اسکے ساتھ بھی خیر خواہی کریں، یہ طرز عمل اختیار نہ کرنا چاہئے کہ جب کسی مسلمان کے سامنے آئیں تو اس کے ساتھ تملق، یعنی خوشامد، چاپلوسی کا رویہ اپنائیں، اور جب وہ سامنے نہ ہو تو غیبت کریں یہ خالص منافقانہ رویہ ہے اور منافقوں کی خاصیت ہے، آج نفاق کا مرض بہت عام ہوگیا ہے اور اس کا نام پالیسی اور حکمت رکھا جاتا ہے اور شیعہ اسکو تقیہ کہتے ہیں جس کے ان کے یہاں فضائل ہیں العیاذ باللہ اس مذموم حرکت سے بچنے کی ضرورت ہے اور اس کیلئے اکابر کی

کتابوں کے مطالعہ کی خاص ضرورت ہے بالخصوص حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادیؒ وہ اس پر بہت زور دیا کرتے تھے یہی روایت اسی مضمون کے ساتھ حضرت علیؓ سے ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔

اسلامی معاشرہ کے چھ باہمی حقوق:

(۳) عن علی قال: قالَ رسولُ اللّٰہِ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ لِلْمُسْلِمِ علی المُسْلِمِ سِتٌّ بالمعروفِ یُسَلِّمُ علیه اِذَالَقِیَه وَیُجِیْبُه اِذَادَعَاه وَیُشَمِّتُه اذاعَطَسَ وَیَعُوْدُه اذامَرِضَ وَیُتْبِعُ جَنَازَتَه اِذَا مَاتَ وَیُحِبُّ لَه مَایُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔ (مشکوۃ؍ص۳۹۸)

ترجمہ:

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں جو حسنِ سلوک (اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی) سے متعلق ہیں۔

(۱) جب کوئی مسلمان ملے تو اسکو سلام کرنا (۲) جب کوئی مسلمان کھانے کے لئے یا کسی اور غرض سے بلائے تو اسکو قبول کرنا (۳) جب کوئی مسلمان چھینکے تو اس پر یرحمک اللہ کہنا (۴) جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو اسکی عیادت کرنا (۵) جب کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے تو اسکے جنازہ کے ساتھ جانا (۶) اور مسلمان کیلئے اس چیز کو پسند کرنا جسکو اپنے لئے پسند کرے ان میں سے سچائی اور امانت داری کے سلسلہ میں تفصیلات گذر چکی ہیں

ایفاءعہد وعدہ پر کلام گذرا ہے۔

چھ باتوں پر جنت کی ضمانت:

(۴) عن عبادة بن الصامت قال: قالَ رسولُ اللّٰہِ۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اِضْمَنُوْالِی سِتاً مِنْ أنفسِکُمْ أضْمَنْ لَکُمُ الْجَنَّةَ اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُکُمْ وأوفُوْا اِذَا وَعَدْتُمْ وَأدُّوا اِذَااُئْتُمِنْتُمْ وَاحفَظُوْا فُرُوْجَکم وَغُضُّوْااَبْصَارَکم وَکُفُّوْااَیْدِیَکُمْ۔

ترجمہ:

حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم لوگ اپنے بارے میں مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو یعنی چھ باتوں پر عمل کرنے کا عہد کرلو تو میں (نجات پائے ہوئے اور صالحین کے ساتھ) تمہارے جنت میں جانے کا ضامن بنتا ہوں (۱) جب بھی بولو سچ بولو (۲) وعدہ کرو تو پورا کرو (۳) تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو امانت کو پورا کرو (۴) اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرو یعنی حرام کاری سے بچو (۵) اپنی نگاہ کو محفوظ رکھو یعنی اس چیز کی طرف نظر اٹھانے سے پرہیز کرو جس کو دیکھنا جائز نہیں (۶) اپنے ہاتھوں پر قابو رکھو یعنی اپنے ہاتھوں کو ناحق کام اور حرام و مکروہ چیزوں کو پکڑنے سے باز رکھو یا یہ کہ اپنے آپ کو ظلم وتعدی کرنے سے باز رکھو۔

تشریح:

☆☆☆

☆مکن وعدہ اگر کردی وفا کن ☆ طریق بے وفائی را رہا کن☆

☆☆☆

اور نگاہ کو نیچی رکھنا بہت ضروری ہے اور یہ حکم مرد وعورت دونوں کیلئے ہے اور اسکی وجہ سے عفت وعصمت حاصل ہوگی اور قلبی سکون میسر آئیگا اور ہاتھوں اور زبان کو تکلیف دینے سے بچانا ضروری ہے۔

قیامت کی چھ علامتوں کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی اعمال صالحہ اختیار کرلو:

(۵)عن أبی هُریرة قال: قَالَ رسولُ اللّٰهِ۔صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ بَادِرُوا بِالأعْمَالِ سِتاًالدُّخَان وَالدَّجَّال ودابة الأرض وطلوع الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَأمْر العامة وَخُوَیْصَّة أحدِكم۔ (مشکوۃ ج۲/ص۴۷۲)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا(۶) چھ چیزوں کی بناء پر تم اعمال صالحہ کی طرف پیش قدمی کرلو اور وہ چھ چیزیں یہ ہیں (۱) دھواں (۲) دجال (۳) *دابۃ الأرض* (۴) مغرب سے طلوع آفتاب (۵) امر عامہ (یعنی وہ فتنۂ عام جو تمام لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے (۶) اور فتنۂ خاص جو کہ تم میں سے کسی

کے ساتھ مخصوص ہو۔

تشریح:

چھ چیزوں کی بناء پر! کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کی ان چھ نشانیوں کے ظاہر ہونے اور ان کے آنے سے پہلے جس قدر زیادہ ہو سکے نیک کام کرلو کیونکہ ان چیزوں کے بعد یا تو نیک کام کرنا نہایت دشوار ہو جائیگا اگر کوئی نیک کام بھی کیا جائے تو اسکا اعتبار ہی نہیں ہوگا۔

امر عامہ سے مراد برائی اور دین سے بیزاری کا وہ ہمہ گیر فتنہ ہے جو اجتماعی طور پر تمام لوگوں کو گھیرے اور پورا معاشرہ اسکی لپیٹ میں آجائے اور فتنۂ خاص سے مراد وہ مخصوص مسائل و آفات ہیں جو انفرادی طور پر کسی بھی شخص کو اس طرح پریشان حال اور پراگندہ خاطر کر دیتے ہیں کہ وہ دین و آخرت کے معاملات کی طرف زیادہ توجہ دینے سے باز رہتا ہے، جیسے اپنے اور اپنے اہل وعیال اور مال وجائداد کے بارے میں مختلف قسم کی پریشانیاں اور مشغولیتیں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہاں امر عامہ سے مراد قیامت اور فتنۂ خاص سے مراد موت ہو اس صورت میں کہا جائیگا کہ حدیث کا مقصد چونکہ لوگوں کو قیامت کی علامتوں سے ڈرانا اور چوکنا کرنا ہے اس لئے ان علامتوں کے ضمن میں خود قیامت اور قیامت صغریٰ یعنی موت سے بھی ڈرایا گیا ہے۔

پھر اس روایت میں قیامت کے قریب چھ چیزوں کے نکلنے کا ذکر آیا ہے جو قیامت کی بڑی علامات میں سے ہیں جنمیں پہلی چیز دخان ''دھواں'' ہے۔

بعض علماء کے قول کے مطابق **يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۰** میں بھی یہی مراد ہے اور حضور پاک ﷺ کے زمانہ میں ہو چکا ہے جو قریش پر قحط کا عذاب نازل ہوا تھا تو ان کو پوری فضاء میں دخان ہی دخان محسوس ہوا، جو نبی پاک ﷺ کی دعاء سے ختم ہوا اور بعض علماء نے فرمایا کہ نہیں بلکہ حقیقۃً دھواں ہوگا، قرب قیامت میں مشرق ومغرب میں پھیل جائیگا اور چالیس دن رہیگا، مؤمن کو زکام رہے گا اور کافر کو نشہ رہے گا ،اور دجال کا فتنہ سب سے خطرناک ہوگا وہ خدائی کا دعوی کریگا اور عجیب عجیب کرتب دکھائیگا اس کے فتنہ سے ہر نبی نے ڈرایا ہے اور رسول پاک ﷺ نے خاص طور پر ڈرایا ہے۔

دابة الارض کا ظہور بھی عجیب وغریب معاملہ ہوگا اور یہ طلوع الشّمس من المغرب کے بعد ہوگا کہا گیا ہے کہ اس کا نکلنا کوہِ مروہ سے ہوگا اور کہا گیا ہے کہ دوسرے مقامات سے ہوگا یہ عجیب وغریب اشکال وھیئات کا جانور ہوگا بہت سے جانوروں کی اس میں مشابہتیں ہوں گی بعض علماء نے فرمایا کہ یہ ہر شہر میں نکلے گا۔ (کذافی الاشاعۃ ص ۳۶۴) اور سورج بجائے مشرق کے مغرب سے نکلے گا اس کے بعد توبہ کی قبولیت ختم ہوجائے گی اور یہ دھواں یاجوج ماجوج کے ہلاک کرنے کے وقت ہوگا۔ (کذاالاشاعہ ص ۳۶۴)

جن چھ پر لعنت ہوتی ہے:

(۶) عن عائشة قالت: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ستةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ يُجابُ، الزائدُ فى كتابِ اللّٰهِ وَالْمُكَذِّبُ بقدرِ اللّٰهِ والمُتَسَلِّطُ بالجبروتِ ليُعِزَّ من أذلَّه اللّٰهُ وَيُذِلَّ مَنْ أعزَّهُ اللّٰهُ والمُسْتَحِلُّ لحرمِ اللّٰهِ والمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِي مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِي۔ (مشکوۃ ص ۲۲ ج اول)

ترجمه:

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ طرح کے آدمی ایسے ہیں کہ جن پر میں لعنت کرتا ہوں اور اللہ نے بھی ان پر لعنت کی ہے اور جو نبی ہیں، وہ مستجاب الدعوات ہیں، ایک تو اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنیوالا، دوسرا اللہ کی تقدیر کو جھٹلانیوالا، تیسرا زبردستی تسلط اور غلبہ حاصل کرنے والا کہ وہ اس شخص کو تو عزت دے جس کو اللہ نے ذلت دی اور وہ اس کو ذلیل کرے کہ جس کو اللہ نے عزت دی ہے، چوتھا اللہ کے حرام کو حلال کرنیوالا، پانچواں میری اولاد میں سے اس چیز کو حلال کرنیوالا جو اللہ نے حرام قرار دی ہے، چھٹا میری سنت کو ترک کرنے والا۔

تشریح:

حدیث میں جن چھ قسم کے لوگوں کا ذکر آیا ہے وہ اپنے برے عقیدے اور بُرے فعل کی وجہ سے اتنی سنگین نوعیت رکھتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان پر لعنت

کی بلکہ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بتلایا اور خود اللہ نے ان کو ملعون قرار دیا ہے، اللہ نے بھی ان پر لعنت کی ہے یعنی کسی نے پوچھا ہوگا کہ ان لوگوں پر آپ لعنت کیوں کرتے ہیں، جبکہ آپ لعنت نہیں کیا کرتے؟ اور اپنی شان رحمت ہی کا اظہار فرمایا کرتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں پر جب خود اللہ نے لعنت کی ہے تو میں کیوں نہ کروں۔

جو نبی ہے وہ مستجاب الدعوات ہے یہ الفاظ اصل سلسلۂ مضمون سے متعلق نہیں ہیں بلکہ اپنی جگہ پر جملۂ معترضہ کی صورت میں الگ سے استعمال ہوئے ہیں، اور جنکا مقصد ان لوگوں پر لعنت کا بڑی شدت کے ساتھ واقع ہونا، ظاہر کرنا ہے۔

پہلا شخص: وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا یعنی وہ شخص جو کہ اللہ کی کتاب میں کچھ اپنی طرف سے بڑھادے یا وہ شخص جو قرآن کریم کے معانی اس طرح بیان کرے کہ اس کے بیان کردہ معانی اللہ کا حکم اور اللہ کے منشاء کے خلاف پڑتے ہوں۔

دوسرا شخص: زبردستی تسلط اور غلبہ حاصل کرنیوالا، اس سے وہ سربراہ حکومت مراد ہے جس کا طرز حکومت ظلم وزیادتی و ناانصافی پر مبنی ہو جو محض اپنی طاقت اور حکومت کے بل پر اور اپنے ذاتی مفاد، وخواہش کے تحت کافروں، بے دینوں، خودغرضوں، بدکرداروں اور جاہلوں کو تو عزیز رکھے، ان کا اعزاز واکرام کرے اور ان کو معزز اور سربلند کرنیکا جتن کرے، مگر مسلمانوں، نیک لوگوں، عالموں اور شریفوں کو ذلیل وخوار کرے، ان کو پریشان و ہراساں کرے اور ان کے ذاتی واجتماعی نظام وامور کو

درہم برہم کرنیکے سامان پیدا کرے۔

تیسرا شخص: اللہ کے حرام کو حلال کرنے والا، یعنی وہ شخص جو حرم شریف میں کوئی ایسا کام کرے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے مثلاً شکار کرنا یا کرانا یا کسی درخت کو کاٹنا اور بغیر احرام کے اس پاک شہر میں داخل ہونا وغیرہ وغیرہ۔

چوتھا شخص: میری اولاد میں سے اس چیز کو حلال کرنیوالا یعنی وہ شخص جو آنحضرت ﷺ کی اولاد ونسل کو تکلیف پہنچائے اس کو ایذاء دے اور اُنکی تعظیم نہ کرے یا اس جملہ سے یہ مراد ہو کہ میری اولاد میں سے وہ شخص جو کہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال جان کر اختیار کرنے لگے، اس صورت میں یہ ارشاد گرامی ان لوگوں کے لئے زبردست تنبیہ ہے جو سادات میں سے ہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کی اولاد ونسل میں سے ہونے کی وجہ سے زیادہ احتیاط اور تقویٰ اختیار کریں اور اپنی نسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے کسی ایسے کام میں نہ پڑیں جس کو اللہ نے گناہ قرار دیا ہے کیونکہ گناہ میں پڑنا سب ہی کے حق میں برا ہے، لیکن اس کے حق میں تو زیادہ ہی برا ہے۔

پانچواں شخص: میری سنت کو ترک کرنے والا، سنت رسول ﷺ کو ترک کرنا اگر محض سستی و کاہلی کے سبب سے ہو تو ایسے تارک کو گنہگار کہیں گے، اور اگر ترک کرنا حقارت اور اہانت کے ساتھ ہو تو ایسے تارک کو دائرۂ اسلام سے خارج مانا جائیگا، لیکن لعنت میں دونوں شامل ہیں مگر اس فرق کے ساتھ کہ سستی و کاہلی کے سبب سے ہو، تو تارکِ سنت کے حق میں تو یہ لعنت زجراً اور تغلیظاً ہے جبکہ حقارتاً ترک کرنے والے کے حق میں حقیقتاً ہے واضح رہے کہ سنت اگر احیاناً ترک ہو جائے تو گنہگار نہیں ہوگا

اگر چہ برائی اس میں بھی ہے، حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ کا فرمان ہے کہ حدیث میں جس سنت کے تارک کی وعید آئی ہے اس سے سنن ہدیٰ یعنی سنتِ مؤکدہ مراد ہے۔

چھ قیمتی اصول:

قال سھلُ بن عبداللّٰہ أُصُوْلُنَاسِتَّۃُ أَشْیَاء۔ اَلتَّمَسُّکُ بکتابِ اللّٰہِ والا قتداءُ بِسُنَّۃِ رسولِ اللّٰہِ۔صلی اللّٰہ علیہ وَسَلَّمَ۔ وَأَکْلُ الْحَلَالِ، وَکَفُّ الأذیٰ، واجتنابُ الآثَامِ، وَالتَّوْبَۃُ،وَأَدَآءُ الْحُقُوْقِ۔

(حلیۃ الاولیاء ص۱۹۰، ج۱۰)

ترجمہ:

حضرت سہل بن عبداللہ التستریؒ نے فرمایا کہ ہمارے اصول چھ ہیں:۔

(۱) کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنا (۲) سنت رسول اللہ ﷺ کی اقتداء و پیروی کرنا (۳) حلال کھانا اور تکلیف دینے سے بچنا (۴) گناہوں سے بچنا (۵) توبہ کرنا (۶) حقوق کی ادائیگی کرنا۔

تشریح:

حضرت سہل بن عبداللہ تستری کبار اولیاء اللہ میں سے ہیں انہوں نے جن چھ اصول کا تذکرہ فرمایا وہ ایک مؤمن کی زندگی کیلئے بہترین اصول وضوابط ہیں جن پر زندگی کا مدار رکھنے کے بعد رضاء الٰہی کا حصول یقینی ہے۔

(۱) **التمسکُ بکتابِ اللّٰہِ،** جس کا حکم خود اللہ پاک نے بارہا فرمایا کہیں فرمایا اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو، مراد **حبلُ اللّٰہِ** سے قرآن کریم ہے۔

چنانچہ ایک حدیث پاک میں جس کو امام ترمذیؒ نے نقل فرمایا حضرت علیؓ سے یہی منقول ہے کہ قرآن کریم **حبلُ اللّٰہِ المتینُ** ہے۔**اَلْعُرْوَۃُ الْوُثْقیٰ** ہے۔

اور کہیں ارشادِ ربانی ہے:

فَاَمَّاالَّذِیْنَ آمَنُوْابِاللّٰہِ وَاعْتَصِمُوْابِہٖ فَسَیُدْخِلُھُمْ فِیْ رَحْمَۃٍ مِنْہُ:

ترجمہ:

وہ لوگ جو اللہ پاک پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ پاک کو مضبوطی سے پکڑا اللہ پاک ان کو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کریں گے اور ان کو اپنی طرف سیدھی راہ کی ہدایت دیں گے، اس آیتِ کریمہ میں اعتصام باللہ کی تعبیر وارد ہوئی ہے اللہ پاک کو مضبوطی سے پکڑنا بھی جب ہی ہوگا، جب اُن کی کتاب کو پڑھے گا سمجھے گا اور عمل کرے گا کیونکہ کتاب اللہ العظیم سے ہی مرادات الٰھیہ تک رسائی ہوتی ہے تو اعتصام بکتاب اللہ اور اعتصام باللہ اور اعتصام بحبل اللہ ایک ہی چیزیں ہوگئی، حضرت علیؓ کے حوالہ سے اوپر گذرا ہے اسمیں کتاب اللہ کے سلسلہ میں بہت بہترین جامع الفاظ وارد ہوئے، حضرت حارثؓ کہتے ہیں کہ میں ایک بار مسجد سے گزرا وہاں میں نے لوگوں کو فضول باتوں میں لگا ہوا دیکھا یہ دیکھ کر مجھے احساس ہوا اور تکلیف ہوئی میں حضرت علیؓ کے پاس پہونچا اور میں نے اس بات کی شکایت کی تو حضرت علیؓ نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ واقعی ایسا دیکھا میں نے کہا جی حضرت نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرمایا کہ

عنقریب فتنے ہوں گے میں نے حضرت سے معلوم کیا کہ ان سے نکلنے کا راستہ کیا ہوگا؟ فرمایا کتاب اللہ ہے، جس میں گذشتہ رحمتوں کے واقعات مذکور ہوئے ہیں اور بعد میں پیش آنے والے حالات کی خبر بھی ہے اور اختلافی معاملات کا فیصلہ اور حکم بھی ہے یہ فیصلہ کن کتاب ہے مذاق نہیں ہے جو اس کے علاوہ میں ہدایت تلاش کریگا گمراہ ہوگا یہ حبل اللہ المتین ہے ذکر حکیم ہے ،صراط مستقیم ہے اس پر چلنے سے خواہشات گمراہ نہیں کرسکتی اور وہ زبانوں پر دشوار نہیں ہے اور اس سے علماء کا پیٹ بھی نہیں بھریگا اور کبھی پرانا نہ ہوگا اس کے عجائبات ختم نہ ہوں گے جس نے اس کے ساتھ فیصلہ یا انصاف کیا اور جس نے اس سے استدال کیا سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا ماجور ہوگا، جس نے اس کی طرف بلد ہدایت کی طرف بلایا سمجھ لے اے اعور۔ (ترمذی شریف رص ۱۱۸ رج ۲ ر)

دو سری چیز اتباع سنت ہے حضرت خواجہ معصوم فرماتے ہیں کہ حصول نجات اور وصول بدرجات کمال متابعت انبیاءؑ کے ساتھ وابستہ ہے۔

تیسری چیز اکل حلال ہے جس کے لیئے کوئی پیشہ کرنا اختیار کرنا پڑے اختیار کرے اسلام میں کوئی پیشہ عیب نہیں بڑے بڑے اولیاء اللہ نے معمولی معمولی پیشوں سے ذوق حاصل کیا ان کے نزدیک دین فروشی سب سے بڑا عیب اور گناہ ہے آج حلال پیشے عیب ہوگئے اور دین فروشی ہنر بن گیا اخلاص کی بات کرنا جرم ہوگیا کذب و بہتان کے اس دور میں حاسدین اور مفسدین سے اللہ کی پناہ صد پناہ باقی اور بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اختصاراً اسی پر اکتفا کیا گیا ہے، کتاب اللہ کے ساتھ سنت رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا حکم بھی کتاب اللہ العظیم میں بکثرت وارد ہوا ہے۔

ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْتَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدْ اِسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَاانْفِصَامَ لَھَا وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۰

ترجمہ :

دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے، جدا ہوچکی ہے ہدایت گمراہی سے اب جو کوئی نہ مانے گمراہ کرنے والوں کو اور یقین لائے اللہ پر تو اسنے پکڑ لیا حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے، نیز اللہ پاک نے ارشاد :۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً وَلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا وَّکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْن ۔

ترجمہ :۔ اور مضبوط پکڑلو رسی اللہ کی سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپس میں دشمن پھر الفت دی تمھارے دلوں میں اب ہوگئے اس کے فضل سے بھائی اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے پھر تم کو اس سے نجات دی اسی طرح کھولتا ہے اللہ تم پر آیتیں تا کہ تم راہ پاؤ۔

(۱) **التمسك بكتاب الله**، جس کا حکم خود اللہ پاک نے بارہا فرمایا کہیں فرمایا

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو، مراد **حبل اللّٰہ** سے قرآن کریم ہے۔

چنانچہ ایک حدیث پاک میں جس کو امام ترمذیؒ نے نقل فرمایا حضرت علیؓ سے یہی منقول ہے کہ قرآن کریم **حبل اللّٰہ المتین** ہے۔ **العروۃ الوثقیٰ** ہے۔ اور کہیں ارشادِ ربانی ہے **فأما الذین آمنو اباالله واعتصموابه فسیُد خلهم فی رحمةٍ منه:**

زنا کاری کے چھ نقصانات:

(۷) عن حُذیفة قال: قَالَ رسولُ اللّٰهِ۔صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ اِیَّاکُمْ وَالزِّنَا،فَاِنَّ فیه سِتُّ خِصَالٍ ثَلَاثاً فِيْ الدُّنْیَا وَثَلَاثاً فِی الآخِرَةِ فَاِنَّ اللَّوَاتِي فِي الدُّنْیَا فَاِنَّه یَذْهَبُ بِالْبَهَاءِ وَیُورِثُ الْفَقْرَوَیَنْقُصُ الرِّزْق وَاَمَّااللَّوَاتِي فِي الآخِرَةِ فَاِنَّه یُورِث سَخَطَ الرَّبِ وَسُوْءَ الْحِسَابِ وَالْخُلُودِ فِی النَّارِ۔ (حلیۃ الاولیاء ص/۱۱۱، ج/۴)

ترجمہ:

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا زنا سے بچو کیونکہ اس میں چھ نقصانات ہیں تین دنیا میں اور تین آخرت میں **وہ نقصانات جو دنیا میں ظاہر** ہوتے ہیں (۱) چہرہ کی رونق چلی جاتی ہے (۲) فقر و فاقہ آتا ہے (۳) رزق کم ہوجاتا ہے **اور وہ تین جن کا ظہور آخرت میں ہوگا** (۱) اللہ پاک کی ناراضگی ظاہر ہوگی (۲)

حساب و کتاب سخت اور خراب ہوگا (۳) جہنم میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

تشریح:

اس حدیث پاک میں زنا کے چھ نقصانات کا تفصیلاً تذکرہ فرمایا گیا ہے (۱) اس فعلِ خبیث سے چہرہ کا نور ختم اور رونق چلی جاتی ہے اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے لعنت اور پھٹکار مسلط ہوجاتی ہے فرشتے اور حیوانات بھی اس پر لعنت کرتے ہیں جب دل میں ظلمت ہوتی ہے تو چہرہ پر بھی اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور جب دل میں نور ہوگا تو چہرہ پر بھی اس کا اثر ظاہر ہوگا۔

جیسا کہ اللہ کے نیک بندوں کے چہروں پر مخصوص نور چمکتا ہے جو طاعتوں کا نور ہوتا ہے اللہ کی اطاعت وفرمابرداری سے دل میں سرور اور چہرہ پرنور ہوتا ہے اور نافرمانی سے دل بےچین اور بےقرار اور چہرہ پر ظلمات نمایاں ہوتی ہیں۔

(۲) دوسری سزا یہ ملتی ہے کہ فقر و فاقہ شروع ہوجاتا ہے اور رزق میں کمی آتی چلی جاتی ہے یہ بھی اللہ پاک کی ناراضگی کی وجہ سے ہی ہوتا ہے بہت سے لوگ اس زمانہ میں رزق کی کمی کی شکایات کرتے ہیں ان کو گناہوں کی طرف دھیان دینے کی سخت ضرورت ہے، گناہوں کی طرف دھیان دیں اور توبہ واستغفار کریں اللہ پاک نے فرمایا کہ تم توبہ و استغفار کرو میں تمہارے رزق میں اضافہ کردوں گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّهٗ کَانَ غَفَّارًا۰ یُرْسِلُ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِدْرَارًا۰ وَیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَبَنِیْنَ۰ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَیَجْعَلْ لَکُمْ اَنْهٰرًا۰** (سورۂ نوح)

ترجمہ:

تو میں نے کہا گناہ بخشواؤ اپنے رب سے بے شک وہ ہے بخشنے والا چھوڑ دیگا آسمان کی تم پر دھاریں، اور بڑھا دیگا تم کو مال اور بیٹوں سے اور بنا دیگا تمہارے واسطے باغ اور بنا دیگا تمہارے لئے نہریں۔

صاحب روح المعانیؒ فرماتے ھیں کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کے بار بار سمجھانے سے بھی لوگ راہ راست پر نہیں آئے تو اللہ پاک نے ۴۰ ریا ۷۰؍سال تک رزق تنگ کر دیا اور بارش روک دی اور ان کی عورتوں کے ارحام بانجھ کر دیئے تو انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام سے شکایت کی تب حضرت نے فرمایا کہ مان جاؤ اور سنبھل جاؤ اگر تم نقد وعدہ کرو پھر تو میں بھی تمہارے لئے استغفار کروں امید ہیکہ اللہ پاک معاف کر دیں گے وہ غفار ہیں بارش برسا دیں گے اور مال واولاد میں برکت دیں گے اور باغات ونہریں عطا کر دیں گے۔

قصہ:

حضرت ربیع ابن صبیح کہتے ہیں کہ حضرت حسن کے پاس جب ایک شخص نے غربت وافلاس کی شکایت کی تو فرمایا کہ استغفار کرو پھر دوسرے نے شکایت کی خشک سالی کی تو اسکو بھی یہی فرمایا اسیطرح باغات سوکھنے کی الغرض ہر بیماری کا علاج توبہ واستغفار سے کرتے تھے۔ (روح المعانی ص؍۸۳۔)

اور وہ تین عذابات جو آخرت میں ہوں گے۔

(۱) بہت بڑی اور سخت سزا یہ ہوگی کہ اللہ پاک کی سخت ناراضگی اور غصہ ظاہر ہوگا **(العیاذ باللّٰہ)** اللہ کی پناہ، اور غضبِ الٰہی کے سامنے ٹھہر جانیکی کس میں ہمت وطاقت ہے انسان تو انسان بڑے سے بڑے پہاڑ کی بھی مجال نہیں کہ وہ اللہ پاک کے غصہ اور غضب کی تاب لا سکے۔

(۲) دوسرا عذاب حساب وکتاب میں بہت زیادہ سختی ہوگی اور جس شخص کے ساتھ حساب وکتاب میں سختی کا معاملہ ہوگا وہ ہلاک ہو جائیگا۔

(۳) اور تیسری چیز جہنم میں ہمیشہ رہیگا یہ تینوں بہت ہی سخت عذابات ہیں، زنا کی حرمت وخباثت تمام ادیان وملل میں مسلّم رہی ہے پھر زنا اپنے تمام انواع واقسام کے ساتھ نہایت بدترین فعل ہے اور بطور خاص پڑوسن کے ساتھ اور رمضان کے مہینہ میں، اور بلدِ حرام میں بہت ہی سخت عذاب کا مستحق بنانے والا ہے، پھر شادی شدہ کا زنا کرنا اور بوڑھے آدمی کا یا کسی عالم کا اور بیٹے کی بیوی کے ساتھ جیسا کہ بعض خسرا اپنے بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں جس سے گھر تباہ ہو جاتا ہے، اور پھر بھی زیادہ سخت عذاب اور بڑا گناہ ہے۔ (روح المعانی ص؍۶۷؍ج۱۴)

اس میں آیت پاک وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا (الآیة) کی شرح میں فرماتے ہیں: **والآيةُ ظاهرةٌ فِي أنَّهُ فاحشة مطلقاً تعم أفحشَ أنواعِ الزّنَا بحليلةِ الجَارِ وَزِنَاالثَّيّبِ أقبحُ مِنْ زِنَاالبكرِ وَزَنَاالشيخِ لكمالِ عَقْلِهِ أقبحُ مِنْ زِنَاالشَّابِّ وزناالحرِ،والعالمُ أقبح من زناالقن والجاهل۔** فرماتے ہیں کہ زنا کاری کے برے نتائج میں سے یہ بھی

ہے کہ وہ جہنم کا مستحق بناتا ہے اور عذاب شدید کا سبب ہوتا ہے اور فقر و فاقہ ، غربت وافلاس اور چہرہ کی رونق اور خوبصورتی ختم کر دیتا ہے اور عمر میں بے برکتی پیدا کر دیتا ہے اور ذلت ورسوائی کا سبب ہے اور پھر زانی کی اولاد میں بھی ایسا ہو کر رہتا ہے اور نسل انسانی میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔

!!! درس عبرت !!!

صاحب روح المعانیؒ لکھتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے اسکا تجربہ کیا کہ اپنی جوان خوبصورت بیٹی کو ایک عورت کے ساتھ کر کے کہا کہ تمام بازار میں گھوما کر لا اور کوئی کچھ کرنا چاہے تو منع مت کرنا وہ عورت گئی اور اس کی بیٹی کے ساتھ گھومتی رہی مگر کسی کو کچھ چھیڑ چھاڑ کرنے کی ہمت ہی نہ ہوئی جب گھر کے قریب پہونچی تو ایک شخص نے اس کا بوسہ لے لیا اور بھاگ گیا گھر آ کر اسنے یہ سب قصہ سنایا، بادشاہ نے سجدہ شکر ادا کیا اور کہا مینے بھی کبھی بدفعلی نہیں کی پس ایک دفعہ ایک عورت کا غلط طریقہ سے بوسہ لیا تھا وہ بدلا مجھے ملکر رہا اللہ پاک ہماری اور ہماری نسلوں کی اس خبیث حرکت سے اور اس جیسی تمام خباثتوں سے ہمیشہ حفاظت فرمائے اور تقویٰ و پرہیز گاری نصیب فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

ہمارے شیخ ومرشد نمونۂ اسلاف حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

مانا نہ سہی آج، تو کل یاد کریں گے

اجڑے ہوئے دل کو مرے آباد کریں گے
برباد محبت کو نہ برباد کریں گے

توبہ ارے غیروں پہ وہ بیداد کریں گے
اپنا جسے سمجھیں گے اسے یاد کریں گے

مانا، نہ سہی آج تو کل یاد کریں گے
ناشادِ محبت کو مگر شاد کریں گے

ہم یاد کریں گے وہ ہمیں یاد کریں گے
یوں ہی دلِ برباد کو آباد کریں گے

ہم آہ وفغاں اور نہ فریاد کریں گے
ان کے کرمِ خاص کو بس یاد کریں گے

آنے لگے گلشن کے مزے ہم کو قفس میں
شکوہ نہ کبھی ہم تیرا صیاد کریں گے

وہ چاہنے والوں کیلئے اپنے یقیناً
عالم ہی نیا حسن کا ایجاد کریں گے

نعمت یہ مبارک ہو کہ احمد کبھی تجھکو
وہ دامِ محبت سے نہ آزاد کریں گے۔

ازعرفان محبت:۔

(۷)

سات ستر، ستر ہزارمضمون والی روایات:۔

قرآن کریم کا نزول سات حروف پر ہوا ہے:

(۱) عن ابن مسعود قال: قَالَ رسولُ اللّٰہِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. اُنْزِلَ القرآنُ عَلیٰ سَبْعَةِ أَحْرُفٍ لِکُلِّ اٰیةٍ مِنْهَا ظَهْرٌ وَبطْنٌ وَلِکُلِّ حدٍّ مُطَّلعٌ. (مشکوۃ شریف ص؍۳۵، ج؍اول)

ترجمه:

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن پاک سات طریقوں پر اتارا گیا ہے ہر آیت کا ظاہر اور باطن ہے اور اس واسطے ہر حد کے خبر دار ہونے کی جگہ ہے۔

تشریح:

یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے جو مشہور صحابہ کرام میں شمار ہوتے ہیں صاحب حلیۃ الاولیاء ان کو محبوب المعبود عبداللہ بن مسعود کہکر یاد کرتے ہیں بہت بڑے عالم، عابد و زاہد، حدیث و تفسیر کے ماہر، فقہ کے امام تھے رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ محبت و لگاؤ رکھتے تھے آپ ﷺ کی ہر وقت خدمت کیا کرتے تھے کبھی آپ ﷺ کے نعلین مبارکین، اور کبھی مسواک مبارک اور کبھی تکیہ لا کر دیتے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شئے کو عبداللہ بن مسعود میری امت کیلئے پسند کرے میں بھی اس کو پسند کرتا ہوں اور جس چیز کو یہ ناپسند کریں میں بھی اپنی امت کیلئے اس کو پسند نہیں کرتا ہوں نہایت مخلص نہایت متواضع صحابی تھے۔

حضرت رسول کریم ﷺ کا ارشاد پاک نقل کرتے ہیں کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے سات حروف سے کیا مراد ہے؟ اسمیں علماء حدیث کے اقوال مختلف ہیں (۱) یعنی مراد سات قرأتیں ہیں جو مشہور ہیں (۲) سات الفاظ مراد ہیں (۳) سات احکام کی سات انواع و اقسام مراد ہیں، انمیں عمدہ قول دوسرا ہے کہ سات لغات ہیں چونکہ عرب میں سات قبائل آباد تھے (۱) قریش (۲) طی (۳) ہوازن (۴) اہل یمن (۵) ثقیف (۶) ہذیل (۷) بنی تمیم، ان تمام قبائل نے اپنی اپنی زبان میں قرآن کریم کی قرأت و تلاوت کی اجازت طلب کی تو رسول کریم ﷺ نے حق تعالیٰ کی جانب سے اجازت پا کر ان کو انکی زبان و لغت میں قرأت کی اجازت مرحمت فرمائی، علامہ طیبیؒ نے اس کی دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ کے پاس یہ قبائل حاضر ہوئے اور یہ زبانوں کا اختلاف تھا مگر اس سے معانی و مطالب میں کچھ بھی فرق نہیں پڑتا تھا۔

علامہ طیبیؒ شرح میں مشکوۃ ص/۳۹۲۔ فرماتے ہیں کہ اگر تمام قبائل کو ایک ہی قبیلہ کی قرأت پر مجبور کیا جاتا تو سب کو بہت دشواری ہوجاتی اور نبی کریم ﷺ سب کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور قبائل عرب مختلف بھی تھے اور دوسری طرف ناخواندہ بھی تھے، اصل میں تو قرآن کریم کا نزول سب سے عمدہ لغت لغت قریش پر ہوا تھا مگر آسانی کیلئے دوسرے قبائل کے لوگوں کی فرمائش پر ان کو ان کی لغت میں قرأت کی اجازت ملتی گئی تو گویا ان کی لغات پر بھی قرآن کریم کا نزول ہوا، تو سات لغات کی طرف نزول کی اضافت مجازی ہے کیونکہ حقیقۃً تو نزول لغت قریش پر ہوا تھا۔

لامع الدراری شرح بخاری ص/۲۵۳، ج/۳ میں امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ نے یہی فرمایا ہے: والأقربُ أنه نُزِلَ عَلىٰ لُغَةٍ وَاحِدَةٍ لغةِ قُرَيْشٍ وَلٰكِنَّه استزادَ فَزِيْدَلَه وَرَخَّصَ فِي القِرأةِفي ايتها أمكن ونسبةُ النُّزُولِ اِلىٰ السَّبْعَةِ بأسرِهَا مُجَازٌ بِاعْتبارِ أنَّهَا صارَتْ فِيْ حُكْمِ اللُّغَةِ النَّازِلَةِ فِيْ جَوَازِ الْقِرَأةِ فِيْ الصَّلاةِ وَحُرْمَةِ الْقِرأةِ فِي الْجَنَابَةِ وَالْحَيْضِ اِلىٰ غَيْرِ ذٰلكَ وَليس الْمُرادُ بِالسَّبْعَةِ ههُنَا هِيَ الْقِرأةُ السَّبْعَةُ الْمُتَوَاتِرَةُ الشَّائِعَةُ فِيْ الْقِرأةِ لأنَّهَا بأسرِهَا لُغَةٌ وَاحِدَةٌ وَلاَ تيسر في اختلافِ الفاظِ اللُّغَةِ الْوَاحِدَةِ .

یعنی اقرب الی الفہم یہ ہے قرآن کریم کا نزول تو صرف لغت قریش پر ہی ہوا لیکن آپ ﷺ نے اللہ پاک سے (امت کی فرمائش اور خواہش پر آسانی کیلئے) حق تعالیٰ سے اجازت لی ہے دوسری اور لغات پر بھی پڑھنے کی تو اجازت دیدی گئی ان لغات پر اس کو پڑھا جاسکتا ہے نزول کی طرف نیت اور اضافت مجازی ہے کیونکہ حقیقتاً تو نزول نہیں ہوا مگر ان لغات پر قرأت کی صرف اجازت ملی تو گویا ان لغات پر بھی نزول ہوا ہے اور اب یہ لغات بھی قرأت فی الصلاۃ اور جنابت وحیض کے زمانہ میں قرأت کی ممانعت میں لغت قریش جس پر نزول ہوا اسی کے حکم میں ہوگئی ہیں، اور یہاں قرأت سے مراد قراء کرام نے جو قرأت سبعہ مشہورہ کرلیا ہے وہ مراد نہیں ہے کیونکہ وہ سب ایک ہی لغت ہے اور اسمیں وہ تیسیر نہیں ہے جو مطلوب تھی، مثلاً مالک ملک ملاک وغیرہ ان پر آسان اور دشوار ہونے میں سب برابر ہیں، بلکہ بعض محدثین نے اس روایت میں قرأت سبعہ مشہورہ کو مراد لینا اجماع علماء کے خلاف قرار دیا ہے اور شیخ ابن ابی طالب مکیؒ

نے اس پر روایت کو محمول کرنا سخت غلطی قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس قول پر ایک سنگین غلطی مرتب ہوتی ہے وہ یہ کہ جوان قراء کی قرأت سبعہ سے خارج ہو حالانکہ وہ دوسرے ائمہ سے ثابت ہوا اور مصحف عثمانی کے مطابق ہو اس کا قرآن کریم سے خارج ہونا لازم آئے گا اور یہ بہت بے جابات ہوگی بلکہ خطاء عظیم ہوگی، حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کے حوالہ سے روایت کی جو شرح پیش کی گئی ہے یہ سب سے آسان ہے ورنہ اس حدیث کی شرح میں بقول علامہ ابن حبانؒ کے ۳۵ر پینتیس اقوال ہیں جن کے بارے میں علامہ منذریؒ نے فرمایا ہے کہ اکثر انمیں غیر مختار ہیں بلکہ بعض علماء نے تو اس حدیث کو مشکلات الحدیث میں داخل کر دیا اور کہا ہے کہ اس حدیث کی توجیہہ مشکل ہے کیونکہ یہاں احرف کا لفظ وارد ہوا ہے جو حرف کی جمع ہے اور حرف مختلف معانی کیلئے آتا ہے اور خلیل بن احمد سے جو قرأت سبعہ مراد لینا منقول ہے یہ سب سے ضعیف اور کمزور قول ہے شرح مئوطاء امام مالک میں ہمارے حضرت شیخ زکریاؒ نے اس حدیث پر دس ابحاث ذکر فرمائی ہیں، **لكل آية منها ظهرٌ وبطنٌ** ۔ ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اس جزء کی توجیہ اور تشریح میں بھی محدثین کرام کے اقوال مختلف نظر آتے ہیں مگر یہاں آسان توجیہ ذکر کی جاتی ہے وہ یہ ہے، ظاہر سے مراد وہ مطلب ہے جو اہل زبان سہولت سے سمجھتے ہوں اور بطن سے مراد وہ باطنی معنی اور مفہوم ہے جو خاص بندوں پر منکشف ہوتا ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ ظاہر سے مراد اس پر ایمان لانا ہے اور باطن سے مراد اس پر عمل کرنا ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ ظاہر سے مراد اس کی قرأت وتلاوت ہے اور باطن سے مراد اس کا تدبر وفہم ہے یا مراد یہ ہے کہ قرآنی واقعات بظاہر تو ایک تاریخ واخبار

ہیں اور حقیقتاً وہ عبرت پذیری کیلئے ایک بڑا ذخیرہ ہے یہ شرح طیبی وغیرہ کو سامنے رکھکر کی گئی ہے، **ولكل حد مطلع** بعض حضرات نے اس سے یہ سمجھا کہ ہر حرف کی ادائیگی کا ایک خاص مخرج ہے اس سے اس کو ادا کرنا چاہئے چنانچہ علامہ طیبی شرح مشکوۃ ص ر۶۹۳ کے تحت یعنی حد کل حرف معلوم فی التلاوۃ (یعنی ہر حرف کی ادائیگی کا ایک طریقہ ہے اسی سے اس کو ادا کرنا چاہیئے اور اس میں کوئی تبدیلی نہ کرنی چاہئے) بعض حضرات شراح نے فرمایا مطلع سے مراد فہم خاص ہے جس سے اللہ پاک کے نیک بندے اسرار قرآن اور رموز قرآن پر واقف ہوتے ہیں اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر اور باطن پر ایک کی ایک حد ہے یعنی انتہاء ہے اور ہر حد اور انتہاء کا ایک مقام ہے، اور کہا کہ اللہ پاک آپ کو اور آپ کی امت کو یہ حکم فرماتے ہیں کہ سب (اس مقدس کتاب کو ایک ہی طرز پر پڑھا کریں) تو رسول کریم ﷺ نے عرض کیا کہ میں اللہ پاک سے معافی اور مغفرت چاہتا ہوں میری امت کمزور ہے اس کو دشواری ہوگی یہ سنکر وہ اللہ پاک کی طرف لوٹے اور ہوتے ہوتے مذکورہ قبائل کو اپنی یعنی لغات پر قرأت کی اجازت مل گئی، رسول کریم ﷺ کے دور سے دور عثمانی تک یہ سلسلہ رہا حضرت عثمانؓ نے جب دیکھا کہ لوگ لغات کے اختلاف کی وجہ سے جھگڑنے لگے ہیں اور اس کی وجہ سے ایک دوسرے کی برائی کرنے لگے تو کلام اللہ کو بس لغت قریش پر جمع کر دیا اور دوسری تمام لغات کو یکسر ختم کر دیا چنانچہ اس وقت سے آج تک لوگ لغت قریش پر ہی تلاوت کرتے ہیں۔

عیادت کی فضیلت واجر:

(۲) عن علي قَالَ سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔مَامِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُمُسْلِماًغُدوَةً اِلَّاصَلَّى عليهِ سَبْعُوْنَ ألفُ مَلَكٍ حَتى يُمْسِيَ وَاِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً اِلَّاصلى عليه سبعون ألف ملكٍ حتى يُصْبِحَ وَكَانَ له خَرِيْفٌ فِىْ الْجَنَّةِ۔ (مشکوۃ المصابیح ص؍۱۳۵، ج؍اول)

ترجمہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان دوسرے بیمار مسلمان کی دن کے پہلے حصہ میں یعنی دوسرے پہر سے پہلے پہلے عیادت کرتا ہے تو ستّر ہزار فرشتے اس کے لئے شام ہونے تک رحمت ومغفرت کی دعاء کرتے ہیں اور جو مسلمان دن کے آخری حصہ میں یعنی زوال کے بعد عیادت کرتا ہے تو ستّر ہزار فرشتے اس کیلئے صبح ہونے تک رحمت ومغفرت کی دعا کرتے ہیں اور بہشت میں اس کے لئے ایک باغ مقرر کردیا جاتا ہے۔

تشریح:

یہ روایت رابع خلیفہ راشد حضرت علیؓ سے منقول ہے جن کے حالات گذر چکے ہیں اس حدیث پاک میں مسلمان بھائی کی عیادت کرنے کا عظیم ثواب وبدلہ بتایا گیا ہے کہ عیادت (مزاج پرسی اور تسلی دینا بیمار کو بہت بڑی عبادت ہے ۷۰؍ ہزار فرشتے اس کیلئے رحمت ومغفرت کی دعا کرتے ہیں جو کسی مریض کی عیادت کرتا ہے اس کو تسلّی دینا

ہے آج لوگ اس عمل کی اہمیت وفضیلت سے غافل ہیں حالانکہ یہ کتنا بلند عمل ہے اس مبارک حدیث سے اس کا اندازہ کرنا چاہئے اور عیادت کرنے کے آداب وطریقے سیکھنے چاہئیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے جانے سے بیمار کو سکون اور تسلی ہونے کے بجائے اور زیادہ تکلیف ہوجائے چنانچہ احادیث شریفہ میں آیا ہے کہ جب بیمار کے پاس جاؤ تو اس کو تسلی دو اور اس کے سامنے امید والی بات کرو مثلاً یہ ہے کہ آپ انشاء اللہ جلد اس بیماری سے اچھے ہوجائیں گے بیماری آپ کیلئے طہارت ہے گھبرانے کی بات نہیں ہے ابھی اللہ پاک آپ سے اور اچھے کام کرائیں گے، خود حضور اقدس ﷺ جب کسی بیمار کا حال معلوم کرنے کیلئے تشریف لے جاتے تو لا باس انشاء اللہ طہور کا لفظ استعمال فرماتے۔

عـن ابـن عبـاس ان الـنبـىَّ ۔صلى الله عليه وسلم۔ كَانَ اِذَادَخَلَ عَلىٰ مريضٍ يَعُوْدُه قَال لَابَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ رواہ البخاری ص؍۸۷۷، ج؍۲۔

عیادت کے وقت بیمار کے لئے دعا کرنا:

(۳) عن ابن عباس قال: قَالَ رسولُ اللّٰهِ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ مـامـن مُسلـمٍ يـعـودُ مسلـمـاً فيـقـولُ سبعَ مراتٍ أسالُ اللّٰه العظيمَ رب العرشِ العظيمِ أن يشفيك اِلَّا شُفِىَ اِلَّاأن يكونَ قد حَضَرَأجلُه ۔

(مشکوۃ المصابیح ص؍۱۳۵، ج اول)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب مسلمان کسی بیمار مسلمان کی عیادت کرتا ہےاور سات مرتبہ یہ کہتا ہے کہ **أسـأل اللّٰـه العـظيم رب العـرش العظيم أن يشفيک.** یعنی میں اللہ بزرگ وبرتر سے جوعرش عظیم کا مالک ہے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفادے تو اللہ تعالیٰ اسے شفا دیتا ہے، مگر یہ کے اس کی موت ہی کا وقت آپہنچا ہوتو الگ بات ہے۔

تشریح:

اس حدیث پاک میں عیادت کا ایک اور ادب بتایا گیا ہے کہ مریض کے پاس جا کر شفاء کی دعا کرو اگر مذکورہ دعا کی جائے تو زیادہ افضل اور نفع ہے چنانچہ اہل اللہ نے اس دعا کے نافع اور مفید ہونے کا تجربہ کیا ہے اس لئے خاص کر اس دعاء کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئیے چونکہ اس حدیث پاک میں اس دعا کو سات بار پڑھنے کو فرمایا ہے اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سات کے عدد میں کوئی خاص برکت منجانب اللہ ہوتی ہے ورنہ خاص طور پر سات کا تذکرہ نہ فرمایا گیا ہوتا بلکہ مطلقاً اس دعاء کے پڑھنے کو فرما دیتے اس وجہ سے سات کا بھی خیال رکھے اسی مناسبت سے یہ روایت یہاں لائی گئی ہے اسمیں سات کا عدد مذکور ہے۔

وہ سات آدمی جن کو قیامت کے دن عرش کے سایہ میں جگہ دی جائے گی:

(۴) وعـن أبـي هـريرةَ قال: قَالَ رسولُ اللّٰهِ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِى ظله يوم لاظلَّ الا ظلُّه اِمامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَفِي عبادةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُه مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَاخَرَجَ منه حَتى يعُودَ اِلَيْهِ ورجلانِ تَحَابَّافِي اللّٰهِ اِجْتَمَعَاعليهِ وتَفَرَّقَا عليهِ ورجلٌ ذَكَرَ اللّٰه خَالِياً فَفَاضَتْ عينَاهُ ورجلٌ دَعَتْه اِمرأةٌ ذاتَ حَسَبٍ وجمالٍ فَقَالَ اِنّى اَخَافُ اللّٰه ورجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقةٍ فَأَخْفَاهَا حَتى لَاتعلم شماله ماتُنفقُ يمينُهٗ۔ (مشکوۃ المصابیح ص/۶۸ ج/اول)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن پروردگار کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا (۱) ایک تو عادل مرد اور حکمراں (۲) وہ جوان جو اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں خرچ کرے (۳) وہ شخص جو ایک نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آتا ہے تو جب تک دوسری نماز کیلئے مسجد میں واپس نہیں چلا جاتا اسکا دل برابر مسجد میں لگا رہتا ہے (۴) وہ شخص جو خالص اللہ کیلئے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اسی محبت پر اکھٹا ہوتے ہیں اور اسی محبت پر جدا ہوتے ہیں (۵) وہ شخص جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرتا ہے پھر اسکی آنکھیں بہہ نکلتی ہیں یعنی تنہائی میں اللہ کو یاد کر کے اللہ کے خوف سے روتا ہے (۶) وہ

شخص کہ اسکو مال وجاہ اور حسن وجمال رکھنے والی عورت نے برے ارادہ سے بلایا تو اس شخص نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۷) وہ شخص کہ اس نے اللہ کیلئے کچھ خیرات کیا تو اس کو اتنا پوشیدہ رکھا کہ اسکے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہیں ہوا جو اسکے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا۔

تشریح:

اس حدیث پاک میں ان سات افراد کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے جن میں پہلا نمبر اس حاکم، بادشاہ وذمہ دار کا ہے جو اپنے نظام حکومت میں عدل وانصاف کرتا ہے ،عدل وانصاف کرنے والوں کے فضائل وبرکات بہت زیادہ ہیں عدل وانصاف کے بارے میں چند نصوص پیش کی جاتی ہیں:

(۱) اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۰

ترجمہ:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور نامعقول کام سے اور سرکشی سے تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو،اس آیت پاک میں تین باتوں کا حکم ہے اور تین باتوں کی ممانعت ہے جن تین باتوں کا حکم ہے ان میں پہلی بات عدل وانصاف ہے اسی کے ذریعہ سے ہر نظام قائم رہتا ہے اور اس کے فقدان سے نقصان ہوتا ہے بہر حال اس

حدیث پاک میں سات اعمال کے فضائل بیان ہوئے ہیں ۱عدل وانصاف ۲نوجوانی میں اللہ پاک کی عبادت ۳مسجد سے تعلق ۴ محبت فی اللہ ۵ ذکر اللہ ۶خوف خدا اور عفت نفس ۷ صدقہ ،اگر ان سات اعمال کے فضائل پر تفصیلی گفتگو کی جائے تو ایک ضخیم رسالہ تیار ہو جائے ہر ایک کے متعلق آیات وروایات واقعات کا ایک انبار موجود ہے ان کو پڑھنا اور سننا چاہیے اور عمل کرنا چاہیے تاکہ یہ سعادت عظمیٰ میسر آسکے آمین یارب العالمین۔

دوسری چیز احسان ہے،اللہ پاک اپنے سایہ میں رکھے گا یعنی اللہ تعالیٰ ان آدمیوں کو اپنی رحمت میں داخل کریگا اور آخرت کی ہولناکیوں سے اور سختیوں سے مامون رکھیگا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اپنے سایہ میں رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اپنے عرش کے سایہ میں رکھے گا،اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہیں یہ گویا مبالغہ کے طور پر فرمایا جو کمالِ اخفاء اور نہایت پوشیدگی سے کنایہ ہے اور بعض حضرات نے اسکے معنی یہ لکھے ہیں کہ اتنا چھپا کر خیرات کرتا ہے کہ جو لوگ اسکے بائیں طرف بیٹھے ہوتے ہیں ان تک کو خبر نہیں ہوتی کہ اس نے دائیں طرف کے لوگوں پر کیا خرچ کیا ان کو کیا دیا۔

سات ہلاک کرنے والی باتوں سے بچو:

(۵)عن أبي هُريرةَ قال: قَالَ رسولُ اللّٰهِ ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـاِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا يَارَسُولَ اللّٰهِ ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـوَمَاهُنَّ ؟قَالَ اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسحرُ وقتلُ النفسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِ وَأكلُ الرِّبوا وأكلُ مالِ اليتيمِ والتولى يومَ الزَّحْفِ وقذفُ المحصناتِ المؤمناتِ الغَافِلاتِ۔ (مشکوۃ المصابیح ص/۱۷ج/اول)

ترجمه:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں سات ہلاک کردینے والی باتوں سے بچو پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ سات ہلاک کرنے والی باتیں کونسی ہیں فرمایا (۱) کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا (۲) جادو کرنا (۳) جس جان کو مارڈالنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اسکو مارڈالنا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) جہاد میں دشمن کو پیٹھ دکھانا (۷) پاکدامن ایمان والی اور بے خبر عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا،

تشریح:

اسلامی اعتقادات ونظریات اور بدیہی مسلمات کو دل سے ماننا زبان سے اقرار کرنا اور عائد شدہ فرائض پر عمل کرنا ایمان ہے اور ان ہی بدیہی مسلمات میں سے کسی ایک بات کا انکار کرنا کفر ہے اب اگر اس کلیہ کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایمان کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ دین کے بدیہی مسلمات زبان ودل سے مان لیئے جائیں

اور اس پر عمل پیرا ہوجائے برخلاف اس کے کہ کفر کی صورتیں کئی ہیں اور دین کی بدیہیات میں سے اگر کسی ایک بات کا بھی انکار کردیا جائے خواہ بقیہ سب کا اقرار موجود رہے تو بھی کفر عائد ہوجاتا ہے پھر علماء کی تصریح ہے کہ کفر صرف قول ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بعض افعال بھی موجب کفر ہوسکتے ہیں چنانچہ فقہاء ایسے افعال پر بھی کفر کا حکم لگادیتے ہیں جو قلبی واعتقادی کفر کے صحیح ترجمان سمجھے جاتے ہیں۔

یُوں تو کفر کی ہر قسم انسانیت کے دامن پر سب سے بدنما داغ ہے لیکن اس کی جو قسم سب سے بدتر ہے وہ شرک ہے یعنی خدا تعالیٰ کی ذات اس کی صفات اس کی عبادات اور اس کی حدودِ عظمت میں کسی کو شریک بنالینا نہ صرف اعتقادی حیثیت سے ایمان واسلام سے صریح بیزاری کا اظہار ہے بلکہ فطرت پر ایک بہت بڑا ظلم اور عقل ودانش سے سب سے بڑی بغاوت بھی ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کرکے اس کی فطرت کو کفر وشرک کی ہر قسم کی آلودگی سے پاک وصاف رکھا ہے اب اگر انسان اپنی فطرت کو شرک کی نجاست سے ملوث کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی فطرت اور اپنے ضمیر کی صداقت آمیز آواز کا گلاگھونٹ کر مذہب وانسانیت دونوں حیثیت سے تباہی وبربادی کے غار میں گرتا ہے۔

اس لئے پروردگار عالم کا اٹل فیصلہ ہے کہ اس کی بارگاہ میں ہر کوتاہی ولغزش قابل معافی ہوسکتی ہے مگر شرک کا جرم ہرگز قابل معافی نہیں ہوگا جس کی سخت سے سخت سزا مشرک کو بھگتنی ہوگی اور خدا تعالیٰ کی پاک جنت میں اس کے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی۔

ارشادِ ربّانی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس جرم کونہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے ہاں اس کے سوا اور جس گناہ کو چاہے گا بخش دے گا چونکہ شرک انسانی فطرت سے سعادت و نیک بختی کا تخم جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے اور انسان کی روحانی ترقی کی تمام استعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے نیز خود قرآن کی نظر میں شرک خدا تعالیٰ پر سب سے بڑا افتراء اور سب سے بڑھ کر بے دلیل اور خلافِ ضمیر بات اور نفس انسان کیلئے ابدی موت ہے اس لئے حدیث شریف میں جن ہلاکت خیز باتوں کی نشان دہی کی گئی ہے ان میں شرک کا جرم سرفہرست ہے۔

شرک کی تعریف اور اقسام:

اس مقام پر مناسب ہے کہ شرک کی تعریف اور اس کی اقسام کی کچھ تفصیل بیان کردی جائے شرح عقائد میں ہے کہ اصطلاح شریعت میں شرک اسے کہتے ہیں کہ خدائی اختیارات میں غیر اللہ کو شریک ٹھہرائے جیسا کہ مجوسی اہرمن و یزداں کو مانتے ہیں یا خدا کے علاوہ کسی دوسرے کو بھی پرستش و عبادت کے لائق جانے جیسا کہ بت پرست عقیدہ رکھتے ہیں یہ بات پہلے بتائی جاچکی ہے کہ شرک کفر کی ایک قسم ہے اور اسی لئے شریعت میں شرک کفر کے معنی میں بھی آتا ہے چنانچہ حضرت شیخ عبدالحقؒ نے اپنے ترجمہ

مشکوٰۃ میں شرح عقائد کی بیان کردہ شرک کی ان دونوں قسموں کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں شرک سے مراد کفر ہے خیالی میں بھی اس کی تصریح ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ شریعت کی اصطلاح میں ''شرک'' اسے کہتے ہیں کہ جو صفات خاص باری تعالیٰ عزاسمہٗ کے ساتھ مختص ہیں ان کو خدا کے علاوہ کسی دوسرے میں بھی ثابت کرے جیسے خدا کے علاوہ کسی دوسرے کو بھی عالم الغیب جانے یا جس طرح دنیا کی ہر شے پر خدا کو قادر مانتا ہے کسی دوسرے کو بھی قادر جانے یا جیسے خدا تعالیٰ کو اپنے ارادہ کے ساتھ دنیا کی تمام چیزوں پر متصرف جانتا ہے ایسے ہی کسی دوسرے کو بھی متصرف جانے مثلاً کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ فلاں نے نظر کرم کے ساتھ مجھ سے برتاؤ کیا اس لیے مجھ کو مال وزر کی وسعت اور خوشی حاصل ہوگئی یا فلاں نے مجھ کو پھٹکار دیا تھا تو اس کے سبب میں بیمار ہوگیا یا میرا مقدر پھوٹ گیا وغیرہ وغیرہ۔

خدا کی ذات اور صفات اور خدائی اختیارات میں شرک کے علاوہ تفسیر عزیزی میں شرک کی اور جو اقسام ذکر کی گئی ہیں ان میں ایک تو یہی ہے کہ عبادت میں کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرایا جائے یا کسی کا نام تقرب وفضیلت کے طریقہ پر خدا کے نام کی طرح لیا جائے اور اس کو خدا کا ہمسر قرار دیا جائے، مثلاً کسی کو اٹھتے بیٹھتے ومصائب ومشکلات میں اس کا نام لیکر اسے یاد کرے ایسے ہی کسی کا نام بجائے عبداللہ یا عبدالرحمٰن کے بندہ فلاں یا عبد فلاں رکھا جائے اس کو شرک ''فی التسمیہ'' کہتے ہیں یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے اور اس کی نذر مانی جائے یا بلاؤ شر کے دفعیہ اور حصولِ منفعت کے لئے خدا کے علاوہ کسی دوسرے کو پکارا جائے اور ان کی طرف رجوع کیا جائے یا علم وقدرت میں خدا کے نام

کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا جائے جیسے کوئی کہے مَاشَآءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ یعنی جو خدا چاہے اور تم چاہو وہی ہوگا، منقول ہے کہ ایک مرتبہ کسی ناواقف نے آنحضرت ﷺ کے سامنے اسی طرح کے الفاظ کہے تو آپؐ بہت افسردہ ہوئے اور فرمایا کہ ”تم نے تو مجھے خدا کا شریک ٹھہرا دیا اور فرمایا کہ اس طرح کہو۔

مَاشَآءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ (یعنی جو صرف خدا چاہے گا وہی ہوگا)

بعض کبیرہ گناہوں کو بھی شرک کہا گیا ہے جیسے حدیث میں وارد ہے کہ جس شخص نے اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی قسم کھائی اس نے شرک کیا یا کہا جاتا ہے کہ بدشگونی لینا شرک ہے یا منقول ہے کہ ریاکاری شرک ہے یا اسی طرح منقول ہے کہ جو عورت اپنے خاوند سے محبت کے لیے ٹوٹکہ کرے شرک ہے گویا یہ گناہ اپنے مہلک اثرات کی بناء پر شرک کی طرح ہیں اس لیے ان سے اجتناب بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا شرک سے۔

اس حدیث میں دوسرا ہلاکت خیز فعل سحر بتایا گیا ہے سحر کے بارہ میں علماء کہتے ہیں کہ جس طرح سحر اور جادو کرنا حرام اور ہلاکت خیز چیز ہے اسی طرح جادو سیکھنا اور سحر کا علم حاصل کرنا بھی حرام ہے جو آخرت میں ہلاکت کا موجب بنے گا شرح عقائد کے حاشیہ ”خیالی“ میں لکھا ہے کہ سحر کرنا کفر ہے اور صحابہؓ وغیرہ کی ایک جماعت تو اس پر متفق ہے کہ ساحر کو فوراً مار ڈالنا چاہیے جب کہ بعض کی رائے یہ ہے کہ اگر ساحر اس طرح کا ہو جس سے کفر لازم آتا ہو اور ساحر اس سے توبہ نہ کرے تو اس کو موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیے، اسی طرح نجوم، کہانت رمل اور شعبدہ بازی کی تعلیم حاصل کرنا، ان چیزوں کو اختیار کرنا اور ان سے روزی اور پیسہ کمانا اور نجومی و کاہن وغیرہ سے سوالات

کرنا اور ان کی بتائی ہوئی باتوں پر اعتقاد رکھنا بھی حرام ہے۔

حدیث میں دشمن کے مقابلہ سے راہِ فرار اختیار کرنے کے مذموم فعل کو بھی ہلاکت کا موجب بتایا گیا ہے اس لیے کہ جس شخص نے اتنی بزدلی اور پست ہمتی دکھائی کہ عین اس موقع پر جبکہ اس کو ایمانی شجاعت و دلیری کا مظاہرہ کرنا چاہیے تھا، دشمن کو پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑا ہوا وہ دراصل اپنی اس مذموم حرکت کے ذریعہ اہل اسلام کی رسوائی کا سبب بنا لہٰذا اس کو آخرت کے عذاب اور ہلاکت کا مستوجب گردانا جائے گا اس سلسلہ میں جہاں تک تفصیلی مسئلہ کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان کے مقابلہ میں دو کافر ہوں تو اس کو ان کے مقابلہ سے راہ فرار اختیار کرنا گناہ کبیرہ ہے ہاں اگر مقابلہ پر دشمن دو سے زیادہ کی تعداد میں ہوں تو پھر بھاگنا حرام نہیں ہے بلکہ جائز ہے مگر اس میں بھی اولیٰ اور بہتر یہی ہے کہ وہ اس صورت میں بھی پیٹھ نہ دکھلائے بلکہ مقابلہ کرے خواہ جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔

راہِ خدا میں شہادت کے علاوہ شہادت کی اور قسمیں:

(۶) عن جابر بن عتيكٍ قال قال رسول الله ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. الشهادةُ سبعٌ سوى القتلِ فِى سبيلِ اللّٰهِ اَلْمَطْعُوْنُ شهيد والغريقُ شهيدٌ وصاحبُ ذاتِ الجنبِ شهيدٌ وَالْمَبْطُوْنُ شهيدٌ وصاحبُ الحريقِ شهيدٌ والَّذِي يَمُوْتُ تحتَ الهدم شهيدٌ والمرأة تموت بِجُمْعٍ شهيد۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۶/ج/اول)

ترجمہ:

حضرت جابرؓ ابن عتیکؓ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شہادت کے علاوہ جو خدا کی راہ میں ہو شہادت کی اور سات قسمیں ہیں (۱) جو شخص طاعون میں مرے شہید ہے (۲) جو شخص ڈوب کر مرجائے شہید ہے (۳) جو شخص ذات الجنب میں مرے شہید ہے (۴) جو شخص پیٹ کی بیماری (یعنی دست اور استسقاء) میں مرجائے شہید ہے (۵) جو شخص جل کر مرجائے شہید ہے (۶) جو شخص دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مرجائے شہید ہے (۷) اور وہ عورت جو حالت حمل میں یا باکرہ مرے شہید ہے۔

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ حقیقی شہید تو وہی ہے جو راہ خدا میں دین کے دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے کام آئے اس کے علاوہ سات قسم کے اور شہید ہیں جو حقیقی شہید تو نہیں لیکن حکم میں شہید کے ہی ہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی کئی قسمیں ہیں جو مختلف احادیث میں مذکور ہیں اور جن کی تفصیل پچھلے صفحات میں ذکر کی گئی ہے۔

ذات الجنب! ایک مشہور بیماری ہے اس بیماری میں پہلو کے اندر دل اور سینہ کے قریب پھنسیاں ہو جاتی ہیں اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ مریض کا سانس رکتا ہے اور بخار و کھانسی رہتی ہے۔

ایمان کی شاخیں:

(۷) عن أبي هُريرة قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ ـ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ الإيمانُ بِضعٌ وسبعونَ شعبةً فأفضلُها قولُ لااله الااللّٰه وأدناهَا إماطَةُ الأذى عَنِ الطريقِ والحياءُ شعبةٌ من الإيمان۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۲/ج/اول)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ایمان کی شاخیں ۷۰/ستّر سے کچھ اوپر ہیں ان میں سب سے اعلیٰ درجہ کی شاخ زبان و دل سے اس بات کا اقرار و اعتراف ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور سب سے کم درجہ کی شاخ تکلیف دینے والی چیز کا راستہ سے ہٹا دینا ہے نیز شرم و حیا بھی ایمان ہی کی ایک شاخ ہے۔

تشریح:

اس حدیث میں ایمان کے شعبوں میں شاخوں کی تعداد بتائی گئی ہے یعنی وہ چیزیں جو مل کر کسی کو ایمان و اسلام کا مکمل پیکر اور خوشنما مظہر بناتی ہیں یہاں تو صرف ان شعبوں اور شاخوں کی تعداد بتائی گئی ہے بعض احادیث میں ان کی تفصیل بھی منقول ہے اور وہ اس طرح ہے پہلی چیز تو بنیادی ہے یعنی اس حقیقت کا دل و دماغ میں اعتقاد و یقین اور زبان سے اقرار و اظہار کرنا، کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کی ذات و صفات برحق

ہیں وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا بقاء اور دوام صرف اسی کی ذات کے لئے ہے جبکہ کائنات کی تمام چیزیں فنا ہو جانے والی ہیں، ایسے ہی اللہ کے رسولوں اس کی کتابوں اور فرشتوں کے بارے میں اچھا اعتقاد اور حسن یقین رکھنا، اور ان کو برحق جاننا، آخرت کا عقیدہ کہ مرنے کے بعد قبر میں برے اور گنہگار لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اچھے اور نیک بندوں پر اس کا انعام اکرام ہوتا ہے، قیامت آئے گی اور اس کے بعد حساب و کتاب کا مرحلہ ضرور آئیگا اس وقت ہر ایک کے اعمال ترازو میں تولے جائیں گے جن کے زیادہ اعمال اچھے اور نیک ہوں گے ان کو پروانۂ جنت داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا، جنکے زیادہ اعمال برے ہوں گے ان کی فرد جرم ان کے بائیں ہاتھ میں تھمادی جائے گی، تمام لوگ پل صراط پر سے گذریں گے، مؤمنین صالحین ذات باری تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے، نیک اور اچھے لوگ بہشت میں پہنچائے جائیں گے، اور گنہگاروں کو دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا، جس طرح جنّتی مؤمن بندے جنت میں ہمیشہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام اور اس کی خوشنودی سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے، اسی طرح دوزخی لوگ ''کفار'' ہمیشہ ہمیشہ اللہ کے مسلط کئے ہوئے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

ایمان کے شعبوں اور شاخوں میں سے یہ کہ اللہ سے ہر وقت لو لگائے رہے اور اس سے محبت رکھے، اگر کسی غیر اللہ سے محبت کرے تو اللہ کے لئے کرے یا کسی سے دشمنی رکھے تو اللہ کے لئے رکھے، نبی کریم ﷺ سے کامل محبت اور آپ کی عظمت و برتری اور فضیلت میں پورا یقین رکھے، آپ کی سنت پر عمل کرنا، آپ کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنا، اور آپ کے ارشادات آپ کی تعلیمات کو رواج دینا، اور پھیلانا بھی آپ سے

محبت رکھنے کی دلیل ہے، اللہ اور اسکے رسول کی محبت اس طرح رچ بس جائے کہ اس کی محبت کے مقابلے میں دنیا کی کسی بھی چیز اور کسی بھی رشتہ کی محبت کوئی اہمیت نہ رکھے، اور اس محبت کی علامت اتباع شریعت ہے، اگر کوئی شخص اللہ اور اسکے رسول کے فرمان کی تعمیل کرتا ہے اور شریعت کے احکام پر عمل کرتا ہے تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنے اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے، لیکن جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے احکام وفرمان کی نافرمانی کرتا ہے تو اسکا صاف مطلب یہ ہوگا کہ نعوذ باللہ اس کا دل اللہ اور اس کے رسول کی پاک محبت سے خالی ہے۔

یہ بھی ایمان کی ایک شاخ ہے کہ جو بھی عمل کیا جائے قول وبدنی ہو یا مالی ہو قولی ہو یا فعلی یا اخلاقی وہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے ہو یا کسی دنیاوی غرض سے نہ ہو پس جہاں تک ہو سکے اعمال میں اخلاص پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے ورنہ نفاق اور ریا کا اثر عمل کے حسن وکمال اور تاثیر کو ختم کر دیتا ہے۔

مؤمن کا دل ہمہ وقت خوفِ خدا اور خشیت الٰہی سے بھرا ہوا ہو، اور اس کے فضل و کرم اور رحمت کی امیدوں سے معمور رہنا چاہئے، اگر بہ تقاضائے بشریت کوئی بری بات یا گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر فوراً خلوص دل سے توبہ کے بعد آئندہ کے لئے گناہوں سے اجتناب کا عہد کرے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتا رہے، اور اپنے اچھے عمل اور نیک کام میں اللہ کی رحمت اور اس کے انعام و اکرام سے آس لگائے رہے، درحقیقت یہ ایمان کا ایک بڑا تقاضہ ہے کہ جب کبھی کوئی گناہ دانستہ یا نادانستہ سرزد ہو جائے تو فوراً احساس ندامت وشرمندگی کے ساتھ خدا کے حضور اپنے گناہ سے توبہ

کرے اور معافی وبخشش کا طلبگار رہو اس لئے کہ ارتکاب گناہ کے بعد توبہ کرنا شرعاً ضروری اور لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے، اگر اللہ نے اولاد عنایت فرمائی تو فوراً عقیقہ کرے، اگر نکاح کیا تو ولیمہ کرے، اگر قرآن مجید حفظ یا ناظرہ ختم کیا تو خوشی و مسرت کا اظہار کرے، اللہ نے اگر مال دیا تو زکوۃ ادا کرے، عید کی تقریب میں صدقۃ الفطر دے، اور بقرعید میں قربانی کرے، یہ بھی ایمان کا تقاضہ ہے کہ وعدہ کرے تو اسے پورا کرے، مصیبت پر صبر کرے، اطاعت وفرمانبرداری کے لئے ہر مشقت برداشت کرے، گناہوں سے بچتا رہے، تقدیر اور اللہ کی مرضی پر راضی رہے، اور اللہ پر توکل کرے، بڑوں اور بزرگوں کی تعظیم و احترام چھوٹوں اور بچوں سے شفقت ومحبت کا معاملہ کرے، اور کبر وغرور، نخوت وتکبر کو چھوڑ کر کسر نفسی وتواضع اور حلم وبردباری اختیار کرے۔

''حسن اسلام اور تکمیل ایمان'' کے رواج میں سے یہ بھی ہے کہ برابر کلمۂ توحید و شہادت کا ورد رکھے، قرآن شریف پڑھے اگر جاہل ہو تو عالم سے علم کی دولت حاصل کرے، اگر عالم ہو تو جاہل کو تعلیم دے، اپنے مقاصد میں کامیابی کیلئے خدا سے مدد کا طلب گار ہو، اور دعا مانگے اور اس کا ذکر کرتا رہے، اپنے گناہوں سے استغفار اور فحش باتوں سے بچتا رہے، ہر وقت ظاہر وباطن گندگیوں سے الگ رہے۔

نمازوں کا پڑھنا خواہ فرض ہو یا نفل اور وقت پر ادا کرنا، روزہ رکھنا چاہے نفل یا فرض، ستر کا چھپانا، صدقہ دینا خواہ نفلی ہو یا لازمی، غلاموں کو آزاد کرنا، سخاوت وضیافت

کرنا، اعتکاف میں بیٹھنا، شب قدر اور شب برات میں عبادت کرنا، حج وعمرہ کرنا، طواف کرنا، دارالحرب یا ایسے ملک سے جہاں پر فحش و بے حیائی اور منکرات وبدعات کا زور ہو دار اسلام کی طرف ہجرت کر جانا، بدعتوں سے بچنا، اپنے دین کو بری باتوں سے محفوظ رکھنا، نذورں کا پورا کرنا، کفاروں کا ادا کرنا، حرام کاری سے بچنے کے لئے نکاح کرنا، اہل وعیال کے حقوق پورے طور پر ادا کرنا، والدین کی خدمت کرنا، اور ہر طرح ان کی مدد کرنا، اور خبر گیری رکھنا، اپنی اولاد کی شریعت کے مطابق تربیت کرنا، اپنے ماتحتوں سے حسن سلوک کرنا، اپنے حاکموں افسروں اور مسلمان سرداروں کی تابعداری کرنا، بشرطیکہ خلاف شرعی چیزوں کا وہ حکم نہ دیں، غلام اور باندی سے نرمی اور بھلائی سے پیش آنا، اگر صاحب اقتدار اور حاکم وجج ہو تو انصاف کرنا، لوگوں میں باہم صلح صفائی کرنا، اسلام سے بغاوت کرنے والوں اور دین سے پھرنے والوں سے قتل وقتال کرنا، اچھی باتوں کی تبلیغ کرنا، بری باتوں سے لوگوں کو روکنا، اللہ کی جانب سے مقرر کی ہوئی سزاؤں کا جاری کرنا، دین واسلام میں غلط باتیں پیدا کرنے والوں اور اللہ ورسول کا انکار کرنے والوں سے حسب قوت استطاعت خواہ ہتھیار سے خواہ قلم وزبان سے جہاد کرنا، اسلامی ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنا، امانت کا ادا کرنا، مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرنا، وعدہ کے مطابق قرض ادا کرنا، پڑوسی کی دیکھ بھال کرنا، اور اسکے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آنا، لوگوں کے ساتھ بہترین معاملہ کرنا، حلال طریقہ سے مال کمانا، اور اسکی حفاظت کرنا، مال دولت کو بہترین مصرف میں اور اچھی جگہ خرچ کرنا، فضول خرچی نہ کرنا، سلام کرنا، اور سلام کا جواب دینا، جب کسی کو چھینک آئے تو

یرحمک اللہ کہنا، خلاف تہذیب کھیل کود اور برے تماشوں سے اجتناب کرنا، لوگوں کو تکلیف نہ پہونچانا، اور راستوں سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹا دینا، تا کہ راہ گیروں کو تکلیف ونقصان نہ پہنچے یہ سب ایمان کے شعبے اور اس کی شاخیں ہیں۔

راستے سے تکلیف دہ چیزوں کے ہٹانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر راستہ میں پتھر یا کانٹے پڑے ہوں جس سے راہ گیر کو تکلیف پہنچتی ہو یا نجاست وغلاظت پڑی ہو یا ایسی کوئی چیز پڑی ہو جس سے راستہ چلنے والوں کو نقصان پہنچے تو مؤمن کا یہ فرض ہے کہ انسانی واخلاقی ہمدردی کے ناتے اس کو ہٹا دے اور راستہ صاف کردے اور اسی طرح خود بھی ایسی کوئی چیز راستہ میں نہ ڈالے جو راستہ چلنے والوں کیلئے تکلیف کا باعث ہو۔ اور عارفین کی رمز شناس نگاہوں نے تو اس سے یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ اپنے نفس کو ایسی تمام چیزوں سے صاف کرلے جو توجہ الی اللہ اور معرفت کے راستہ کی رکاوٹ ثابت ہوتی ہیں اور اپنے قلب کی برائی ومصیبت کے خیال تک کھرچ کر پھینک دے۔

بہر حال یہ تمام باتیں ایمان کے شعبے ہیں جس پر مؤمن کو عمل کرنا نہایت ضروری ہے اس لئے کہ ایمان کی تکمیل اور اسلام کا حسن ان ہی چیزوں سے پیدا ہوتا ہے اگر کوئی شخص ان باتوں سے خالی ہو اور اس کی زندگی ان کی شعاعوں سے منور نہیں ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ اس کے ایمان کی تکمیل نہیں ہوئی اس کو چاہیئے کہ اللہ کی مدد اور اسکی توفیق چاہ کر ان اہم باتوں کو اختیار کرے۔

سات چیزوں کا حکم اور سات کی ممانعت:

(۸) عن البراء بن عازب قال أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ أمرنا النبی ﷺ بسبعٍ ونھانَا عن سبعٍ أمرنا بعیادةِ المریضِ واتِّبَاعِ الجنائزِ وتشمیتِ العاطشِ وردِّالسلام واجابةِ الداعی وابرارِ المقسم ونصرِ المظلومِ ونھانَا عن خاتَمِ الذھبِ وعن الحریرِ والاستبرقِ والدیباجِ والمیثرةِ الحمراءِ والقسی وآنیةِ الفضةِ وفی روایةٍ وعن الشُّرْبِ فی الفضةِ فانه من شَرِبَ فیھا فی الدُّنیا لم یشربُ فیھا فی الآخِرَةِ۔ (مشکوۃ المصابیح ص؍۱۳۳ج اول)

ترجمه:

حضرت براء ابن عازب فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ہے اور سات چیزوں سے منع فرمایا ہے جن چیزوں کا حکم دیا ہے وہ یہ ہیں (۱) بیمار کی عیادت کرنا (۲) جنازہ کے ہمراہ جانا (۳) چھینکنے والے کو جواب دینا (۴) سلام کا جواب دینا (۵) بلانے والے کی دعوت قبول کرنا (۶) قسم کھانے والے کی قسم پورا کرنا (۷) اور مظلوم کی مدد کرنا، اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے وہ یہ ہیں (۱) سونے کی انگوٹھی پہننے سے (۲) ریشم کے کپڑے پہننے سے (۳) اطلس کے کپڑے استعمال کرنے سے (۴) دیباج کے کپڑے پہننے سے (۵) سرخ زین پوش استعمال کرنے سے (۶) قسی کے کپڑے پہننے سے (۷) اور چاندی کے برتن استعمال کرنے سے، ایک اور

روایت کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ چاندی کے برتن میں پینے سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ جو شخص چاندی کے برتن سے دنیا میں پیئے گا آخرت میں اسے چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا۔

تشریح:

قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پیش آنے والی بات کے بارے میں قسم کھائے اور تم اس قسم کو پوری کرنے پر قادر ہو اور اس میں کوئی گناہ کبیرہ بھی نہ ہو تو تمہیں اس قسم کو پورا کرنا چاہیئے مثال کے طور پر کوئی شخص تمہیں مخاطب کرتے ہوئے قسم کھاوے کہ میں تم سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ تم فلاں کام نہ کرو پس اگر تم اس کام کے کرنے پر قادر ہو تو وہ کام کر ڈالو تاکہ اس کی قسم ٹوٹ نہ جائے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو قسم دلائے کہ تمہیں خدا کی قسم تم یہ کام کرو تو اس شخص کیلئے مستحب ہے کہ وہ پروردگار کے نام کی تعظیم کی خاطر وہ کام کرلے اگرچہ واجب نہیں ''مظلوم کی مدد کرنا'' کی تشریح میں علماء لکھتے ہیں کہ مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے اور اس حکم میں مسلمان اور ذمی دونوں برابر کے شریک ہیں یعنی جس طرح ایک مظلوم مسلمان کی مدد کرنا واجب ہے اسی طرح اس مظلوم کافر ذمی کی مدد کرنا بھی واجب ہے جو اسلامی ریاست کا تابعدار شہری بن کر رہتا ہو اور جزیہ ٹیکس ادا کرتا ہو پھر مدد بھی عام ہے اگر لسانی مدد کی ضرورت ہو تو زبان وقول سے مدد کی جائے اور فعلی مدد کی ضرورت ہو تو فعل وعمل کے ذریعہ مدد کی جائے۔''میثرہ'' اس

زین پوش کو کہتے ہیں جس میں روئی ہوتی ہے اور اسے گھوڑے وغیرہ کی سواری کی زین پر ڈال کر اس پر بیٹھتے ہیں دنیاداروں کی عادت ہے کہ وہ اس زین پوش کو از راہِ تکبر ورعونت حریر ودیباج وغیرہ سے بناتے ہیں، اس کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ زین پوش حریر کا ہو تو خواہ وہ کسی بھی رنگ کا ہو حرام ہے ہاں اگرچہ حریر کا نہ ہو مگر سرخ رنگ کا ہو تو اس کا استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے اگر سرخ رنگ کا نہ ہو تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔

''قسی'' ایک کپڑے کا نام تھا جو ریشم اور کتان سے بنایا جاتا تھا اور قس کی طرف منسوب تھا جو مصر کے ایک علاقہ کا نام ہے حدیث میں چاندی کے برتن استعمال کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اسی طرح سونے کے برتن کا استعمال بھی ممنوع ہے بلکہ سونے کے برتن استعمال کرنا چاندی کے برتن استعمال کرنے سے زیادہ گناہ ہے اس حدیث میں جن چیزوں سے منع کیا جارہا ہے اس کا تعلق صرف مردوں سے ہے عورتوں سے نہیں ہے ہاں چاندی سونے کے برتن کے استعمال کی ممانعت مرد وعورت دونوں کیلئے ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ آخرت میں اسے چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا کی صحیح وضاحت یہ ہے کہ جس شخص نے دنیا میں چاندی کا برتن استعمال کیا اسے آخرت میں اس وقت تک کہ اسکے عذاب کی مدت پوری نہ ہوجائے چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا یا وقوف اور حساب کے وقت اسے چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا یا پھر یہ کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی وہ کچھ عرصہ تک اس سے محروم رہے گا پھر بعد میں یہ پابندی اس سے ختم کردی جائے گی یہی مراد اس حدیث کی ہے

جس میں مردوں کیلئے ریشم پہننے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ”**من لبسه فی الدنیا لم یلبسه فی الآخرة**“ اسی طرح اس حدیث کی بھی یہی وضاحت ہے جس میں شراب کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ”**من شربها فی الدنیا لم یشربها فی الآخرة**“ یعنی جس نے دنیا میں شراب پی اسے آخرت میں شراب پینا نصیب نہ ہوگا۔

(مظاہر حق جدید)

فانی فی اللہ عاشق رسول اللہ ﷺ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب ؒ عشق الٰہی کے متعلق اسطرح فرماتے ہیں:

عشق نے احمد مجلیٰ کر دیا

ہوگئے ساقی سے طالب جام کے
آدمی اب ہوگئے ہم کام کے
دور چلتے ہیں مئے گلفام کے
ہیں یہی اشغال صبح وشام کے
جو ہیں بندے نفس نافرجام کے
بے خبر ہیں فیض سے اسلام کے
پاتے ہیں دنیا میں جنت کے مزے
مرتبے ہیں یہ ترے خدام کے
جلوۂ جاناں اگر ہو دیکھنا
دھوئیں دھبے جامۂ احرام کے
عشق نے احمد مجلیٰ کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

(۸)

آٹھ مضمون والی روایات:

وضوء کے بعد دعاء کی فضیلت

(۱) عن عمر بن الخطاب قال: قَالَ رسولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- من تَوَضَّأَ فَأَحسنَ الْوُضوءَ ثُمَّ قَالَ أشهدُأنْ لااله الااللّٰهُ وحدَه لاشريكَ له وأشهدُأنَّ محمداً عبدُه ورسولُه اللّٰهُمَّ اجْعلْنِي مِنَ التَّوَابِيْنَ واجْعلني من المتطهِّرِين فُتِحَتْ له ثمانيةُ أبوابٍ من الجنةِ يدخلُ من أيِّهَاشَآءَ.

(رواہ الترمذی ص ۹ ج اول)

ترجمه:

حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص وضوء کرے پس اچھا کرے وضوء کو پھر کہے گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو تنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں میں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اے اللہ مجھکو توبہ کرنے والوں میں سے بنا اور پاکی حاصل کرنے والوں میں سے بنا کھولدیئے جائیں گے اس کے لئے جنت کے آٹھ دروازے داخل ہوجائے جونسے دروازے سے چاہے۔

فائده:

اس حدیث پاک سے وضو کے بعد اس دعا کو پڑھنے کی کس قدر عظیم الشان فضیلت ثابت ہوتی ہے لہذا وضو کے بعد اس دعا کا خاص طور پر اہتمام کرنا چاہئے عمل مختصر اور فضیلت وثواب بہت زیادہ ہے۔

اسلام کے آٹھ حصے:

(۲)عن حذیفة عن النَّبِيِّ ۔صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ الاسلامُ ثمانيةُ أسْهُمٍ الاسلامُ سهمٌ والصلوةُ سهمٌ والصيامُ سهمٌ والزكوةُ سهمٌ وحجُّ البيتِ سهمٌ والأ مرُ بالمعروفِ سهمٌ والنَّهْيُ عن المنكرِسهمٌ والجهادُفي سبيلِ اللّٰه سهمٌ وقدخَابَ من لاسهمَ لهُ۔

(مجمع الزوائد ص۶۲ ج۳)

ترجمه:

حضرت ابوحذیفہؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں فرمایا اسلام کے آٹھ حصے ہیں اسلام ایک حصہ ہے اور نماز ایک حصہ ہے اور روزہ ایک حصہ ہے اور زکوۃ ایک حصہ ہے اور حج بیت اللہ ایک حصہ ہے اور امر بالمعروف ایک حصہ ہے اور نہی عن المنکر ایک حصہ ہے اور جہاد فی سبیل اللہ ایک حصہ ہے اور تحقیق کہ خسارہ میں ہے وہ شخص جسکا کوئی حصہ نہیں، یعنی ان اعمال میں جس کا کچھ بھی حصہ نہ ہو وہ بہت ہی خسارہ اور ہلاکت میں پڑے گا لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان اعمال میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے۔

ان آٹھوں سہام پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اختصاراً ترک کر دیا گیا ہے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے سلسلہ کی روایات فضیلت دعوت وتبلیغ میں مطالعہ فرمائیں۔

ایمان کی برکت سے جنت کے آٹھ ابواب سے داخلہ

(۳) عن عمر بن الخطاب أنَّه سَمِعَ النَّبِيَّ ۔صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ يقولُ من مَاتَ يُؤمِنُ باللّٰهِ واليومِ الاٰخرِقيل له اُدخل من أيِّ أبوابِ الجنةِ الثمانيةِ شئتَ۔ (مجمع الزوائد ص۳۲ ج۱)

ترجمه:

حضرت عمر ابن خطابؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں تحقیق کہ نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مرے اس حال میں کہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اس سے کہا جائیگا کہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں جس سے چاہے تو داخل ہو جا۔

تشریح

ایمان اتنی بڑی نعمت اور فضیلت ہے کہ اس کی برکت سے جنت کے آٹھوں ابواب مفتوح ہو جائیں گے اور مؤمنین اپنے غالب اعمال کے اعتبار سے داخل ہوں گے یعنی جس پر نماز کا غلبہ ہوگا باب الصلاۃ سے اور جس پر صدقات کا غلبہ تھا باب الزکاۃ سے اور جس پر صوم کا غلبہ تھا باب الریان سے اور بعض ہر باب سے داخل ہونے کے لائق ہوگا اپنے اعمال کے اعتبار سے جیسا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں آیا ہے

محبت میں کسی کا کب بھلا نقصان ہوتا ہے

بحمد اللہ یہ تو عشق پر احسان ہوتا ہے
ترا نزدیک رہنا باعث عرفان ہوتا ہے
محبت میں کسی کا کب بھلا نقصان ہوتا ہے
یہاں تو فائدہ ہی فائدہ ہر آن ہوتا ہے
جو ان کا صدق دل سے تابع فرمان ہوتا ہے
مبارک ہو وہی بس کامل ایمان ہوتا ہے
اگر قسمت سے کوئی صاحب عرفان ہوتا ہے
نظر سے اس کی اوجھل عالم امکان ہوتا ہے
جو ان کی یاد سے مسرور ہے مخمور ہے ہردم
گدا ہوتے ہوئے وہ دوستو سلطان ہوتا ہے

ازعرفان محبت۔

(۹)

نو مضمون والی روایات:۔

مجھے میرے رب نے نو چیزوں کا حکم دیا

(۱) عن أبي هُريرةؓ قال: قالَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَمَرَنِي رَبِّي بِتِسْعٍ خشيةِ اللّٰهِ فِي السِّرِوالعلانيةِ، وكلمةِ العدلِ فِي الغضبِ وَالرِّضَا وَالْقَصْدِ فِي الْفَقْرِ والغِنى وان أَصِلَ من قَطَعَنِي واُعْطِيَ من حَرَمَنِي وَاَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِي وَاَنْ يكونَ صمتي فِكْراً نطقي ذكراً ونظرى عبرة واٰمُرَبالعُرفِ وقيل بالمعروفِ.

(مشکوۃ شریف ص ۴۵۸ ج ۲)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میرے رب نے مجھکو نو باتوں کا حکم دیا ہے۔

ایک تو یہ کہ ظاہر اور پوشیدہ ہر حال میں اللہ سے ڈرا جائے یعنی دل میں بھی خوف خدا سمایا ہوا ہو اور ارتکاب معصیت سے اجتناب کی صورت میں اعضاء جسم پر بھی خوف خداوندی کا اثر ظاہر ہو یا یہ کہ خواہ تنہائی ہو یا لوگوں کی موجودگی ہر حالت میں وہی کام کرنا چاہئے جو خوف خداوندی کا مظہر ہو۔

دوسری بات یہ کہ سچ بولا جائے خواہ غصہ کی حالت ہو یا رضامندگی کی، یعنی بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ جب کسی سے راضی وخوش ہوتے ہیں تو اسکی تعریف کرتے ہیں اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور اس کے عیوب کو چھپاتے ہیں، اور جب

غصہ وناراض ہوتے ہیں تو اسکی برائی کرتے ہیں اس کی ہر بات کی مخالفت کرتے ہیں اور اسکے عیوب کو اچھالتے ہیں یہ بات مناسب نہیں، بلکہ یہ ہونا چاہئے کہ غصہ اور خوشی دونوں حالت میں اپنی زبان کو حد اعتدال پر رکھا جائے اور وہی بات کہی جائے جو حقیقت کے مطابق اور عین سچائی ہو۔

تیسری بات یہ کہ فقر، غربت اور ثروت و مالداری دونوں حالت میں میانہ روی اختیار کی جائے یعنی خواہ فقر غربت کی حالت ہو یا ثروت و مالداری کی بہر صورت راہ اعتدال پر قائم رہا جائے کہ فقر وغربت کی حالت میں تو غصہ تلخی اور جزع فزع اختیار نہ کیا جائے اور ثروت و مالداری کی حالت میں تکبر وسرکشی اور اونچا اڑنے سے اجتناب کیا جائے، یا یہ معنی ہیں کہ رزق اور ضروریات زندگی کی دوسری چیزیں بس اسی مقدار میں طلب کرے جو اعتدال کی حد تک ہوں نہ تو فقر وافلاس کی حد تک تنگ دستی برداشت کرے اور نہ عیش وعشرت کی زندگی اختیار کرے۔

چوتھی بات یہ کہ میں اس شخص سے قرابت داری رکھوں جو مجھ سے قطع کرے یعنی مجھے ایک حکم یہ بھی دیا گیا ہے کہ اگر میرا کوئی عزیز رشتہ دار مجھ سے بدسلوکی کرے اور قرابت داری کا تعلق ختم کرے تو اسکے ساتھ بھی حُسنِ سلوک کروں اور اس کے ساتھ قرابت داری کو قائم رکھنے کی کوشش کروں یہ بات آنحضرت ﷺ کے وصف حلم وبردباری اور کمال تواضع ومروت کی آئینہ دار ہے۔

پانچویں بات یہ کہ میں اس شخص کو بھی اپنی عطا وبخشش اور جود وسخاوت سے نوازوں جو مجھے اپنے لین دین سے محروم رکھے۔

چھٹی بات یہ کہ میں انتقام لینے کی قدرت وطاقت کے باوجود اس شخص کو معاف کروں جو مجھ پر ظلم وزیادتی کرے۔

ساتویں بات یہ کہ میرا چپ رہنا عبادت کا ذریعہ ہو یعنی جب میں خاموشی کی حالت میں ہوں اور کسی کے ساتھ بات چیت یا زبان کے ذریعہ تبلیغ میں مشغول نہ ہوں تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اس کی قدرت کی کرشمہ سازیوں اور اس کے کلام کے معانی ومطالب میں غور وفکر اور استغراق وانہماک رکھوں۔

آٹھویں یہ کہ میرا بولنا ذکر اللہ کا مظہر ہو یعنی جب میری زبان جاری ہو اور میں بولوں تو اللہ کی بات کروں کہ اسکا تعلق خواہ تسبیح وتحمید سے ہو یا تلاوت کلام اللہ اور اس کے بندوں کو تعلیم وتلقین اور تذکیر ونصیحت سے۔

نویں بات یہ ہے کہ میری نظر عبرت پذیری کیلئے ہو یعنی جب میں خدا کی مخلوق کی طرف دیکھوں تو میرہ وہ دیکھنا عبرت حاصل کرنے کیلئے اور توجہ وہوشیاری کے ساتھ ہو نہ کہ نادانی وغفلت کے ساتھ نیز میرے پروردگار نے مجھے یہ بھی حکم دیا کہ میں بندگان خدا کو نیکی کی تلقین وتبلیغ کروں اور ایک روایت میں بالمعروف کا لفظ ہے۔

تشریح:

آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ ایک روایت میں بالمعرف کے بجائے بالمعروف کا لفظ ہے اور دونوں کا معنی ایک ہی ہیں یعنی اچھی بات، رہی یہ بات کہ امر بالمعروف کا ذکر کیا گیا ہے تو نہی عن المنکر کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا ؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ امر بالمعروف کا لفظ عام ہے جس کے دائرہ میں نہی عن المنکر کا مفہوم بھی آجاتا ہے،

چنانچہ جب صرف امر بالمعروف کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد پورا مفہوم ہوتا ہے یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، واضح رہے کہ حضور پاک ﷺ نے امر بالمعروف کے حکم کو جو ذکر فرمایا وہ مذکورہ نو باتوں کے حکم کے علاوہ ہے اور یہ حکم ایسی جامعیت کا حامل ہے کہ اس کے دائرہ مفہوم میں خالق ومخلوق سے متعلق تمام ہی اچھی باتیں اور طاعات آجاتی ہیں جن کو حضور پاک ﷺ نے تفصیل کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد پھر علیحدہ سے بطریق اجمال ذکر فرمایا۔

نو اہم چیزوں کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے سوالات:؟

(۱) عـن صفوان بن عسال ؓ الـمـرادي أن يهود يين قال أحدُهما لـصـاحبهٖ اِذهـبْ بِـنَـا اِلـىٰ هَـذَاالـنَّبِـي نَسأَلُه قَالَ لاتَقُلْ له نبيٌّ فَاِنَّه يَسْـمَـعُهَـا۔ تَقُوْلُ نبيٌّ كانت له أربعةُأعينٍ فَأَتَيَاالنَّبِيَّ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَسَاَلاه عن قولِ اللّٰهِ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰياتٍ بِيِّنَاتٍ فَقَالَ رسـولُ الـلّٰـهِ۔صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ۔لَا تُشْرِكُوْابِاللّٰهِ شَيْاًوَلَاتَزْنُوْا وَلَاتَـقْتُـلُـوْاالـنَّـفْـسَ الَّتِىْ حَـرَّمَ الـلّٰـهُ اِلَّا بِـالْـحَـقِّ وَلَاتَسْـرَقُـوْا وَلاتسـحـرواولاتـمشـوا ببـرئٍ اِلى سُلطانٍ فيقتله ولا تأ كلُواالرِّبوا ولاتـقـذِفُوا مُحْصَنَةً ولا تفِرُّوْا من الزَّحْفِ شَكَّ شعبةُ وعليكم اليهودَ خـاصةً اِلَّاتَـعْتَـدُوْافى السبـتِ فَقَبَّلَا بيديهِ ورجليهِ وقالا نشهدُ اِنَّك

نبيٌّ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكُمَا اَن تسلما قالا ان داؤد دعاالله أن لايزال فى ذريتهٖ نبيٌّ وإنَّا نخافُ أن اسلمناأن تقتلنا اليهود۔

(ترمذی ص/۱۴۶، ج/۲)

ترجمه:

حضرت صفوان سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے دوسرے سے کہا چلواس نبی کی طرف کچھ پوچھیں اس نے کہاان کو نبی نہ کہواگر وہ سنیں گے کہ تو انکو نبی کہتا ہے تو ان کی چار آنکھیں ہوجائیں گی یعنی بہت خوش ہونگے پھر وہ دونوں آپکے پاس آئے اور اس آیت کی تفسیر پوچھی ''وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰاتٍ بَیِّنَاتٍ'' یعنی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کہ دیں ہم نے موسیٰ کو نو نشانیاں یعنی پوچھا کہ وہ کیا تھیں آپ نے فرمایا کہ شریک نہ کرو اللہ کے ساتھ کسی کو اور نہ قتل کرو اس جاندار کو جسکا مارنا اللہ نے حرام کیا مگر قصاص وغیرہ میں اور چوری مت کرو اور جادو مت کرو اور نہ لے جاؤ بے قصور کو بادشاہ کے پاس کہ وہ اسے قتل کرے یعنی تہمت خون کی لگا کر، اور مت کھاؤ سود اور تہمت زنا کی نہ لگاؤ پاک عورت کو اور مت بھاگو جہاد سے اور شعبہ کو شک ہے کہ نویں بات یہی تھی کہ فرمایا آپ نے اور تم پر اے یہود خاصۃً منع ہے کہ زیادتی نہ کرو تم ہفتہ کے دن سو چومنے لگے وہ دونوں ہاتھ پیر آنحضرت ﷺ کے اور کہا کہ گواہی دیتے ہیں ہم کہ بیشک تم نبی ہو آپ نے فرمایا پھر کیا چیز مانع ہے تم کو اسلام سے انہوں نے کہا داؤدؑ نے دعاء کی ہے کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ ایک نبی ہو اور ہم اس سے بھی ڈرتے ہیں کہ اگر مسلمان ہوتے تو یہود ہم کو مار ڈالیں گے۔

تشریح

یہودیوں کے تمام سوالات کا جواب مل گیا اس کے باوجود ایمان لانے سے معذرت ظاہر کردی یہ ان کا بغض وحسد تھا سرورعالم ﷺ سے جوان کو آپ کی عداوت اور مخالفت پر مجبور کرتا تھا اسی وجہ سے وہ ملعون قرار پائے، اور حق تعالیٰ کی رحمتوں سے دور رہے، جن چیزوں سے اس حدیث پاک میں ممانعت آئی ہے ان سے بچنا ہم سب کو ضروری ہے کیونکہ یہ سب کبیرہ گناہ ہیں جن پر قرآن وحدیث میں بہت بڑی بڑی وعیدات وارد ہوئی ہیں یہاں تک کہ فرمایا گیا ہے کہ زنا، چوری کی حالت میں ایمان نکل جاتا ہے اور ان چیزوں کی سزائیں بہت سخت ہیں، ایسے ہی جادو کرنا شرک وکفر تک پہنچا دیتا ہے، سود خور پر خدا کی لعنت برستی ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ اپنی ماں سے زنا کے برابر ہے اسکے لئے راہِ عمل کا مطالعہ کیا جائے۔

❀❀❀

❀❀❀ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ❀❀❀

❁❁❁

خود وہ آغوش میں اٹھالیں گے

کب ہم حرم کی بہار دیکھیں گے — کب نبی کا دیار دیکھیں گے
خود کو شرمسار دیکھیں گے — رحمتیں بے شمار دیکھیں گے
ہو کے نادم خطاؤں پر اپنی — رحمت کردگار دیکھیں گے
روضۂ پاکِ مصطفیٰ کب تک — میرے پروردگار دیکھیں گے
نام کو بھی خلش نہو جس میں — کب وہ لیل ونہار دیکھیں گے
حق نے چاہا تو سبز گنبد کو — شوق میں بار بار دیکھیں گے
خود وہ آغوش میں اٹھالیں گے — ہم کو جب اشکبار دیکھیں گے
ان کے تیر نظر کا کیا کہنا — ہم اسے دل کے پار دیکھیں گے
لائیں گے ان کو ہم تصور میں — دل جب بے قرار دیکھیں گے
دیکھ لیں گے جسے وہ ایک نظر — ہم اسے بادہ خوار دیکھیں گے

یاد میں ان کی ہم مشغول
باغ دل کی بہار دیکھیں گے۔

از عرفان محبت :۔

فانی فی اللہ عاشق رسول اللہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ نقشبندی مجددی

(۱۰)

دس مضمون والی

روایت:۔

حضرت معاذؓ کو دس باتوں کی وصیت:

(۱) عن معاذ قالَ أوصانِي رسولُ اللّٰهِ ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ بعشرِ كلماتٍ (۱) قالَ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيئاً وَاِنْ قُتِلتَ وحُرِّقْتَ (۲) وَلَا تَعُقَّنَّ وَالدَيْكَ وَان اَمَراك أن تَخْرُجَ مِنْ أهلِكَ وَمَالِكَ(۳) ولا تَتْرُكَنَّ صَلاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّداً فَاِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلوةً مكتوبةً متعمداً فقد بَرِئتْ منه ذمة اللّٰه(٤)وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْراً فَاِنَّه رأسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ (٥)وإيَّاكَ والمعصيةَ فاِنَّ بالمعصيةِ حَلَّ سَخْطُ اللّٰهِ(٦) وَاِيَّاكَ وَالْفِرارَ مِنَ الزَّحْفِ وَاِنْ هَلَكَ النَّاسُ (٧)وَاِذَاأَصَابَ النَّاسَ موتٌ وأنتَ فِيْهِمْ فَاثْبُتْ(٨)وأنْفِقْ عَلٰى عِيَالِكَ من طَوْلِكَ (٩) وَلَاتَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ اَدَباً(١٠) وَاَخِفْهُمْ فِي اللّٰهِ۔ (مشکوۃ ص/۱۸)

ترجمه:

حضرت معاذؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی چنانچہ فرمایا(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگر چہ تمہیں مار ڈالا جائے اور جلا دیا جائے (۲) اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرو اگر چہ وہ تمہیں اپنے اہل اور مال چھوڑ دینے کا حکم دیں (۳) جان بوجھکر کوئی فرض نماز نہ چھوڑو جو شخص عمداً نماز چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہوجاتے ہیں (۴) شراب مت پیؤ کیونکہ شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے (۵) اللہ کی نافرمانی اور گناہ سے بچو کیونکہ نافرمانی کرنے سے اللہ کا غصہ اتر آتا ہے (۶) جہاد میں دشمنوں کو ہرگز پیٹھ نہ دکھلاؤ اگر چہ تمہارے ساتھ کے تمام لوگ ہلاک ہوجائیں (۷) جب لوگوں میں موت (وبا کی شکل میں) پھیل جائے اور تم انمیں موجود ہوتو ثابت قدم رہو یعنی ان کے درمیان سے مت بھاگو (۸) اپنے اہل وعیال پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرتے رہو (۹) تادیباً اپنا ڈنڈا ان سے نہ ہٹاؤ (۱۰) اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں انہیں ڈراتے رہو یعنی اہل وعیال میں سے کسی کو سزاءً یا تادیباً کچھ مارنا پیٹنا ضروری ہوتو اس سے پہلو تہی نہ کرو اور انکو اچھی اچھی باتوں کی نصیحت وتلقین کرتے رہا کرو اور دین کے احکام ومسائل کی تعلیم دیا کرو اور ان کو بری باتوں سے بچانے کی کوشش کرو۔

تشریح:

شرک اپنی برائی کے اعتبار سے کس قدر خطرناک ہے اور اخروی حیثیت سے کتنی ہلاکت خیزی رکھتا ہے اسکا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ

نے حضرت معاذ کو وصیت فرمائی کہ اگر تمہیں جان سے مار ڈالے جانے کا بھی خطرہ ہو یا تمہیں آگ میں ڈالا جا رہا ہو تو بھی تم توحید کے معاملہ میں اپنے عقیدہ سے ایک انچ نیچے مت اترنا بلکہ موت کی پرواکئے بغیر اپنے اعتقاد پر پختگی کے ساتھ قائم رہنا، تاہم جہاں تک نفس مسئلہ کا تعلق ہے تو کہا جاتا ہے کہ حضرت معاذؓ چونکہ اپنی فطرت کے اعتبار سے شریعت کی پیروی میں انتہائی سخت تھے اور کسی بھی مسئلہ کے اسی پہلو کو اختیار کرتے تھے جو اولیٰ ہوتا تھا، اسلئے آنحضرتﷺ نے ان کے ذوق اور مزاج کے مطابق اس قدر اہمیت کے ساتھ ان کو حکم دیا ورنہ ایسے موقع پر جبکہ اپنے ایمان و اسلام کا اظہار اپنی موت کو دعوت دینے والا اور کفر وشرک کا کلمہ زبان سے ادا کئے بغیر جان نہ بچتی ہو تو اسکی اجازت ہے کہ کفر وشرک کا کوئی کلمہ زبان سے ادا کرے بشرطیکہ دل میں ایمان پوری طرح موجود رہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اِلَّامَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌ بالایْمَانِ'' والدین کی اطاعت اور فرمابرداری کی بھی اہمیت وتاکید ہی کو ظاہر کرنے کیلئے بطور مبالغہ فرمایا گیا کہ اگر ماں باپ تمہیں تمہارے اہل وعیال سے الگ ہوجانے یا تمہیں تمہارے مال و اسباب اور املاک وجائداد سے دست بردار ہوجانے کا بھی حکم دیں تو اس حکم کی اطاعت کرو کیونکہ ان کی رضامندی میں اللہ پاک کی رضامندی ہے اور ان کی ناراضگی میں اللہ پاک کی ناراضگی ہے (فرض) نماز کی اہمیت جتلانے کیلئے فرمایا گیا کہ اگر تم جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑ دوگے تو پھر اپنے آپ کو دنیا اور آخرت میں خدا کی ذمہ داری سے باہر

سمجھو، دنیا میں تو اس اعتبار سے کہ اسلامی نظام اور اسلامی حکومت کے قانون کے تحت جس تعزیر کے مستوجب قرار پاؤ گے اس میں اللہ کی طرف سے کوئی امن وعافیت تمہیں نہیں ملے گی اور آخرت میں اس اعتبار سے کہ وہاں ترک نماز کے سبب خود اللہ تمہیں عذاب میں گرفتار کریگا، دشمن کو پیٹھ دکھانے کے بارے میں (جیسا کہ پہلے گذرا) یہ مسئلہ ہیکہ اگر دشمن دوتہائی تک بھی زائد ہوں یعنی ایک مسلمان کے مقابلے میں دو دشمن دین ہوں تو اس صورت میں مقابلے سے ہٹ جانا اور راہ فرار اختیار کرنا کسی مسلمان کو ہرگز جائز نہیں ہے، ہاں اگر ایک کے مقابلہ میں دو سے زائد ہوں تو پھر تباہی کا خطرہ دیکھ کر مقابلے سے ہٹ جانا اور جان بچانے کیلئے راہ فرار اختیار کرلینا جائز ہوگا۔

پس آنحضرتﷺ نے حضرت معاذ کو یہ حکم مبالغہ کے طور پر دیا کہ تم کسی بھی صورت میں اپنے دشمن کو پیٹھ مت دکھانا خواہ تمہارے تمام ساتھی شہید ہوجائیں اور دشمن کے مقابلہ پر تم تنہا ہی کیوں نہ رہ جاؤ۔

اس حدیث میں ایک اعتقادی کمزوری کی بھی نشان دہی کی گئی ہے اور اس کے خلاف حضرت معاذؓ کو متنبہ کیا گیا ہے یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی آبادی میں کوئی وبا پھیل جاتی ہے اور موتیں کثرت سے واقع ہونے لگتی ہیں تو عوام دہشت زدہ ہوکر اپنا گھر بار چھوڑ دیتے ہیں اور اس آبادی سے نکل بھاگتے ہیں اس بارے میں بھی اصل مسئلہ یوں ہیکہ جو لوگ پہلے سے اس آبادی میں مقیم نہ ہوں بلکہ دوسری جگھوں پر ہوں تو ان کیلئے جائز ہے کہ وہ اس آبادی سے دور رہیں اور وہاں نہ آئیں لیکن جو لوگ پہلے ہی سے آبادی میں مقیم ہوں ان کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ موت کے خوف سے اس آبادی کو

چھوڑ دیں اور وہاں سے نکل بھاگیں، کیوں کہ وبا زدہ آبادی سے نکل بھاگنا ایسا ہی گناہ ہے جیسا کہ دشمن کے مقابلے سے بھاگ کھڑے ہونے کا بلکہ جو شخص اس اعتقاد سے بھاگے گا کہ اگر یہاں رہا تو مرجاؤں گا اور یہاں سے نکل بھاگنے پر موت سے بچ جاؤں گا تو وہ کافر ہوجائیگا۔ (مظاہرحق جدید ص ر۱۲۱ ج ر۱)

حق تعالیٰ جل مجدہٗ ہمیں رسول کریم ﷺ کے تمام ارشادات وہدایات پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے یہ سرمایۂ نجات ہے اور اسی سے سعادت ازلیہ ابدیہ وابستہ ہیں اور یہی اللہ پاک کے یہاں محبوبیت کی ضمانت ہے یا اللہ ان گذارشات کو قبول فرما اور بندہ اور اس کے تمام متعلقین کیلئے ذخیرۂ آخرت بنا، جو حضرات اس کتاب کو پڑھیں ان سے گذارش ہیکہ اپنی دعاؤں میں ناچیز مؤلف کو ضرور یاد رکھیں اللہ پاک ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنا نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین۔

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ

خادمِ حدیث وافتاء وخادم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۱۱ر شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ۔

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ایک نظر میں:

جامعہ اشرف العلوم رشیدی عالمِ اسلام کی ایک عظیم مشہور ومعروف دینی درسگاہ ہے جو عرصۂ دراز (تقریباً ستر سال) سے بہت اہم دینی، دعوتی، اصلاحی، تربیتی، اخلاقی امور، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ کی نشر واشاعت میں مشغول ہے، اسکا جائے وقوع قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور ہے، جو قدیم زمانہ سے عشاق الٰہی وعشاق رسول اللہ ﷺ، علماء صلحاء فقہاء، مفسرین، محدثین صوفیاء أولیاء اللہ کا مرکز رہا ہے، جہاں پر حضرت شیخ عبدالقدوسؒ حضرت شاہ ابوسعید صاحبؒ، حضرت شیخ محمد صادق صاحبؒ، حضرت شیخ محمد داؤد صاحبؒ، حضرت شیخ عبدالنبی صاحبؒ اور امام ربانی عالمِ حقانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ جیسے حضرات پیدا ہوئے، جنکے علوم وفیوض سے دنیا کا ایک بہت بڑا طبقہ فیضیاب ہوا اور ہو رہا ہے، جب **کل نفس ذائقة الموت** کے قاعدے سے یہ حضرات اہل اللہ اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف روانہ ہوگئے تو یہ سرزمین ماہی بے آب کی طرح تڑپ اٹھی، تو اللہ پاک نے اپنا رحم وکرم فرمایا اور ہم سب کے مشفق استاذ الاساتذہ اور امت کے غم میں اپنے آپکو مٹانے والے (حضرت مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحبؒ) کو پیدا فرمایا جو بچپن ہی سے ولی صفت انسان تھے جنھوں نے اس ضرورتِ عظمیٰ کو محسوس فرمایا کہ اس بستی میں کوئی دینی، اسلامی مرکز ہونا چاہیئے کیونکہ یہ بستی متمنی تھی کہ یہاں پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا دور دورہ ہو جیسا کہ قدیم

زمانہ میں یہاں سے خلقِ کثیر فیضیاب ہوئی تھی، چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے اوّلاً تو اپنے آپ کوعلومِ الٰہیہ ومعرفتِ ربانیہ سے آراستہ وپیراستہ کیا آپ نے ابتدائی تعلیم قصبہ گنگوہ ہی میں حاصل کی اور تجوید وقرأت شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالخالق صاحبؒ کے پاس سہارنپور میں پڑھی اور ابتداء عالمیت کے تین سال (۴۴، ۴۵، ۱۹۴۶ء) جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور میں زیرتعلیم رہے، حضرت والاؒ بچپن ہی سے اکابر اہل اللہ سے والہانہ تعلق رکھتے تھے اوران کی خدمت پورے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ فرمایا کرتے تھے، اپنے بہت سارے امور میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے چنانچہ حضرت مولانا سیدعبداللطیف صاحبؒ (ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور) سے اپنے جذبات اور دینی حمیت کا اظہار فرمایا اور گنگوہ کی سرزمین پرایک مرکزی ادارہ کے متعلق اپنی رائے پیش کی جس پر حضرت مولانا سیدعبداللطیف صاحبؒ کو بے انتہاء خوشی ہوئی اورانہوں نے آپ کی مبارک پیشانی کو دیکھ کرتاڑ لیا کہ یہ شخص اپنے وقت کا مردِمجاہد ہوگا اور دینی کاموں کے لئے اپنی تمام ترکاوشوں اور مساعی کوصرف کردے گا اس بات پر حضرت مولانا سیدعبداللطیف صاحبؒ نے اپنے بہترین مشورہ سے آپ کی رہنمائی فرمائی اور فرمایا کہ گنگوہ میں ایک دینی ادارہ ضرور قائم کرواوراس کے لئے وہاں جاکر تحریک کرو۔

الغرض: آپ نے محلّہ اشرف علی کی باہرلی مسجد میں اس کام کوشروع فرمادیا اور مسجد کے احاطہ میں **جامعہ اشرف العلوم رشیدی** کی بنیاد ماہ رمضان ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں بہت سے حضرات علماء[1] کی موجودگی میں رکھوائی

---

[1] جن میں دیوبند اور سہارنپور کے کبار مشائخ شامل تھے جیسے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور حضرت مولانا شاہ عبداللطیف صاحب قدس سرہ۔

اورخودتاسیسی امور میں اصل محرک کی حیثیت سے شریک رہے، (یہ اسوقت کا زمانہ ہے جبکہ آپؒ مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور میں زیرتعلیم تھے اسی وقت سے آپکے دل میں گنگوہ میں مدرسہ کا داعیہ اورجذبہ پیدا ہوا جس جذبہ کی اللہ پاک نے بے انتہا قدر فرمائی اور ترقیات سے نوازا اور قبولیت عامّہ وتامہ عطا فرمائی) اور اللہ عزوجل پر مکمل اعتماد وبھروسہ کرکے کام شروع فرمادیا آپؒ نے اس ادارہ کو پروان چڑھانے اوراس کے تعلیمی وتعمیری امور کوعمدہ سے عمدہ بنانے کی خاطر بہت زیادہ کوشش کی اوراسکو بام عروج تک لانے کے لئے اپنے آپکو بالکل فنا کردیا (اس درمیان میں اندر باہر سے بہت زیادہ مخالفتیں ہوئیں مگر حضرت والاؒ جبل استقامت بن کر دین متین کی پورے جذبہ واخلاص کے ساتھ رات ودن خدمت کرتے رہے)۔

غرضیکہ آپؒ نے اپنے تمام تر آرام وسکون کو چھوڑ کر تمام عمراسی میں لگادیا، یہاں تک کہ آپ کی حیات مبارکہ کا ہر ہر سانس جامعہ کی فکر وترقی اور طالبان علوم نبوت کی اصلاح وتربیت، عوام وخواص کی جانی، مالی، علمی وروحانی خدمت اورامت کے دردوغم اورانکی اصلاح کی صورتیں اختیار کرنے اوراسپر ابھارنے میں گذرا، اسطرح اللہ پاک نے اپنے اس محبوب وپیارے بندے کو خدمت خلق اوراپنی اطاعت وعبادت کی جامعیت سے سرفراز فرما کر لاکھوں انسانوں پر فوقیت بخشی آپؒ اپنے وقت کے ایک بہترین منتظم تھے ایک بہترین خطیب وواعظ، داعی ومبلغ تھے ایک بہترین مدرس، تھے

ایک مصلح اور مربی تھے ایک مفکر ومدبر تھے کثیر تلاوت کرنے والے اللہ کے سامنے رونے والے اخلاق حمیدہ کے جامع بہت سارے کمالات اور صفات کا مجمع اور سنگم تھے مخلوق خدا پر بے انتہا شفیق تھے اکابر گنگوہ کے **سچے جانشین** تھے اللہ اور ان کے رسول کے عاشق تھے جامعہ اشرف العلوم رشیدی ان کے اسی عشق کا مظہر جمیل ہے آخر وقت میں رسول پاک علیہ السلام کی خواب میں زیارت کا شرف حاصل کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور میں انعاماتِ جلیلہ حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوگئے اللہ پاک آپ کے درجات کو بلند سے بلند فرمائے اور آپ کے لگائے ہوئے گلشن کی ہمیشہ حفاظت فرمائے! تمام حاسدین ومفسدین کے شرور وفتن سے ادارہ کی ہر وقت حفاظت فرمائے!

آہ! جبکہ وہ اللہ کا عاشق فانی فی اللہ وفانی فی الرسول ؐ اپنے اس لگائے ہوئے نورانی وروحانی گلشن اور ہم جملہ محبین میں موجود نہیں ہے مگر آپ کا لگایا ہوا باغ الحمد للہ ہر طرح تر وتازہ ہے اور اپنے مقصد میں ترقیات ظاہری و باطنی کے ساتھ رواں دواں ہوکر اپنے تمام اکابر اہل اللہ علماء سلف، بصرہ وکوفہ بغداد وسمرقند اور بخارا کی یاد تازہ کررہا ہے اور بہت سے علوم ومعارف کے تشنگان یہاں آکر اپنی اپنی مکمل پیاس بجھا کر اپنے علاقوں میں جاکر شریعت مطہرہ وسنت نبویہ کی ترویج واشاعت میں مشغول ہیں جامعہ کا فیض تقریباً دنیا کے ہر خطے اور ہر علاقہ میں پہونچ چکا ہے اور پہونچ رہا ہے، ملک وبیرون ملک سبھی جگہوں میں یہاں کے فارغین جارہے ہیں اب تک جامعہ ہذا سے واسطہ بلاواسطہ فیض حاصل کرنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے۔

جامعہ ہذا کا کل کار تعلیم بہت سے شعبۂ جات پر مشتمل ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) شعبۂ افتاء (۲) شعبۂ عربی (۳) شعبۂ تمرین (۴) شعبۂ فارسی (۵) شعبۂ تجوید و قرأت (۶) شعبۂ حفظ قرآن کریم (۷) شعبۂ ناظرہ قرآن کریم (۸) شعبۂ دینیات (۹) شعبۂ اردو (۱۰) شعبۂ جونیر درجات (۱۱) شعبۂ پرائمری درجات (۱۲) شعبۂ تبلیغ وارشاد (۱۳) شعبۂ اصلاح معاشرہ وتزکیۂ نفس اور مجلس ذکر اللہ (۱۴) شعبۂ خطابت (۱۵) شعبۂ کتابت (۱۶) شعبۂ کمپیوٹر تمام شعبۂ جات میں مخلصین اساتذہ تعلیمی امور انجام دے رہے ہیں۔

ادارہ طلباء کی ضروریات کا ہر لائن سے خاص خیال رکھتا ہے، اور مسائل شرعیہ میں عوام الناس کی مکمل رہنمائی کی جاتی ہے، جامعہ ھذا کا احاطہ بہت وسیع وعریض ہے جسکے تحت تین مسجدیں، کتب خانہ، دارالقرآن، دارالحدیث، دارالتجوید دفتر تعلیمات، مہمان خانہ، واٹر ٹینک، جنریٹر روم، مطبخ، عربی فارسی درسگاہیں، طلبہ کی رہائش گاہیں، مطالعہ گاہ، تکرار گاہیں، آٹھ شاخیں ہیں جامعہ کا صدر دروازہ جو بہت سے کمروں پر مشتمل ہے جسمیں جونیر پرائمری درجات کے بہت سے طلبہ زیر تعلیم رہتے ہیں، جامعہ کا ماہانہ خرچ تقریباً ساڑھے پانچ لاکھ سے زائد ہے، سالانہ اخراجات ۶۵ رلاکھ سے زائد ہورہے ہیں، جو حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور مخلصین معاونین کے عطیات صدقات وزکوۃ وغیرہ سے پورے ہوتے ہیں، مدرسہ کی ایسی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے جس سے مدرسہ کے جملہ اخراجات پورے ہوسکیں مدرسہ کا اصل سرمایہ اللہ پاک کی ذات پاک پر یقین وتوکل ہے اسی پر یہ مدرسہ قائم ودائم ہے۔ اسوقت جامعہ ہذا کے (روح رواں

حضرت مولانا الحاج مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی مدظلہ العالی ہیں آپ جامعہ کی تمام تر ذمہ داریوں ومشغولیات کے باوجود آپ بخاری شریف جلد ثانی، ترمذی شریف مکمل، شعبۂ دارالافتاء کی اہم ترین ذمہ داری، مدرسہ کے پورے عملہ اساتذہ وطلبہ کی ہمہ وقت نگرانی دیکھ بھال جیسی اہم ذمہ داریوں کو بحسن خوبی انجام دیرہے ہیں اسی کے ساتھ ساتھ آپ کی تصنیفات وتالیفات شائع ہوچکی ہیں ہورہی ہیں، جن میں سب سے پہلی کتاب **خیر الکلام فی مسئلۃ القیام** ہے جس کا موضوع رد بدعت ہے **(۲) گنگوہ کی عظیم المرتبت دینی روحانی شخصیات** ہے جس میں گنگوہ کے اکابرؒ کے حالات ہیں (۳) **فضائل سید المرسلین** ہے جو حضور پاک علیہ السلام کی سیرت پر ایک مختصر رسالہ ہے (۴) کتاب **فضیلتِ تقویٰ** ہے جس میں تقویٰ کی اہمیت بتائی گئی ہے **(۵) فضیلتِ علم وحکمت** ہے اس میں علم وحکمت کی فضیلت پر تفصیلاً گفتگو کی گئی ہے (۶) **ایمان اور اس کے تقاضے** ہے جس کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے **(۷) تصوف کیا ہے**؟ نام کا رسالہ ہے جس میں تصوف کی حقیقت پر گفتگو کی گئی ہے (۸) **راہِ عمل** ہے یہ اصلاح عوام کے لئے رسالہ ہے اس میں برائیوں کی قباحت بیان کی گئی ہے اور یہ رسالہ متعدد زبانوں میں شائع ہوچکا ہے (۹) رسالہ **فوائد شریفیہ** جس میں چھ قیمتی موضوعات پر گفتگو کی گئی (۱۰) **سید المحدثین** ہے جس میں حضرت امام بخاریؒ اور بخاری شریف شراحِ کتاب وغیرہ کا جامع تعارف ہے (۱۱) رسالہ **مکاتیب حضرت شیخ محمد زکریاؒ** ہے جس میں حضرت شیخ زکریاؒ کے خطوط ذکر کئے گئے ہیں انکے علاوہ اور کچھ کتابیں زیر تالیف ہیں مزید یہ کہ آپ کو متعدد اولیاء

اللہ سے بیعت وخلافت کی اجازت حاصل ہے جن میں یہ حضرات ہیں حضرت اقدس مولانا شاہ **محمد احمد** صاحب پرتاب گڈھی قدس سرہ العزیز ☆☆☆

جامع شریعت وشیخ طریقت حضرت مولانا شاہ **محمد قمر الزماں** صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم۔

پیر طریقت واقفِ اسرار حقیقت حضرت شیخ محمد آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مجددی دامت برکاتہم (برطانیہ)

حضرت مولانا سید محمود حسن صاحب دامت برکاتہم، خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، علماء اور عوام الناس کا ایک بہت بڑا طبقہ آپ سے منسلک ہے اللہ پاک آپ کی حیات سعیدہ میں خوب برکت فرمائے اور آپ کی ذات سے عالم اسلام کو خوب فائدہ پہونچائے۔ آمین یارب العالمین۔

الحمدللہ جامعہ ہذا میں خانقاہی لائن سے بھی خدمت ہورہی ہے جس کے ذریعہ اطراف اور دور دراز کے عوام وخواص فیضیاب ہورہے ہیں، یہ سب کرم وفضل حق سبحانہ وتعالیٰ کا ہی ہے اور دعاء ہے اولیاء اللہ کی اللہ پاک قبول فرمائے اور ترقیات سے نوازے۔

اللّٰھم وفقنا لما تحب وترضی!

بقلم:::::::::::ابوسعد رعبدالواجد عفا اللہ عنہ